تاریخِ اسلام

مصنّف: سیّد امیر علی

ترجمہ: باری علیگ

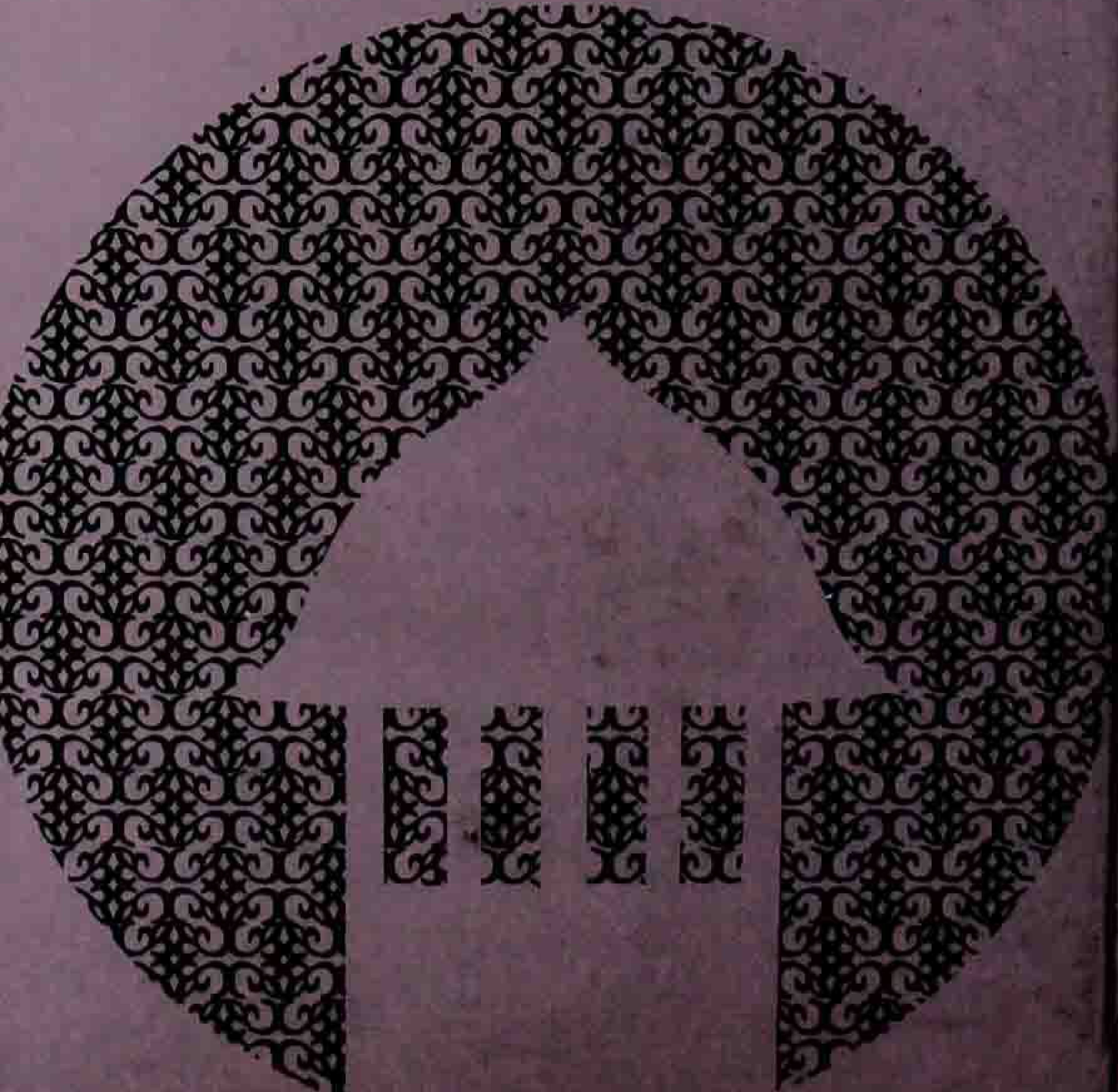

Marfat.com

تاریخِ اسلام

مصنف: سیّد امیر علی

ترجمہ: باری علیگ

تخلیقات

اکرم آرکیڈ، ۲۹۔ ٹمپل روڈ (صفاں والا چوک) لاہور۔ پاکستان فون: ۷۲۳۸۰۱۴

Marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : تخلیقات لاہور

زیر نگرانی لیاقت علی

پرنٹرز : زاہد بشیر پرنٹرز لاہور۔

سن اشاعت : 1997ء

قیمت : 150 روپے

پیش لفظ

سید امیر علی کی کتاب "اے شارٹ ہسٹری آف دی سارسینز" کا شمار تاریخ کی بہترین کتابوں میں ہے۔ یہ کتاب جنگوں اور فتوحات کے تذکروں تک محدود نہیں۔ کتاب حکمران خاندانوں کے عروج و زوال ہی کے حالات پر مشتمل نہیں، بلکہ وہ ہر دور کے تہذیبی اور معاشی حالات کو بھی پیش کرتی ہے۔ عربوں نے مختلف علوم و فنون میں جو ترقی کی اسے وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ نظم و نسق اور حکمرانی کے دوسرے شعبوں میں عربوں نے جو کچھ کیا اسے مستند حوالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کی افادی اہمیت کے پیش نظر اسے اردو میں پیش کیا جارہا ہے۔

ترجمہ

باری

Marfat.com

مندرجات

باب	اندراج	صفحہ
(۱)	عرب کے جغرافیائی اور طبعی حالات	۹
(۲)	ابتدائی تاریخ	۱۲
(۳)	مدینۃ النبی	۲۰
(۴)	خلافتِ راشدہ	۲۷
(۵)	خلافتِ راشدہ (۲)	۴۲
(۶)	خلافتِ راشدہ پر تبصرہ	۵۰
(۷)	بنوامیہ	۶۰
(۸)	مروان	۷۱
(۹)	عبدالملک	۷۳
(۱۰)	ولید اول	۷۷
(۱۱)	سلیمان بن عبدالملک	۸۳
(۱۲)	حضرت عمر بن عبدالعزیز	۸۵
(۱۳)	یزید بن عبدالملک	۸۸
(۱۴)	ہشام بن عبدالملک	۹۰
(۱۵)	ولید دوم	۹۷

Marfat.com

باب	مندرجات	صفحہ
(۱۶)	اموی زوال	۱۰۰
(۱۷)	اموی دور پر ایک نظر	۱۰۴
(۱۸)	سفاح اور منصور	۱۰۸
(۱۹)	مہدی اور ہادی	۱۱۵
(۲۰)	ہارون الرشید	۱۱۸
(۲۱)	امین	۱۲۴
(۲۲)	مامون	۱۲۹
(۲۳)	مامون کے عہد پر ایک نظر	۱۳۴
(۲۴)	معتصم باللہ	۱۳۸
(۲۵)	واثق باللہ	۱۴۱
(۲۶)	متوکل سے قائم تک	۱۴۲
(۲۷)	خاندان غزنویہ	۱۵۰
(۲۸)	آل سلجوق	۱۵۲
(۲۹)	حسن بن صباح	۱۵۶
(۳۰)	پہلی صلیبی جنگ	۱۵۸
(۳۱)	عمادالدین زنگی	۱۶۵
(۳۲)	دوسری صلیبی جنگ	۱۷۰
(۳۳)	نورالدین محمود	۱۷۲
(۳۴)	صلاح الدین ایوبی	۱۷۵

باب	مندرجات	صفحہ
(۳۵)	تیسری صلیبی جنگ	۱۷۷
(۳۶)	عباسیوں کا زوال	۱۸۳
(۳۷)	عباسیوں کا نظم و نسق	۱۸۶
(۳۸)	عباسی عہد میں علوم و فنون ہسپانیہ	۱۸۸
(۳۹)	عبدالرحمٰن الداخل	۱۹۶
(۴۰)	ہشام	۱۹۹
(۴۱)	حکم	۲۰۱
(۴۲)	عبدالرحمان دوم	۲۰۴
(۴۳)	بغاوتوں کا سلسلہ	۲۰۷
(۴۴)	عبداللہ	۲۰۹
(۴۵)	عبدالرحمان الناصر	۲۱۱
(۴۶)	حکم دوم	۲۱۷
(۴۷)	ہشام دوم	۲۲۱
(۴۸)	چھوٹے چھوٹے بادشاہ	۲۲۶
(۴۹)	غرناطہ	۲۳۲
(۵۰)	آخری کشمکش	۲۳۶
(۵۱)	ہسپانیہ سے عربوں کا اخراج	۲۴۲
(۵۲)	غرناطہ پر ایک نظر	۲۴۵
(۵۳)	عربوں کے ہسپانیہ پر ایک نظر	۲۴۸

صفحہ	مندرجات	باب
۲۵۱	بنوادریس	(۵۴)
۲۵۳	بنواغلب	(۵۵)
۲۵۶	بنوفاطمہ کا عروج زوال	(۵۶)

Marfat.com

پہلا باب

عرب کے جغرافیائی اور طبعی حالات

عرب کا وسیع ملک ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے اس کے شمال میں صحرائے شام، مشرق میں خلیج فارس، جنوب میں بحرِہند اور مغرب میں بحیرہ قلزم ہے۔ اس وسیع ملک کا رقبہ ایام عروج کے فرانس سے دوچند ہے، عرب کئی صوبوں یا خطوں میں بٹا ہوا ہے، یہ صوبے ارضی خاصیت اور آب و ہوا میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان صوبوں کے رہنے والے شکل و صورت میں بھی ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہیں۔

شمال کے پہاڑی سلسلے میں پرانے زمانے میں وہ قومیں آباد تھیں جنہیں تورات میں عددی اور مدیانی کہا گیا ہے اس کے بعد حجاز آتا ہے۔ جس میں مشہور و معروف شہر مدینہ واقع ہے، مدینے کو پرانے وقتوں میں یثرب کہا جاتا تھا۔ حجاز ہی میں مکہ اور جدہ واقع ہیں۔ مکہ میں رسول عربی ﷺ تولد ہوئے۔ جدہ وہ بندرگاہ ہے جہاں مسلمان حاجی اترتے ہیں۔ حجاز شمالاً جنوباً بحیرہ قلزم اور اس پہاڑی سلسلے تک پھیلا ہوا ہے جو خاکنائے سویز سے بحرِہند تک پھیلا ہوا ہے اس جزیرہ نما کا جنوب مغربی گوشہ یمن کہلاتا ہے۔ حجاز اور یمن کے زیریں ساحلی علاقے کو تہامہ کہا جاتا ہے، یہ نام بعض اوقات حجاز کے جنوبی حصے کو بھی دیا جاتا ہے۔ یمن کے مشرق میں حضرموت ہے جو بحرۂ ہند کے کناروں تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں خلیج عمان واقع ہے وہ سطح مرتفع جو حجاز کے مشرقی پہاڑوں سے شروع ہو کر الاحسا کے صحرا تک اور خلیج فارس میں بحرین تک پھیلی ہوئی ہے نجد کہلاتی ہے۔ اس سطح مرتفع میں صحرا بھی ہیں اور مرغزار بھی، پہاڑی علاقے بھی ہیں اور نخلستان بھی لق و دق صحرا میں یہ نخلستان مقاماتِ امن کا کام دیتے ہیں، عرب کے اس وسیع خطے میں جہاز رانی کے قابل کوئی دریا نہیں۔ اِدھر اُدھر چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں انہیں سے زمین سیراب ہوتی ہے، بارش بہت معمولی ہوتی ہے سوائے ان علاقوں کے جہاں پانی بکثرت موجود ہے، باقی سارا علاقہ خشک اور ریگستان ہے، پانی جہاں کہیں بھی ہے، وہاں سرسبزی بہت زیادہ ہے۔ یمن کے اونچے پہاڑ جو جبل الیمن کہلاتے ہیں، مونٹ بلاک اتنے اونچے ہیں کہ ان پہاڑوں کے درمیان کئی ایک وسیع شاداب وادیاں

Marfat.com

ہیں جن میں قہوہ' نیل' کھجور' سبزیاں اور کئی قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں' آب و ہوا معتدل ہے سردیوں میں ہر جگہ دھند دکھائی دیتی ہے' بہار اور خزاں میں موسم مرطوب رہتا ہے۔

حجاز ایک ناہموار ملک ہے' یہ ناہمواری مکے کے آس پاس خاص طور پر نمایاں ہے مکّہ معظمہ بحیرۂ قلزم سے پچاس میل دور ہے' یہاں کئی بے برگ وگیاہ چٹانوں پر سورج اپنی پوری تیزی سے چمکتا ہے' خشک وادیوں میں جو تھوڑی بہت روئیدگی ہوتی ہے' وہ گلّوں کے لئے ناکافی ہوتی ہے۔ خشک ندیوں کی تہہ اس ملک کی سب سے بڑی طبعی خصوصیت ہے' اس خشک اور سوکھے ہوئے علاقے کے مشرق میں سرسبز اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور سایہ دار درختوں کا ایک علاقہ ہے جہاں سیب' انجیر' انار' ناشپاتی' اور انگور کثرت سے ہوتے ہیں' یہ طائف ہے۔

مختلف زمانوں میں عرب میں مختلف قومیں آباد رہی ہیں' کہا جاتا ہے کہ اس کے قدیم ترین باشندے اسی نسل سے تھے جس نسل کے قدیم کلدانی تھے۔ انہوں نے تہذیب کے بلند مدارج طے کئے' اس تہذیب کے آثار آج بھی جنوبی عرب میں موجود ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قدیم قوم کا غلبہ مصر اور عراق پر بھی تھا' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے محل اور عبادت گاہیں بنائی تھیں۔ عدن کے قریب جو مشہور تالاب پائے جاتے ہیں اسی قوم سے منسوب ہیں۔

اس قدیم قوم کو ایک شامی قبیلے نے فرات کے مشرق سے نکل کر تباہ کردیا' یہ قبیلہ یمن اور حضرموت میں آباد ہوگیا' کہا جاتا ہے کہ یہ قحطان کی نسل میں سے ہیں۔ قحطان کے ایک بیٹے نے جس کا نام یعرب تھا' ملک اور قوم کو اپنا نام دیا' اس خاندان کے حکمران صابی کہلاتے ہیں' یعرب کے پوتے عبدالشمس کا لقب سبا تھا' قحطانی حکمران بڑے فاتح اور شہروں کو بسانے والے تھے' یمن اور عرب کے دوسرے حصوں میں ان کی سلطنت ساتویں صدی عیسوی تک قائم رہی۔

عرب میں سب سے آخر آباد ہونے والے آل اسمٰعیل کہلاتے ہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آپ مکّے کے قریب آباد ہوگئے۔ آپ کی اولاد حجاز میں پھیل گئی انہوں نے عربی عظمت کی بنیاد رکھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی۔ قدیم الایّام عرب اس عبادت گاہ کی تعظیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ آج خانہ کعبہ اسلامی دنیا کا مقدس ترین مقام ہے' حجر اسود اسی خانہ کعبہ میں ہے۔

عرب کے رہنے والے ہمیشہ دو طبقوں میں منقسم رہے ہیں۔ شہری اور بدوی۔ صحرا میں

Marfat.com

رہنے والے خیموں میں رہتے ہیں، وہ اپنے خاندانوں اور گلّوں سمیت صحراؤں اور اونچی سطحوں پر گھاس پھوس کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ شمالی اور وسطی عرب کبھی بھی غیر ملکی قبضے میں نہیں رہا۔ صرف یمن پر حبشیوں نے تھوڑی مدت کے لئے حکومت کی، یہاں تک کہ عربوں کے ایک سردار سیف نے شاہ ایران کی مدد سے انہیں یمن سے خارج کردیا، اس وقت کے بعد تقریباً ایک سو سال یا اس سے کچھ زیادہ یمن پر ایک ایرانی نائب السلطنت کی حکومت رہی، جو مرزبان کہلاتا تھا۔

عرب میں یہودی اور عیسائی اپنے اپنے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ لیکن عربوں کی زیادہ تعداد بتوں اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی، ہر قبیلے کی طرح ہر شہر کے دیوتا، اس کا مندر، اور مندر میں پوجاپاٹ کے طریقے جدا جدا تھے۔ مکّہ عربوں کی قومی زندگی کا مرکز تھا وہ ایک طرح کا روم یا بنارس تھا، وہاں خانہ کعبہ کی مقدس عبادت گاہ میں تین سو ساٹھ بُت تھے، یہ بُت ان تمام دیویوں اور دیوتاؤں کی نمائندگی کرتے تھے جنہیں عربوں میں پرستش کا درجہ حاصل تھا۔ انسانی قربانی بھی کسی طرح کم نہ تھی۔

اس وسیع رقبے میں رہنے والوں کو بالخصوص ان لوگوں کو جو فرات کے مغربی ریگستان میں گھومتے رہتے تھے، یونانیوں اور رومیوں نے سارسینی کا نام دے رکھا تھا۔ جب وہ ساری دنیا کو فتح کرنے کے لئے اٹھے تو یورپ میں اسی نام سے مشہورؔ ہوئے۔

---

(۱) عرب کے رقبہ کے بارے میں مختلف مصنّفوں میں حیرت انگیز اختلاف نظر آتا ہے۔ علامہ شبلی اس کا کل رقبہ ۱۲۰۰۰۰۰ مربع میل اور اسے فرانس سے چوگنا فرماتے ہیں (سیرت النبی جلد اول ص ۷۶) میولیبان تمدن عرب ۲۱ میں عرب کا رقبہ ۱۱۸۶۶۰۰ مربع قرار دیتا ہے۔ اور اسے فرانس کا چھ گنا بتاتا ہے۔ مولانا شرر مرحوم کے نزدیک عرب کا رقبہ دس لاکھ مربع میل ہے۔ مگر میولیبان کا بیان صحت کے زیادہ قریب ہے۔

(۲) سارسینی کا لفظ غالباً صحرانشین سے ماخوذ تھا، یا پھر شرقین سے ماخوذ ہے عربی میں شرق مشرق کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

دوسرا باب

ابتدائی تاریخ

عرب کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں ہماری معلومات کا زیادہ انحصار قرآن مجید پر ہے' قرآن مجید میں عربوں کے بہت سے قصے درج ہیں ہماری معلومات کا دوسرا ذریعہ عربوں کی وہ روایات ہیں جو باپ سے بیٹے کو وراثت میں ملتی رہی ہیں۔ آٹھویں اور مابعد کی صدیوں میں عرب مؤرخوں نے بڑی محنت سے ان روایات کو جمع کیا تھا' قرآن اور روایات سے حاصل شدہ ہماری معلومات کی جنوبی یمن میں دریافت شدہ کتبے تائید کرتے ہیں۔

ہم جس قوم کی تاریخ اور تقدیر سے دلچسپی لے رہے ہیں وہ حجاز اور یمن کے عرب ہیں جنہوں نے ازمنہ وسطیٰ میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی' حجاز کے عربوں کا سب سے بڑا قبیلہ قریش تھا' جو فہر کی نسل سے ہیں' فہر کا لقب قریش تھا' قدیم عربی زبان میں قریش سوداگر کو کہتے ہیں' فہر تیسری صدی عیسوی میں گزرا ہے وہ معد کے بیٹے عدنان کی نسل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا' قریش کو ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد پر فخر رہا ہے انہیں عربوں میں ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی اور ان کا شمار اشراف میں ہوتا تھا۔

پانچویں صدی عیسوی میں فہر کی اولاد میں سے قصیٰ نے مکے میں اقتدار حاصل کرلیا اور رفتہ رفتہ سارے حجاز پر چھاگیا۔ اس کے زمانے تک مکّہ ایک منتشر گاؤں تھا۔ جو خیموں اور جھونپڑیوں پر مشتمل تھا' قصیٰ نے کعبہ کی دوبارہ تعمیر کرائی اور اپنے رہنے کے لئے محل بنایا۔ اس محل کا سب سے بڑا کمرہ کونسل ہال' دارالندوہ کہلاتا تھا' اسی کونسل ہال میں مکّہ کے انتظامی امور کا تصفیہ ہوتا تھا۔ قصیٰ نے قریش کو کعبہ کے اردگرد پتھر کے مکانوں میں آباد کرایا اس نے حکومت کو بہتر بنانے کے قوانین وضع کئے' لوگوں پر ٹیکس لگائے اور خانہ کعبہ کے زائرین کے لئے خوراک اور پانی مہیا کرنے کا انتظام کیا۔ یہ زائرین خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے آیا کرتے تھے۔

قصیٰ ۴۸۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا' اس کا بیٹا عبدالدّار اس کا جانشین ہوا۔ عبدالدّار کی موت کے بعد اس کے پوتوں اور اس کے بھائی عبد مناف کے بیٹوں میں مکّے کی حکومت کے لئے تنازعہ شروع ہوگیا۔ اس تنازعہ کا تصفیہ تقسیمِ اختیارات پر ہوا۔ مکّے کی آب

Marfat.com

رسائی اور ٹیکس وصول کرنے کا عہدہ عبدمناف کے بیٹے عبدالشمس کو دیا گیا' کعبہ کی تولیت' کونسل چیمبر اور فوجی علم عبدالدّار کے پوتوں کی نگرانی میں دیئے گئے۔

عبدالشمس نے اپنے اختیارات کو اپنے بھائی ہاشم کے سپرد کردیا۔ ہاشم مکے کا بہت بڑا سوداگر اور صاحبِ اثر تھا' اور اپنی مسافر نوازی کے لئے بہت مشہور تھا۔ اس نے تقریباً ۵۱۰ء میں وفات پائی' اس کا بھائی مطلب اس کا جانشین ہوا۔ مطلب کا لقب سخی تھا' مطلب ۵۲۰ء کے اواخر میں فوت ہوا۔ اس کا بھتیجا عبدالمطلب کے لقب سے جانشین ہوا۔

اسی اثنا میں عبدالدّار کے پوتے دولت مند ہورہے تھے' بنوہاشم کے اقتدار سے وہ حسد کرنے لگ گئے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ لوگوں میں بنوہاشم کو جو درجہ حاصل تھا' اسے ان سے چھین کر خود مکہ کے حکمران بن جائیں۔ عبدالدّار کے پوتوں کا حامی عبدالشمس کا اقتدار پسند بیٹا اُمیّہ تھا۔ لیکن ان کی خواہش اور کوشش کے باوجود عبدالمطلب کی سیرت کی بلندی اور قریش میں اس کی قدر و منزلت نے اسے ۵۹ سال تک مکے کا حکمران بنائے رکھا۔ حکومت کے کام کاج میں دس بڑے بڑے خاندانوں کے شیوخ اس کے معاون تھے۔

عبدالمطلب کے زمانے میں حجاز پر ابرہہ نے حبشیوں کی ایک بہت بڑی فوج سے حملہ کیا تھا۔ چونکہ یہ فوجی سردار مکہ پر یلغار کرتے وقت ایک ہاتھی پر سوار تھا' اس لئے جس سال (۵۷۰ء) یہ حملہ ہوا تھا اس سال کو عربوں کی تاریخ میں **"عَامُ الْفِیْل"** کہتے ہیں حملہ آور فوج ایک وبا اور طوفان بادوباراں سے تباہ ہوگئی' اس وبا اور طوفان نے حبشیوں کی اس فوج کو بھی تباہ و برباد کردیا جو خیموں میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔

عبدالمطلب کے بہت سے بیٹے اور بیٹیاں تھیں' آپ کے بیٹوں میں سے چار کو عربوں کی تاریخ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی' عبدمناف لقب بہ ابوطالب' عبّاس جو عباسی خلفاء کے جدِّامجد تھے' حمزہ اور عبداللہ۔ آپ کا ایک بیٹا ابولہب تھا جسے قرآن میں اسلام کے دشمن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ رسول عربی ﷺ کے والد بزرگوار تھے۔ آپ کی شادی یثرب کی ایک خاتون آمنہ سے ہوئی۔ لیکن آپ شادی کے تھوڑی مدت بعد پچیس سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آپ کی وفات کے چند دن بعد ۲۹ اگست ۵۷۰ء میں حضرت آمنہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ دادا نے اس بچے کا نام محمدؐ رکھا۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرماگئیں۔ اب آپ کی نگہداشت آپ کے دادا کے سپرد ہوئی۔ ۵۷۹ء میں عبدالمطلب کی وفات پر آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ ابوطالب اپنے والد کی جگہ خانہ کعبہ

Marfat.com

کے متولی مقرر کئے گئے۔ اپنے چچا ابو طالب کے گھر میں محمد ﷺ نے اپنی ابتدائی زندگی بسر کی۔ ابو طالب دل کے نرم اور انسانی دکھوں سے متاثر ہونے والے انسان تھے۔ آپ اپنے چھوٹے سے حلقے میں بہت زیادہ محبوب تھے۔ آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی محنت و مشقت میں بسر ہوئی۔ ابو طالب چونکہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح دولت مند نہیں تھے' اس لئے آپ کے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی باری سے گلّہ بانی کرنا پڑتی تھی۔

عنفوانِ شباب ہی سے حضرت محمد ﷺ غور و فکر کے عادی تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ دو مرتبہ شام کا سفر کیا تھا۔ وہاں آپ نے عوام کی دکھ بھری زندگی اور ان کی برائیوں اور شرپسندیوں کو دیکھا تھا۔ پچیس سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی سیرت کی بلندی کے باعث عربوں کی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ آپ کے کئی ایک بچے پیدا ہوئے۔ لیکن وہ تمام کے تمام بچپن ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ البتہ آپ کی صاحبزادیاں اپنے باپ کے عظیم الشان کارناموں کو دیکھنے کے لئے زندہ رہیں۔ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ابو طالب کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

آئندہ پندرہ سال آنحضرت ﷺ نے بڑی خاموشی سے بسر کئے۔ آپ ﷺ نے مشکل سے ایک دو مرتبہ پبلک زندگی میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ نے اس انجمن کو پھر سے زندہ کیا جو چند سال پہلے' بیواؤں' یتیموں اور بے سروسامان مسافروں کی امداد کے لئے بنائی گئی تھی اور اپنی ذکاوت سے اس تنازعہ کو ختم کیا جس کے نتائج بڑے خطرناک ثابت ہونے والے تھے۔ اگرچہ ہم صرف آپ کی زندگی کے ان پبلک واقعات سے واقف ہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اس زمانے میں اپنی رحم دلی' پاک بازی' دیانت اور فرض شناسی کی وجہ سے اپنے شہریوں سے امین کا خطاب حاصل کرلیا تھا۔ آپ بچوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ آپ جب کبھی اپنے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو بچے آپ کے گرد جمع ہوجاتے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا چہرہ ہمیشہ محبت بھری مسکراہٹ سے منور رہتا۔ آپ ہر سال مکّے کے قریب غارِ حرا میں ایک مہینہ غور و فکر اور یادِ الٰہی میں گزارتے۔ ایک رات جب آپ اپنے کمبل میں لپٹے ہوئے یادِ الٰہی میں مصروف تھے تو خداوند تعالیٰ نے آپ ﷺ سے کلام کرتے ہوئے آپ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے حکم دیا۔ اس وقت کے بعد آپ کی ساری زندگی لوگوں کو ذلت سے نکالنے' برائیوں کو ترک کرانے اور انسانی تعلقات اور فرائض سمجھانے میں بسر ہوئی۔

سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے دین میں شامل ہوئیں اور انہوں نے بت پرستی چھوڑدی۔ بعد میں علی ؓ، ابوبکر ؓ، عمر ؓ، حمزہ ؓ اور عثمان ؓ نے اسلام قبول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے تبلیغ شروع کی تو قریش نے تمسخر کیا۔ لیکن جب قریش نے آپ کو اپنے ارادوں میں مضبوط پایا تو ان کی دشمنی نے اذیت رسانی کی صورت اختیار کرلی۔ قریش نے آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے بدسلوکی شروع کردی اور آپ کے کئی ساتھیوں کی جان لینے سے بھی گریز نہ کیا۔ آپ کے بعض ہمراہیوں نے حبشہ کے ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کے ہاں پناہ لی، دوسروں نے اپنے ہادی کے پہلو میں رہ کر ہر قسم کی بدسلوکی اور اذیت کو برداشت کیا۔ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یکے بعد دیگرے اموات کے بعد قریش نے اپنی اذیت رسانی کو دوچند کردیا۔ مکے کے لوگوں کو راہ راست پر نہ آتا دیکھ کر آپ نے تبلیغ کے لئے کسی دوسرے مقام کو تلاش کرنا چاہا۔ چنانچہ آپ طائف میں تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسا کر آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ آپ طائف سے پھر مکے تشریف لے آئے اور وہاں کچھ مدت قیام کیا۔ آپ اہل مکہ کو چھوڑ کر ان اجنبیوں کو راہ راست پر لانے کے لئے تبلیغ کرنے لگے جو دور دراز مقامات سے حج کے لئے مکے آتے تھے۔

اس طرح یثرب سے آئے ہوئے چند لوگوں نے آپ کا دین قبول کرلیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے اس امر کا اقرار کیا کہ نہ وہ بت پرستی کریں گے اور نہ چوری کریں گے، نہ برے کام کریں گے نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گے اور نہ لوگوں پر تہمت لگائیں گے۔ یثرب کے یہ لوگ جب اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے اس خبر کو عام کردیا کہ عربوں میں ایک ایسے پیغمبر کا ظہور ہوچکا ہے جو انہیں برائیوں سے نجات دلائیں گے۔ اگلے سال حج کے موقع پر ان میں سے بیشتر لوگوں نے مکے میں پہنچ کر بیعت کا ارادہ کیا۔ ۶۲۲ء میں یثربیوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا جس نے آپ کو یثرب جانے کی دعوت دی۔ چونکہ یثرب مکے کا مدمقابل شہر تھا۔ اس لئے اس دعوت نے قریش کے دلوں میں آنحضرت ﷺ اور ان کے پیروؤں کی مخالفت کو تیز کردیا۔ آپ کے بہت سے پیرو مکہ چھوڑ کر یثرب جانے میں کامیاب ہوگئے۔ یثرب میں ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ قریش نے آنحضرت ﷺ کی زندگی ختم کرنے کی سازش کی۔ آپ اس وقت حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت علی ؓ کے ساتھ مکہ ہی میں تھے۔ جب آپ کو قریش کے ارادوں کا پتہ چلا تو آپ حضرت ابوبکر ؓ کے ساتھ ایک غار میں چلے گئے۔ یہ غار مکے کے قریب ہی تھا۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ مکہ ہی میں تھے۔ جب قریش کو آنحضرت ﷺ کے مکہ سے نکل جانے کا پتہ چلا' وہ حضرت علی سے انتہائی درجہ بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے اور آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے۔ لیکن اس غار تک نہ پہنچ سکے جہاں پناہ گزین چھپے ہوئے تھے۔ دو دن تک آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار میں رہے۔ تیسرے دن شام کے وقت غار سے نکلے۔ اتفاق سے دو اونٹ مل گئے۔ آپ ان پر سوار ہوکر تیزی کے ساتھ یثرب کو روانہ ہوگئے اور (۲ جولائی ۶۲۲ء) جمعہ کے دن منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان سے آملے۔ یہ واقعہ ساری تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسے ہجری کہتے ہیں۔ اسلامی سال کا آغاز اسی واقعہ سے ہوتا ہے۔

---

(۱) جناب آمنہ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی تھیں۔

(۲) شادی کے بعد آمنہ حاملہ تھیں کہ عبداللہ نے بغرض تجارت شام کا سفر اختیار کیا۔ غزہ پہنچے تھے کہ بیمار پڑگئے اور وہاں سے واپس ہوئے۔ یثرب تک پہنچے تو حالت بہت خراب ہوگئی۔ سفر ترک کیا اور اپنی دادی کے قرابت داران بنی نجار میں ٹھہر گئے۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو کسی بیٹے کو بھیجا کہ انہیں یثرب سے لے آئیں مگر یثرب پہنچ کر سنا کہ جناب عبداللہ سفر آخرت کر گئے ہیں۔

(۳) آپ کی ولادت ۹۔ ربیع الاول ۵۷۱ء دوشنبہ کے روز ابرہہ کی ناکامی کے ۵۵ روز بعد واقع ہوئی۔ بوڑھا دادا یہ خبر سن کو گھر آیا' تو مولود کو گود میں اٹھایا۔ خانہ کعبہ میں حاضر ہوا۔ اس کے لئے دعا مانگی۔ ساتویں روز عقیقہ کیا اور محمد ﷺ نام رکھا اور کل قریش کی دعوت کی۔ قریش اس نام سے مانوس نہ تھے' انہوں نے اس کے نام رکھنے کا سبب دریافت کیا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میرا یہ فرزند ساری دنیا میں مدح و ستائش کا سزاوار ہوگا۔

(۴) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے یثرب گئیں۔ راستہ میں ابواء کے مقام پر ان کا انتقال ہوا۔

(۵) یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ آپ اس کے متعلق زمانہ اسلام میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدے کے بدلے مجھے سرخ اونٹ دیئے جاتے تو بھی نہ لیتا۔ آج بھی اس قسم کا کوئی معاہدہ ہو تو میں شریک ہونے کے لئے تیار ہوں۔

(۶) خانہ کعبہ سیلاب اور امتداد زمانہ کی وجہ سے بہت خستہ ہوگیا تھا۔ قریش نے اسے از سرنو تعمیر کرایا مگر جب حجر اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا تو ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ اسے یہ شرف

Marfat.com

حاصل ہو۔ اس پر جھگڑا اس قدر ہوا کہ تلواریں نیام سے نکل پڑیں۔ لیکن آپ ﷺ کے تشریف لانے سے یہ جھگڑا رک گیا۔ سب نے کہا کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہم سب اسے تسلیم کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کل صبح جو سب سے پہلے آئے وہی حاکم ہو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ دوسرے دن آپ ہی سب سے پہلے تشریف لائے سب کو آپ پر پورا پورا اعتماد تھا کیونکہ وہ آپ کو سب سے زیادہ دیانت دار اور ایماندار خیال کرتے تھے۔ اس لئے ہر ایک آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوگیا۔ آپ نے یہ فساد مٹانے اور شر رفع کرنے کی یہ صورت نکالی کہ آپ نے چادر بچھائی۔ اس میں حجرِاسود رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی اس چادر کو پکڑ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح وہ حجرِاسود دیوار کے پاس لے آئے۔ آپ نے اسے اٹھا کر دیوار میں نصب کردیا۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے ایک خونریز اور ہولناک جنگ رک گئی۔

(۷) ابتدا میں آپ کو حکم ہوا کہ آپ خفیہ خفیہ تبلیغ کریں۔ یہ سلسلہ تین برس تک جاری رہا۔ چنانچہ اس عرصہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں کے ذریعہ اور لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ مگر آپ ﷺ کا فریضہ خفیہ تبلیغ سے پورا نہ ہوسکتا تھا، اس لئے آخر کار آپ کو حکم ہوا کہ اب آپ علانیہ تبلیغ فرمائیں۔

علانیہ تبلیغ کا حکم پاکر آپ کوہ صفا پر تشریف لائے۔ قبیلے قبیلے کا نام لے کر پکارا۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے پوچھا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی پشت پر دشمن لشکرِ جرار لئے پڑا ہے اور وہ موقعہ پاکر آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم کو یقین آجائے گا۔ سب نے کہا کہ ہاں کیونکہ ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سنو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے، تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا۔ یہ سن کر سب لوگ سخت برہم ہوئے۔

اس کے کچھ دن بعد آپ نے اپنے خاندان کو ایک دعوت پر جمع کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی۔ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے آپ کی دعوتِ اسلام پر لبیک نہ کہا۔ اب مکّہ میں مخالفت کا طوفان اٹھا۔ ہر طرف سے مسلمانوں پر سختیاں ہونا شروع ہوئیں ۔ ایک دن آپ حرم میں تبلیغ فرمارہے تھے کہ قریش آپ پر ٹوٹ پڑے۔ حارث بن ابی ہالہ نے آپ کو بچانے کی کوشش کی۔ وہ کفار کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلا خون تھا۔ مکّہ والوں نے آپ کو بھی تنگ کرنا شروع کیا۔ آپ کو راہ چلتے گالیاں دیتے۔ کوئی آپ پر خاک پھینکتا۔ کوئی راہ میں کانٹے بچھاتا۔ کوئی بھیڑوں اور اونٹوں کی اوجھڑی پھینک کر آپ کے کپڑے نجس کرتا۔ ایک دن ایک ناپاک نے آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑ لاد دیا۔ آپ اس وقت سجدہ میں تھے۔ حضرت فاطمہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا وہاں تشریف لائیں اور اس کو دھکیل کر نیچے گرادیا۔ ایک دفعہ ابوجہل نے آپ کو زخمی کردیا۔ وہ جسمانی عقوبتوں کے ساتھ ساتھ آپ کو روحانی طور پر تکلیف پہنچاتے تھے۔ کوئی آپ کو شاعر کہتا۔ کوئی کاہن اور مجنون بتاتا۔ آپ تبلیغ کے لئے جدھر تشریف لے جاتے یہ دشمن آپ کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہتے۔ آپ کسی سے بات کرتے تو وہ اسے بہکاتے اور کہتے کہ اس کی بات نہ ماننا۔ قرآن کریم پڑھتے تو وہ شور مچاتے تاکہ آپ کی آواز لوگوں تک نہ پہنچے۔

وہ آپ کی جان پر ضرور حملہ کرتے مگر انہیں ڈر تھا کہ بنوہاشم انتقام ضرور لیں گے اور اس طرح ایسی جنگ شروع ہوجائے گی جس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ آخر ایک دن انہوں نے ابوطالب کے روبرو قریش نسل کا ایک شریف لڑکا پیش کیا کہ اسے بیٹا بنالو' اور اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کردو تاکہ ہم اسے قتل کرکے اپنے دین کی توہین و تذلیل کا بدلہ لیں۔ مگر انہوں نے صاف انکار کردیا۔ پھر وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا' اگر دولت چاہتے ہیں تو سارے مکے کی دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کردی جاتی ہے' اگر حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالیتے ہیں اور جس بات کی خواہش فرمایئے ہم اسے پورا کردیں گے۔ مگر آپ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑدیں۔ مگر آپ نے یہ سب کچھ ٹھکرا دیا اور اپنا فرض جاری رکھا۔

(۸) جب قریش کو معلوم ہوا کہ حبش میں ۸۳ مسلمان پہنچ چکے ہیں تو ان کے عداوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے عمروبن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو اپنا سفیر بناکر نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ نجاشی سے درخواست کریں کہ وہ ان کے مفرورین کو ان کے حوالے کردے۔ یہ وفد دربار میں حاضر ہوا اور اپنا مطالبہ پیش کیا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کیفیت دریافت کی اور قریش نے جو باتیں ان کے خلاف کہی تھیں ان کے سامنے دہرائیں۔ اس موقعہ پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے تقریر کی جس میں اسلام کی کیفیت اور تعلیم کا خلاصہ پیش کیا۔ وہ تقریر یہ ہے:

"اے بادشاہ ہم جاہل تھے' بتوں کو پوجتے تھے' مُردار کھاتے تھے' بُرے کام کرتے تھے' ہمسائیوں کو ستاتے' بھائیوں پر ظلم کرتے اور کمزوروں کو ستاتے تھے۔ ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی صداقت' امانت' دیانت اور شرافت سے ہم پہلے ہی واقف تھے اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ ہم پتھروں کو نہ پوجیں۔ سچ بولیں' خونریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسایوں کو نہ ستائیں۔ عورتوں پر جھوٹے الزام نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ ہم ایک خدا کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں' سارے بُرے کام چھوڑدیں۔ ہماری قوم اس سے بگڑ گئی اور ہماری دشمن ہوگئی۔ اور ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم تمام

Marfat.com

اعمالِ بد پھر اختیار کرلیں اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیں۔"

نجاشی نے کہا کہ وہ کلامِ الٰہی جو تمہارے پیغمبر پر اترا ہے' اس کا کوئی حصہ سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس پر رقت طاری ہوگئی اور وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ "خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔" اور قریش کے سفیروں کو کہہ دیا کہ میں ان مظلوموں کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تم واپس جاؤ۔"

دوسرے دن انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ان لوگوں سے یہ تو دریافت کرو کہ وہ حضرت عیسٰی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر یہ سوال پوچھا۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ حضرت عیسٰی اللہ کا بندہ' سچا نبی اور کلمۃ اللہ ہے۔ نجاشی نے زمین سے تنکا اٹھایا اور کہا خدا کی قسم تم نے حضرت عیسٰی کے متعلق جو کچھ کہا وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں اور سفرائے قریش کو دربار سے نکلوادیا۔ وہ ناکام واپس لوٹ آئے۔

Marfat.com

تیسرا باب

مدینۃ النبی

یثرب کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے مہاجر ساتھیوں کا بڑے تپاک سے خیرمقدم کیا۔ یہ مہاجر اپنے دین کی خاطر اپنے گھروں کو چھوڑ کر آئے تھے۔ یثرب کا نام تبدیل ہو کر مدینۃ النبی جو بعد میں اختصار کے طور پر مدینہ مشہور ہوا۔ اب تک اس شہر کا نام یہی ہے۔ مدینے میں اینٹوں اور گاروں کی ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ اس مسجد کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی۔ اس عبادت گاہ کے تعمیر کرنے میں آنحضرت ﷺ نے خود بھی حصہ لیا۔ یہیں آپ ﷺ نے سادہ اور آسان دین کی اشاعت شروع کی۔ آپ ﷺ ایک طرف لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی رحم دلی کا سکہ جماتے اور دوسری طرف اخلاقی ضوابط کی پابندی' باہمی اخوت' بچوں سے شفقت اور بیواؤں' یتیموں اور بے زبان جانوروں سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنے کی تلقین کرتے۔

اس زمانے میں مدینے میں دو بڑے قبیلے آباد تھے۔ ان قبیلوں میں باہمی لڑائی رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے ہر قسم کے قبائلی امتیازات کو ختم کر دیا۔ اور مدینے کے رہنے والوں کو انصار یعنی مدد کرنے والے کا لقب دیا۔ جو مکّے کو چھوڑ کر مدینے چلے آئے تھے ' مہاجرین کہلائے۔ ہم جس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں اس زمانے میں عرب کے کسی بھی شہر میں قانون کا دَور دَورہ نہ تھا۔ قبائل میں باہمی خانہ جنگی تھی۔ ملک کا ملک غیر آئینی کش مکش میں مبتلا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے مدینے میں امن و امان قائم کیا اور صحیح بنیادوں پر ایک "دولت مشترکہ" کی بنیاد رکھی۔اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے خونریزی اور بدامنی بند کر دی گئی۔ یہودیوں کو مساوی حقوق دیئے گئے۔ مدینے اور اس کے نواح میں یہودیوں کی کافی آبادی تھی۔ یہودیوں نے عہد کیا کہ ہم مدینے کی حفاظت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔

مکّہ کے لوگ اہلِ مدینہ پر اس وجہ سے ناخوش تھے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ مکّے کے لوگ مسلمانوں کو انقلاب پسند خیال کرتے تھے۔ چنانچہ

Marfat.com

مکّے اور مدینے کے رہنے والوں میں تصادم ناگزیر تھا۔ دونوں میں پہلی لڑائی بدر کی وادی میں ہوئی۔ اس لڑائی میں مکّے والوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں کے ہاتھ ان کے بہت سے قیدی آئے۔ ان جنگی قیدیوں کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ کیا گیا۔

ہجرت کا دوسرا سال خاموشی سے گزر جاتا لیکن مکّے والوں نے حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہجرت کے تیسرے سال ابوسفیان بن حرب بن امیہ جو بنوہاشم کا سب سے بڑا مخالف تھا اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینے کے نظم و نسق کے احاطہ میں داخل ہوگیا۔ اس حملے کی روک تھام کے لئے مسلمانوں کی جو فوج نکلی تھی اس کی تعداد بہت کم تھی۔ کوہِ احد کے دامن میں لڑائی ہوئی' جس میں مدینے والوں کو شکست ہوئی۔ مکّہ والوں کا نقصان اس قدر زیادہ ہوا تھا کہ ان میں اب مدینے پر حملہ کرنے کی سکت باقی نہیں تھی۔ وہ واپس مکّہ چلے گئے اب ان یہودیوں نے تنگ کرنا شروع کیا جو مدینہ اور مدینہ کے آس پاس کے قلعہ بند دیہات میں رہتے تھے۔ مدینے کی چھوٹی سی ریاست کے لئے یہودی مسلسل اور پرُہم خطرے کا موجب تھے۔ وہ یہودی جو شہر کے اندر رہتے تھے اہلِ مکّہ کی جاسوسی کرتے اور بارہا قتل و غارت پر اتر آئے تھے۔ ان اسباب کی بنا پر یہودیوں کے دو قبیلوں کو جلاوطن کردیا گیا۔

ہجرت کے پانچویں سال اہلِ مکّہ نے دس ہزار کی فوج لے کر مدینہ پر حملہ کیا۔ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تین ہزار مسلمان میدان میں نکلے۔ آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے شہر کے غیر محفوظ حصے کے گرد ایک خندق کھودی۔ دوسرے حصوں کی حفاظت بنوقریظہ کے سپرد تھی۔ مدینے کے جنوب میں اس یہودی قبیلے کے بہت سے قلعہ بند گاؤں تھے۔ معاہدہ کی رو سے یہ یہودی مسلمانوں کے حلیف تھے۔

ان یہودیوں نے معاہدہ توڑ کر مدینے پر حملہ کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ حملہ آوروں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اس محاصرے نے بہت طول کھینچا۔ جب کبھی محاصرین شہر پر حملہ کرتے تو آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق مسلمان انہیں پسپا کردیتے۔

آخرکار محاصرین کے مخالف عناصر جمع ہونے شروع ہوئے۔ بارش اور طوفان سے حملہ آوروں کے گھوڑے مرگئے۔ ان کا سامان رسد کم ہوگیا۔ مکّے کی فوج جس طرح جمع ہوئی تھی اسی طرح منتشر ہوگئی۔

غدار بنوقریظہ کو نظرانداز نہ کیا جاسکتا تھا کیونکہ ڈر تھا نہ جانے کس وقت مدینے پر ہلّہ بول دیں۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ انکار کرنے پر ان کا محاصرہ کرلیا گیا اور کہا گیا کہ وہ جس شرط پر چاہیں اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کردیں۔

Marfat.com

انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں وہی سزا دی جائے جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تجویز کریں۔ سعد بن معاذ ایک بہادر سپاہی تھے۔ وہ حملے کے دوران میں زخمی ہوگئے تھے۔ وہ ان زخموں سے جان برنہ ہوسکے۔ اور اس واقعے کے دوسرے دن وفات پاگئے۔ انہوں نے یہودیوں کی غداری سے برہم ہوکر یہ فیصلہ دیا کہ لڑنے والے یہودیوں کو قتل کردیا جائے اور ان کے بیوی بچوں کو مسلمانوں کا غلام بنالیا جائے۔ اس سزا پر عمل کیا گیا۔ بظاہر یہ سزا بہت کڑی معلوم ہوتی تھی' لیکن اس زمانے کے مروجہ آئین جنگ میں ایک عام بات تھی۔

اہلِ مکّہ کی اس ناکامی کے بعد جو جزیرہ نما عرب میں نیا مذہب بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہوا' یکے بعد دیگرے عرب قبائل اپنے پرانے دستور کو ترک کرکے اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ سینا کے سینٹ کیتھرائن کے راہب خانے کے راہبوں اور عیسائیوں کے نام ایک فرمان جاری کیا۔ یہ فرمان رواداری کی ایک بہت بڑی یادگار ہے۔ اس فرمان کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کو نہایت اہم مراعات دیں اور مسلمانوں کو اس فرمان کے شرائط کی خلاف ورزی کے لئے شدید سزاؤں کا مستوجب قرار دیا گیا۔ اس فرمان کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ گرامی اور دوسرے مسلمانوں پر عیسائیوں کی حفاظت لازم قرار دی۔ انہیں ہر قسم کے نقصان سے بچانے کی تلقین کی۔ راہبوں کے گھر اور کلیساؤں کی حفاظت مسلمانوں پر فرض کردی گئی۔ عیسائیوں پر ناروا ٹیکس لگانا' کسی پادری کو گرجے سے نکالنا' کسی عیسائی کو ترک مذہب پر مجبور کرنا' کسی عیسائی زائر کو زیارت کرنے سے روکنا۔ کلیساؤں کو مسجد یا مسلمانوں کے لئے رہائشی مکان بنانے کے لئے گرانا' ان سب کی ممانعت کردی گئی' ان عیسائی عورتوں کو جنہوں نے مسلمانوں سے شادی کرلی تھی' اپنے مذہب پر چلنے کی پوری پوری آزادی تھی اور اس بنا پر ان سے سختی کرنے کو روک دیا گیا تھا' عیسائی اپنے گرجاؤں کی مرمت کے لئے مسلمانوں سے مدد لے سکتے تھے' مسلمانوں پر ان کی امداد لازمی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ ایران اور بزنطین کے شہنشاہ (قیصرِ روم) کے پاس اپنے ایلچی بھیج کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' بزنطین کے شہنشاہ نے آپ کے ایلچی سے شریفانہ سلوک کیا۔ شاہِ ایران نے آپ کے ایلچی کی بے عزتی کرکے اسے اپنے دربار سے نکال دیا۔ شہنشاہ بزنطین کے ماتحت ایک دوسرے عیسائی حاکم کے پاس بھی ایلچی بھیجا گیا تھا۔ یہ حاکم دمشق کے قریب رہتا تھا' اس حاکم نے ایلچی کو قتل کردیا تھا۔

Marfat.com

ہجرت کے ساتویں سال خیبر کے یہودیوں نے بغاوت کی' لیکن انہیں بہت جلد مطیع کرلیا گیا ایک مقررہ لگان کے عوض ان کی زمینوں اور جائدادوں کو ان کے پاس ہی رہنے دیا گیا' انہیں مذہب کی آزادی بھی دی گئی۔

مکے والوں کے ساتھ ایک معاہدہ کی رو سے مسلمانوں نے خانہ کعبہ کا حج کیا' مکے کے لوگ چونکہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے ماننے والوں سے دور رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے شہر خالی کردیا۔ تین دن بعد مسلمان مدینہ لوٹ گئے تب مکے والے اپنے گھروں میں واپس آئے۔

تھوڑی مدت کے بعد مکّے والوں اور ان کے ساتھیوں نے ایک ایسے قبیلے پر حملہ کیا جو مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے ہوئے تھا۔ اس قبیلے کے بہت سے لوگ مارے گئے تھے' اس قبیلہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس حملہ آوروں کی سرکوبی کے لئے درخواست کی۔ مکّہ میں دہشت اور بدامنی کا دور دورہ کافی مدت تک رہ چکا تھا۔ اس درخواست پر آنحضرت ﷺ دس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر بُت پرستوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے' دو قبیلوں کی معمولی مزاحمت کے بعد مسلمان مکّہ میں داخل ہوگئے۔ اس طرح نبی کریم اس شہر میں داخل ہوگئے جو آپ سے بہت برا سلوک کرچکا تھا' اب یہ شہر آپ کے رحم و کرم پر تھا' لیکن فتح کی گھڑی میں ہر پچھلی اذیّت بھلا دی گئی۔ ہر برائی کو معاف کر دیا گیا۔ صرف چار مجرموں کو جنہیں انصاف مجرم قرار دیتا تھا' آنحضرت نے مستوجب سزا ٹھہرایا۔ آپ ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے شدید ترین دشمنوں کے شہر میں داخل ہوئے۔ مسلمان فوج آپ کے پیچھے پیچھے تھی' شہر میں فوج کا داخلہ پُرامن اور خاموش تھا۔ نہ کوئی مکان لُوٹا گیا اور نہ کسی عورت کی توہین کی گئی۔ کسی نے یہ ٹھیک کہا ہے کہ "فتوحات کی تاریخ میں اس نوعیت کے داخلے کی مثال نہیں ملتی" لیکن ان کے بتوں کے توڑنے میں کسی قسم کی نرمی نہ کی گئی' بت پرست مغموم چہرے بناکر ان بُتوں کی شکست و ریخت کو دیکھ رہے تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے اب ان پر صداقت آشکار ہوئی انہوں نے اس پُرانی آواز کو سنا۔ جس کی وہ ہنسی اڑا چکے تھے انہوں نے اس نبی کو جب وہ بتوں کو توڑ رہا تھا' یہ کہتے ہوئے سنا۔ "صداقت آن پہنچی ہے' باطل کا زور ٹوٹ گیا۔ ہاں باطل ٹوٹنے ہی کے لئے ہے" ان کے معبود کس قدر کمزور اور بے جان تھے۔

ہجرت کا نواں سال اسلامی تاریخ میں وفود کا سال کہلاتا ہے کیونکہ اس سال دور دراز اور مختلف مقامات کے وفد اسلام قبول کرنے کے لئے مدینہ آئے۔ صحابہ کرام اور مدینہ کے

بڑے بڑے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ان وفود کے ارکان کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور عربوں کی روائتی مہمان نوازی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ روانگی کے وقت ان وفود کو زادِ راہ اور تحائف پیش کئے جاتے' عام طور پر ان وفود کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جاتا تھا' جس کی رو سے قبائل کو مختلف حقوق دیئے جاتے تھے۔ نومسلم قبائل کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے مبلّغ بھی ان کے ساتھ کردیئے جاتے تھے۔ یہ مبلّغ ان قبیلوں کی بُری عادتوں کو مٹاتے۔ مختلف علاقوں میں جن مبلغوں کو بھیجا جاتا تھا' انہیں آنحضرت ﷺ عام طور پر یہ ہدایت کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرو' سختی سے گریز کرو' ان کے دل بڑھاؤ۔ اور انہیں حقارت سے نہ دیکھو۔ تمہیں اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جو تم سے یہ دریافت کریں گے کہ بہشت کی کلید کیا ہے؟ تم انہیں جواب میں کہنا کہ بہشت کی کلید اللہ کی صداقت کو تسلیم کرنا اور نیک کام کرنا ہے۔

جب عرب قبائل جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے تو آنحضرت نے محسوس کیا کہ وہ اپنا کام کرچکے ہیں مقررہ وقت کو آتا دیکھ کر آپ نے مکّے کا آخری حج کرنے کا ارادہ کیا ۲۳۔ فروری ۶۳۲ء کو آپ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو لے کر مدینے سے مکّہ کو روانہ ہوئے ۷۔ مارچ ۶۳۲ء کو آپ مکّہ پہنچے۔ حج کے تمام فرائض انجام دینے کے بعد آپ نے جبلِ عرفات کی چوٹی پر کھڑے ہوکر جو خطبہ دیا' اس کے الفاظ آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔[5]

مدینہ واپس آکر آپ عرب صوبوں اور قبیلوں کے نظم و نسق میں مصروف ہوگئے' صوبوں اور مختلف قبیلوں کے پاس عامل بھیجے گئے تاکہ وہ لوگوں کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کریں' عدل و انصاف قائم کریں اور زکوٰۃ وصول کریں۔

آنحضرت کی زندگی کے آخری ایام نہایت شاندار تھے' انہیں سکون قلب اور اطمینان حاصل تھا۔ آپ اپنی وفات سے تین دن پہلے تک نمازوں میں مسلمانوں کی امامت فرماتے رہے حالانکہ آپ بہت کمزور ہوچکے تھے' آدھی رات کے وقت آپ اس قبرستان میں تشریف لے گئے' جہاں صحابہ کرام مدفون تھے' آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور آنسو بہائے' تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے آغوش میں لے۔ ایام علالت میں آپ حضرت عائشہ کے ہاں قیام فرما تھے۔ یہ مکان مسجد کے بالکل متصل تھا' آپ میں جب تک توانائی تھی' آپ مسجد میں نماز ادا کرتے رہے' جب آپ آخری مرتبہ مسجد میں آئے تو حضرت علی ؓ اور فضل بن عباس آپ کو تھامے ہوئے تھے۔

Marfat.com

اللہ کی تعریف اور توصیف بیان کرنے کے بعد آپ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مسلمانو! اگر میں نے تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو' تو میں اس کا جواب دینے کے لئے موجود ہوں' اگر میں نے تم میں سے کسی کا کچھ دینا ہے تو میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب تمہارا ہے" زاں بعد آپ نے حاضرین کے لئے اللہ کے رحم و کرم کی دعا کی' آپ نے ان لوگوں کے لئے بھی دعا کی' جو دشمن کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے' مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرتے رہنے کی ہدایت کی' مسلمانوں کو نیکی اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی۔ ۸۔ جون ۶۳۲ء کو جب کہ آپ آہستہ آہستہ اللہ کی یاد میں مصروف تھے تو آپ کی روح مبارک کو وصال نصیب ہوا' آنحضرت ﷺ نے دس سال تک اسلام کی دولت مشترکہ کی صدارت کی۔' اس دور میں عربوں کی سیرت میں نمایاں تبدیلی واقع ہو چکی تھی' مختلف شہروں اور قبیلوں میں داخلی اور قبائلی جھگڑے چکانے کے لئے جو مبلغ بھیجے گئے اس سے پرانے زمانے کے ذاتی انتقام کا رواج مٹ گیا' تجارت اور کاروبار کے لئے راہیں کھل گئیں' طرز زندگی اور لباس میں (خاص کر عورتوں کے) خاصی تبدیلی واقع ہوئی ملحدانہ آزادیوں کو روک دیا گیا' عادات و اطوار نے خوشگوار صورت حال اختیار کی' قماربازی اور شراب نوشی ممنوع قرار دی گئی' اس سے بیشتر گھروں میں کسی قسم کا تخلیہ نہیں ہوتا تھا' اب گھروں میں عورتوں کے لئے الگ کمرے مقرر کئے جانے لگے۔

---

(۱) یہ دو یہودی قبیلے بنی قینقاع اور بنی نضیر تھے سب سے پہلے بنی قینقاع نے معاہدہ کا پاس نہ کیا۔ اس کی شرائط کی توڑا۔ جنگ کو صلح پر ترجیح دی۔ آنحضرت ﷺ نے مجبور ہو کر ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ آخر وہ عاجز آ گئے۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مدینہ منورہ میں ان کا رہنا خطرناک تھا۔ اس لئے انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔

(۲) یہ واقعہ تاریخ اسلام میں غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق کے نام سے مشہور ہے قریش کے ساتھ بہت سے قبائل مل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے ان کے سامنے ایک ہی مقصد تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہوئے۔ تعداد اور سامان کی زیادتی کے باوجود انہیں شکست ہوئی اور وہ مدینہ کا محاصرہ اٹھا کر بھاگ گئے۔

(۳) یہ یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنو قریظہ تھا جس نے اس نازک موقع پر غداری کی۔

(۴) مکے سے ہجرت کئے ہوئے پورے پانچ برس ہو چکے تھے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم مکہ کے لئے بے چین تھے کیونکہ ان کے بال بچے ابھی تک وہاں تھے۔ صحابہ کی یہ بے چینی دیکھ کر آپ نے حج کا

Marfat.com

ارادہ کیا۔ چودہ سو صحابی تیار ہوئے قریش کو علم ہوا تو انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں مگر آپ فقط حج کرنا چاہتے تھے۔ جنگ کا ارادہ نہ رکھتے تھے اسی لئے حدیبیہ کے مقام پر آکر رک گئے۔ یہ مقام مکّہ سے ایک منزل کے فاصلے پر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس نازک مسئلہ کو بڑی خوب صورتی سے سلجھایا۔ قریش سے گفت و شنید کرکے آخر ایک معاہدہ ہوا۔ جس کی شرائط یہ تھیں: (۱) مسلمان اس سال مکّہ نہ آئیں (۲) اگلے سال آئیں فقط تین دن ٹھہر کر چلے جائیں (۳) تلوار کے سوا کوئی اور ہتھیار اپنے ساتھ نہ لائیں (۴) مکّہ میں جو مسلمان ہیں انہیں اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کریں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا (۵) عرب کے تمام قبیلوں کو آزادی ہوگی کہ وہ جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کریں۔ یہ عہدنامہ نہایت صبر آزما تھا مسلمانوں کی خواہشات کے خلاف تھا مگر انہوں نے رسول خدا ﷺ کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کیا۔ اس معاہدہ کے بعد عرب والوں کو مسلمانوں سے میل ملاپ کرنے اور اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا۔ اسلام اب بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہوا۔

(۵) یہ خطبہ نہایت اہم ہے۔ اسلام کیا ہے۔ اس کا مجمل سا خاکہ آپ نے اس خطبہ میں پیش کردیا۔ اس لئے ہم اس خطبہ کے بعض اہم حصے یہاں درج کردیتے ہیں۔

"اے لوگو! شاید میں پھر اس جگہ تم سے نہ مل سکوں۔ اس لئے میری باتیں غور سے سنو۔ اے لوگو جس طرح تم آج کے دن اس مہینہ اور اس شہر کا احترام کرتے ہو۔ اسی طرح ایک دوسرے کے مال اور جان کو حرام سمجھو۔ دوسروں پر ظلم نہ کرو۔ تاکہ تم پر ظلم نہ ہو۔ شیطان مایوس ہوچکا ہے کہ اب اس سرزمین میں اس کی پوجا نہیں ہوگی۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں لوگ اس کی تابعداری کرتے رہیں گے۔ اس لئے اس کی اطاعت سے پرہیز کرنا' خبردار میرے بعد سچائی کے راستے سے بھٹک نہ جانا ایک دوسرے کا خون نہ بہانا۔ عورتوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آنا جس طرح ان پر تمہارا حق ہے اسی طرح تم پر ان کا حق ہے۔ غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ جو خود کھاؤ انہیں کھلاؤ۔ جو خود پہنو۔ انہیں پہناؤ۔ ان سے قصور ہوجائے تو معاف کردو۔ آج اہلِ عرب کو اہلِ عجم پر اور اہلِ عجم کو اہلِ عرب پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے لئے اپنے کسی بھائی کی چیز پر قبضہ کرنا جائز نہیں۔"

اے لوگوں میں تم میں قرآن پاک چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ مسلمانوں کا بھلا سوچتے رہو۔ آپس میں اتفاق اور اتحاد رکھو۔

Marfat.com

چوتھا باب

خلافتِ راشدہ

مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کے لئے جو عقیدت پیدا ہو چکی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات کا کسی کو یقین نہیں آتا تھا' لوگ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے' کہ جس ہستی نے چند سالوں میں عرب کی ساری ہیئت کو بدل دیا تھا وہ کیونکر اس آئین فطرت کے تابع ہو سکتی ہے جو عام لوگوں پر حکمران ہیں' اگر آنحضرت تاریخ ایام کے ابتدائی دور میں ہوتے' یا آپ کے اپنے ذات گرامی کے بارے میں کہے ہوئے الفاظ دنیا کے بڑے لوگوں کی طرح کسی قدر کم عقیلت پر مبنی ہوتے' تو انہیں بھی خدائی درجے دے دیئے جاتا۔ لوگوں میں جو بے کلی پیدا ہو گئی تھی اسے محترم ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دبایا۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت پر غشی کا عالم طاری ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ ہمارے ہادی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں' آپ نے مسلمانوں کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "مسلمانو! اگر آپ حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتے تھے تو سمجھ لو کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو چکا ہے اور اگر آپ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ اللہ زندہ ہے' وہ کبھی نہیں مرتا۔ قرآن کی اس آیت کو کبھی نہ بھولو۔ "محمد تمہاری طرح انسان ہیں جنہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ سے پہلے کئی رسول آئے اور وفات پا گئے۔" اور نہ اس آیت کو بھولو "محمد! تمہیں بھی ان لوگوں کی طرح دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا' جو تم سے پہلے تھے" مسلمانوں کے اجتماع سے گریہ و بکا کا شور اٹھا کہ ان کے ہادی اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

اب آنحضرت ﷺ کے خلیفہ کا مسئلہ درپیش تھا' آپ کا جانشین کون ہو؟ آنحضرت ﷺ کئی بار حضرت علی کو اپنا جانشین بنانے کا خیال ظاہر کر چکے تھے' لیکن آپ نے اپنی جانشینی کے لئے کوئی قطعی اصول وضع نہیں کیا تھا۔ اس سبب سے انفرادی کوششیں وجود میں آنے لگیں' جو اسلام کے مفاد کے منافی تھیں' اور جنہوں نے آگے چل کر قبائلی جنگوں اور مذہبی فرقہ بندیوں کو پیدا کیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کا جانشین تسلیم کرلیا جاتا تو وہ تباہ

Marfat.com

کن دعاوی پیدا نہ ہوتے جن کے سبب اسلامی دنیا میں بہت زیادہ خون بہا گیا۔[1]

عربوں میں قبیلہ کی سرداری موروثی نہیں بلکہ انتخابی ہوتی ہے' عام حق رائے دہی کی انتہائی صورت پر عمل کیا جاتا ہے' سردار کے چنے جانے میں قبیلے کے ہر ممبر کی آواز ہوتی ہے' یہ انتخاب متوفی سردار کے خاندان کے زندہ ارکان کی بزرگی کی بنا پر ہوتا ہے' یہی پرانی قبائلی رسم آنحضرت ﷺ کی جانشینی میں عمل میں لائی گئی۔ کیونکہ حالات کی نزاکت کا یہ تقاضا تھا کہ اس مسئلہ میں تاخیر نہ کی جاتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی بزرگی اور اپنے اثر کے سبب آنحضرت ﷺ کے جانشین منتخب کر لئے گئے۔ آپ کی دانائی اور اعتدال پسندی مسلم تھی' آپ کے انتخاب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ کے خاندان کے افراد نے تسلیم کر لیا۔

جب مسلمانوں کی اکثریت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تو آپ نے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے دیکھو! میری طرف دیکھو۔ جس کے سپرد حکومت کا کام کیا جا چکا ہے۔ میں تم میں سے افضل نہیں' مجھے تم سب کے مشورے اور مدد کی ضرورت ہے' اگر میں اچھا کام کروں تو میری تائید کرو اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے مشورہ دو' جس شخص کے سپرد حکومت کا کام ہو' اس سے سچی بات کہنا عین ایمان ہے۔ اس سے سچی بات چھپانا بغاوت ہے۔ میری نگاہ میں طاقتور اور کمزور برابر ہیں۔ میں دونوں کے بارے میں عدل کروں گا۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہوں اس وقت تک میری اطاعت کرو۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو نہ مانوں تو پھر مجھے تمہاری اطاعت کا کوئی حق نہیں۔"

جونہی آنحضرت ﷺ کے وصال کی اطلاع عرب کے دور دراز علاقوں میں پہنچی تو بغاوتوں کی آگ بھڑک اٹھی۔ مسلمانوں کو اس صورت حال سے بڑی تشویش ہوئی۔ بعض قبیلے جنہوں نے بت پرستی کو ابھی ابھی ترک کیا تھا دوبارہ بری عادتوں میں گرفتار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں لوگ نبوّت کے جھوٹے دعوے کر چکے تھے۔ اب ان لوگوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی مدت میں اسلام تقریباً" مدینہ کی حدود میں سمٹ کر رہ گیا۔ ایک مرتبہ پھر ایک شہر کو سارے جزیرہ نما کی فوجوں سے لڑنا تھا۔

ان قبیلوں کی بغاوت کے دو سبب تھے۔ اول یہ کہ اسلام نے اخلاق کے سخت قوانین وضع کر دیئے تھے' دوسرے یہ قبائل زکوۃ (غریبوں کی امداد کے لئے ٹیکس) سے منکر ہو چکے تھے' مسلمان اگرچہ چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے لیکن ان کے حوصلے بلند تھے' وہ ایمان اور جوش کے بل پر پھر ایک بار ابھرے۔ آنحضرت ﷺ کی تکفین کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نظم و نسق کی طرف توجہ دی اور باغیوں سے مقابلہ کی تیاریاں

Marfat.com

شروع کردیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے وصال سے تھوڑی مدت پہلے شام پر فوج کشی کے احکام جاری کیئے تھے' تاکہ مسلمان ایلچی کے قتل کا انتقام لیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مدینہ کے قرب وجوار میں فوجیں جمع ہونا شروع ہوگئی تھیں' اب یہ مہم دوگونہ ضروری بن چکی تھی۔ کیونکہ جنگ موتہ میں مسلمانوں کی شکست کے بعد شمالی عرب کے قبائل بغاوت پر اتر آئے تھے۔ موتہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اپنے آقا و مولا کی آخری خواہش پر عمل کرنے اور شمالی سرحد پر امن قائم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو خود اعداء میں گھرے ہوئے تھے' شام پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ جب مسلمانوں کی فوج رخصت ہو رہی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوج کے امیر اسامہ ابن زید سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"دیکھو! تم اپنے آپ کو ناقابل اعتبار ہونے سے بچانا۔ کسی حالت میں بھی سچائی کو ہاتھ سے نہ دینا' کسی شخص کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا' بچوں اور بوڑھوں پر تلوار نہ اٹھانا' کھجور کے درختوں کو نقصان نہ پہنچانا' نہ انہیں آگ لگانا' کسی ایسے درخت کو نہ کاٹنا جو انسان یا حیوان کے لئے خوراک مہیا کرتا ہے' اپنی ضرورت کے علاوہ گلوں' ریوڑوں اور اونٹوں کو نہ مارنا' تم وہ گوشت کھالینا' جو اس علاقے کے لوگ اپنے برتنوں میں لے کر آئیں۔ لیکن اللہ کا نام لے کر اور سرمنڈے راہب تمہاری اطاعت کرلیں تو انہیں تکلیف دیئے بغیر چھوڑ دینا' اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو' خدا تمہیں تلوار اور وبا سے بچائے۔"

جب اسامہ رضی اللہ عنہ شمال میں تھے تو مدینے پر باغیوں نے حملہ کیا لیکن انہیں شکست ہوئی' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے شامیوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کی اور بہت جلد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے مدینے پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی اثنا میں پوری تیاری کرلی تھی۔ باغی قبائل کی سرکوبی کے بارے میں سب سے اہم کام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک جوشیلے سپاہی اور کامیاب جرنیل تھے۔ بعض قبائل نے جنگ کیئے بغیر اطاعت قبول کرلی۔ جو لوگ ہتھیار ڈالنے پر تیار نہیں تھے ان سے شدید لڑائیاں ہوئیں' ان لڑائیوں میں فریقین کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ جنگِ یمامہ میں بنوحنیفہ کے بڑے قبیلے کو شکست ہوئی اور ان کا سردار مسیلمہ کذاب اس لڑائی میں مارا گیا' اس لڑائی کے بعد باغی آہستہ آہستہ جھکنے لگے' انہیں دوبارہ اسلام میں داخل کیا گیا۔

عرب کے شمال مشرق میں بغاوت فرو کرنے کے ضمن میں مسلمانوں کا تصادم بعض ایسے عرب قبیلوں سے ہوا جو حیرہ کے ماتحت تھے۔ حیرہ کی حکومت نیم عرب کی حکومت تھی۔ جو ایران کے زیرِ اقتدار قائم تھی' نقشے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکے گا کہ اس تصادم کا آغاز

Marfat.com

کس طرح ہوا جس نے بعد میں ریاستی کش مکش کی صورت اختیار کرلی عرب کا شمال مشرقی کنارہ جو عراق کی سرحدوں تک پھیلا ہوا ہے اس زمانے میں ایرانیوں کے قبضہ میں تھا۔ فرات کی زیریں شاخ کے جنوب میں ایک بے آب و گیا علاقہ ہے، یہ علاقہ نفوذ عرب کے اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو بحرۂ مردار تک پھیلا ہوا ہے، اس کے شمال میں حران کی سطوح مرتفع اور قدیم تدمر کا علاقہ پھیلا ہوا تھا، اس وسیع علاقے میں آج کی طرح اس زمانہ میں بھی بدوی قبائل گھومتے پھرتے تھے، آج ان بدوی قبائل کے نام بدل چکے ہیں لیکن ان کے عادات و اخلاق وہی ہیں ان قبائل کی زیادہ تعداد عیسائی تھی شام کی جانب سے قبائل بنو غسان کی طرح بازنطینیوں کے ماتحت تھے۔ مشرق کی جانب کے قبائل بنو تغلب کی طرح ایران کے زیر اقتدار تھے، ان قبائل کا خونی رشتہ ہمسایہ عرب قبائل کے ساتھ قائم تھا، عرب قبائل کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات قائم تھے۔ فرات کے دہانے میں عرب آباد ہو چکے تھے، یہ عرب اپنے دوسرے رشتہ داروں کی بدوی زندگی ترک کر کے کھیتی باڑی میں مصروف ہو چکے تھے، ان حالات کے پیش نظر یہ ایک طبعی بات تھی کہ جب خلیج فارس کے مشرق کے کناروں پر مسلمانوں اور باغیوں میں تصادم ہوتا تو اس کا اثر ان ہمسایہ قبائل پر بھی پڑتا، جو ایران کی رعایا تھے، شمال کی طرف سے جو چھاپے پڑتے تھے وہ بہت جلد اس قسم کی انتقامی صورت اختیار کرلیتے تھے، جیسی کہ آج کل ہندوستان میں انگریزوں اور وسطی ایشیا میں روسیوں کے اقدام نے کر رکھی ہے۔ دجلہ اور فرات کے دو دریاؤں سے سیراب ہونے والی زمین پرانے وقتوں سے سلطنت قائم کرنے والوں کا نشانہ بنی رہی ہے۔ آرمینیہ کے پہاڑوں سے نکل کر ایک طرف دجلہ اور طورس کے پہاڑوں سے نکل کر دوسری طرف فرات خلیج فارس کی طرف بہتے ہیں خلیج میں گرنے سے پہلے دونوں دریا چند سو میل دور آپس میں مل جاتے ہیں۔ اس مقام پر وہ اپنا نام بھی کھو دیتے ہیں، وہ اب شط العرب کا نام پاتے ہیں۔ اس علاقہ کا بالائی حصہ پرانے زمانے میں میسوپوٹیمیا کہلاتا تھا، زیریں حصہ جو سیلابی ہے بابل اور کلدہ کہلاتا تھا۔ عرب اس حصے کو عراق عرب کہتے تھے ان مشہور دریاؤں کے کناروں پر بڑے بڑے شہر آباد رہے ہیں قدیم نینوہ (موجودہ موصل کے قریب) جو اشوری بادشاہوں کی راجدھانی تھی۔ دجلہ کے کنارے پر آباد تھی۔ ایرانی حکمرانوں کا مدائن ازمنہ وسطی کے خلیفوں کا بغداد جو اب ترکی گورنروں کا صدر مقام ہے، دجلہ ہی کے کنارے پر آباد ہوئے۔ فرات کے کناروں پر قدیم بابل، حیرہ، کوفہ (جسے عربوں نے آباد کیا سرکیسیم قدیم سرکیسیم) اور مرقہ آباد تھے۔ دجلہ کے پیچھے زاگروس کے پہاڑوں کے مشرق میں وہ ملک واقع ہے جسے

عرب' عراق عجم کہتے تھے اور جسے ایران کی مرکزیت حاصل تھی' جزیرہ نمائے عرب سے بغاوت کے تمام آثار مٹانے کے بعد خالد بن ولید اور مثنیٰ نے ان حملوں کے انسداد کا کام اپنے ہاتھ میں لیا جو حیرہ کی طرف سے کئے جاتے تھے' کلدہ کی ایرانی گورنر نے سرحد پر عربوں سے لڑائی کی۔ لیکن شدید نقصان اٹھانے کے بعد حیرہ نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

حیرہ پر مسلمانوں کے قابض ہوتے ہی ایرانی حکومت چونک اٹھی۔ اسے وقت کی نزاکت کا پورا پورا احساس تھا۔ ایک توانا اور ابھرتی ہوئی قوت جس کا قومی جذبہ مذہبی جوش کی صورت اختیار کرچکا تھا اب اس کے دروازوں پر قابض ہوچکی تھی۔ اگر ایرانی کم فہم نہ ہوتے تو وہ اپنے اندرونی مورچوں کو مضبوط اور مستحکم کرتے اور اپنی اس سلطنت کی دوبارہ تنظیم کرتے جو گھریلو جھگڑوں کا شکار ہورہی تھی' ہوسکتا تھا کہ ایرانیوں اور عربوں میں کوئی سمجھوتہ ہوجاتا' اس وقت بھی ایرانی سلطنت مضبوط اور دولت مند تھی۔ اس میں موجودہ ایران باختر اور وسطی ایشیا کے چھوٹے چھوٹے قبائلی علاقے شامل تھے' اس سلطنت کی سرحد بھی تاتار اور ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی' عراق اور میسوپوٹیمیا بھی اس میں شامل تھے' کلدہ سے عربوں کو نکالنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج بھیجی گئی۔

تقریباً" اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو ان کی آدھی فوج سمیت بہت جلد شام جانے کے لئے کہا۔ اب دوسرا جرنیل مثنیٰ رضی اللہ عنہ چھوٹی سی فوج کے ساتھ ایرانیوں کی بڑی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے باقی رہ گیا تھا۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہراول دستوں کی پیش قدمی روکتے ہوئے بڑی تیزی سے مدینے کی راہ لی تاکہ مزید کمک بھیجنے کے لئے کہے' لیکن اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوچکا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صرف دو سال چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو اس دنیا سے چل بسے۔ آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ بہت وجیہہ تھے' آپ کا چہرہ دبلا اور بدن چھریرا تھا عمر کے تقاضے سے آپ کی کمر خمیدہ ہوگئی تھی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے قریش پر آپ کو بہت زیادہ اقتدار حاصل تھا' آپ قریش کے بڑے بڑے قاضیوں میں سے تھے' آپ اپنی دولت اور سرداری کے سبب مکہ میں بہت ممتاز تھے' اپنے ہادی کی طرح آپ کی عادات بھی سادہ تھیں' آپ نرم دل مگر مستقل مزاج تھے آپ نے اپنی تمام قوتوں کو نئی مملکت کے نظم و نسق اور لوگوں کی بھلائی پر صرف کیا۔ آپ رات کے وقت کنگالوں اور بے کسوں کی امداد کے لئے مدینہ کے گلی کوچوں میں گھومتے۔ اپنے انتخاب کے

Marfat.com

بعد تھوڑی مدت تک آپ اپنی ذاتی آمدنی سے اپنے اخراجات کی کفالت کرتے رہے۔ چونکہ خلافت کے فرائض کے لئے زیادہ وقت نہیں نکال سکتے تھے' اس لئے آپ نے بیت المال سے چھ ہزار درہم سالانہ لینے منظور کرلئے۔ زندگی کے آخری لمحات میں آپ کو بیت المال سے روپیہ لینے کا اتنا رنج ہوا کہ آپ نے اپنی جائداد کے ایک حصہ کو فروخت کرنے کا حکم دیا تاکہ اس سے وہ رقم بیت المال میں داخل کرائی جاسکے جو آپ وہاں سے لے چکے تھے۔

یہ تھی وہ سادگی اور دیانت جو آنحضرت ﷺ کے ابتدائی عقیدت مندوں کا خاصہ تھی۔

اپنی وفات سے پیشتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا آپ کی جانشینی کو مسلمانوں نے تسلیم کرلیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نامزد کئے جانے سے اسلام کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ آپ بلند اخلاق کے سختی سے پابند تھے' آپ بھی عدل و انصاف کے حامی توانا اور بلند سیرت کے مالک تھے' عرب کے اندرونی نظم و نسق کی نئی تنظیم کے بعد آپ کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ آپ نے مثنیٰ کو کمک بھیجی۔ یہ کمان عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے میدانِ جنگ میں پہنچ کر سارے محاذ کی کمان سنبھال لی۔ مثنیٰ کے مشوروں پر عمل نہ کرتے ہوئے ابوعبیدہ نے ایرانیوں سے ایک ایسے مقام پر لڑائی شروع کردی' جہاں عرب فوج کے لئے مقابلہ کرنے کا کوئی امکان نہ تھا عربوں کو سخت شکست ہوئی' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی لڑائی میں شہیدؓ ہوئے ایرانیوں نے اس فتح سے پھر بھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور آخر کار مثنیٰ کی عسکری قابلیت نے ایرانیوں کو شکست دی' یہ لڑائی فرات کی مغربی شاخ پر ابواب کے مقام پر لڑی گئی۔ مثنیٰ پھر سارے علاقے کو فتح کرکے حیرہ میں داخل ہوا۔

اس دوران میں ایران کے تخت پر ایک نیا بادشاہ بیٹھ چکا تھا۔ وہ نوجوان پرجوش اور من چلا بہادر یزدجرد تھا جو عربوں کو نہ صرف حیرہ سے نکالنے پر تلا ہوا تھا بلکہ وہ ان کے ملک کو بھی فتح کرنے کے لئے منصوبے باندھ چکا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک لاکھ سپاہی جمع کئے۔ مسلم جرنیل کلدہ خالی کرنے کے بعد صحرا کی سرحد پر رک کر مدینہ سے آنے والی کمک کا انتظار کرنے لگا۔

جب مسلمان ایرانی حملے کا انتظار کررہے تھے تو ان کا نامور جرنیل بخار میں مبتلا ہوکر اس دنیا سے رخصتؓ ہوگیا۔ سعد بن ابی وقاص مدینہ سے کمک لے کر پہنچ گئے۔ اب آپ نے سارے محاذ کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مسلمان فوج کی تعداد اب تیس ہزار تھی۔ دونوں فوجوں میں شدید لڑائی ہوئی' یہ لڑائی تین دن تک ہوتی رہی۔ دونوں طرف سے حیرت

Marfat.com

انگیز بہادری کے مظاہرے ہوئے۔ تیسرے دن ایرانی فوج منتشر ہوئی اور اس فوج کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ ان کا جرنیل مارا گیا۔ اور وہ شمال کی طرف بھاگ نکلی' قادسیہ کی جنگ نے کلدہ اور میسو پوٹیمیا کی تقدیر کا فیصلہ کردیا۔ کلدہ پر عربوں کا قبضہ ہوگیا۔ حیرہ کے ان لوگوں کو جنہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی' مزید ٹیکس ادا کرنے کی سزا دی گئی۔

جب حیرہ کے آس پاس کے شہروں اور دیہات نے اطاعت قبول کرلی تو سعد بن ابی وقاص نے بابل کا رخ کیا۔ بابل میں منتشر شدہ ایرانی فوج فیروزان' ہرمزان اور میران کے ماتحت دوبارہ جمع ہو چکی تھی۔ اس فوج کو عربوں نے پھر شکست دی۔ ایرانی لشکر کا شیرازہ ایک بار پھر بکھر گیا۔ میران ایران کے پایہ تخت مدائن کی طرف بھاگ نکلا۔ ہرمزان اپنی حکومت کے صدر مقام اہواز چلاگیا۔ فیروزان نے نہاوند کی راہ لی' جہاں شاہِ ایران کے خزائن تھے۔ جب تک مدائن میں میران اپنی بڑی فوج سمیت ڈیرے ڈالے پڑا تھا' کلدہ پر مستقل قبضہ ناممکن تھا۔ سعد بن ابی وقاص ایرانی راجدھانی کی طرف کوچ کرنے پر مجبور تھے' منصور کے بغداد کی طرح مدائن بھی دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ اس شہر کا مغربی حصہ سلوشیا کہلاتا تھا۔ اس شہر کو سکندر کے مشہور جرنیل سلوکس کے جانشینوں نے آباد کیا تھا' مشرقی حصہ تیفون کہلاتا تھا' جسے ایرانی بادشاہوں نے بسایا تھا دونوں شہروں کو ملا کر اسے مدائن کہتے تھے۔ مدائن میں بادشاہ اور امیروں کے بڑے بڑے محل تھے۔ ان محلوں کو جب عربوں نے پہلی مرتبہ دیکھا ہوگا تو وہ ان سے بہت متاثر ہوئے ہوں گے۔ عربوں نے تھوڑی مدت مدائن کا محاصرہ کیا۔ مدائن نے اپنے دروازے کھول دیئے' اس شہر کی تسخیر کے بعد دجلہ کے تمام مغربی علاقے پر عربوں کا قبضہ ہوگیا' ایرانی شہنشاہوں کے محل میں عرب فوج نے نماز شکرانہ ادا کی جسے صلوٰۃ الظفر کہتے ہیں۔

عراق کے فوجی اور سول حاکم سعد نے مدا۔ن کو اپنا مرکز بنایا۔ عراق میں میسو پوٹیمیا بھی شامل تھا' سعد بن ابی وقاص نے شاہی محل میں سکونت اختیار کی اسی محل میں دفاتر قائم کئے گئے۔ محل کے دیوان میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی تھی مدائن کو اپنا صدر مقام بناکر سعد بن ابی وقاص نے صوبے کا نظم و نسق درست کیا لیکن بہت جلد مسلمان ایک اور لڑائی لڑنے پر مجبور ہوگئے پہاڑوں کے مغرب میں شاہِ ایران حلوان میں مقیم تھا' اس نے اب ایک بڑی فوج کو مدائن فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ مدائن سے تقریباً" پچاس میل شمال مشرق میں جلولہ کے مقام پر دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی' ایرانی فوج نے شدید نقصان اٹھانے کے بعد شکست کھائی' عربوں نے حلوان پر قبضہ کرکے وہاں اپنا ایک دستہ تعینات کردیا' جب حلولہ اور مدائن

Marfat.com

سے مالِ غنیمت مدینے پہنچا تو اسے دیکھ دیکھ کر خلیفہ رو رہے تھے جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے کہا۔ میں اس مال غنیمت میں اپنی قوم کی آئندہ تباہی دیکھ رہا ہوں۔ آپ کا خیال درست تھا کیونکہ عربوں کی فتوحات نے آخرکار انہیں کفایت شعاری' سادگی اور ایثار کی خصوصیات سے محروم کردیا۔ یہی وہ خصوصیات تھیں جو ان کی فتوحات کا سبب بنی ہوئی تھیں۔

حلوان کی فتح کے بعد شاہِ ایران کے ساتھ ایک معاہدہ ہوگیا جس کے مطابق ایرانی اور اسلامی دونوں حکومتوں کی سرحدیں مقرر ہوئیں۔ خلیفہ نے احکام جاری کئے کہ مسلمانوں کو اس سرحد کے پار نہیں جانا چاہئے۔ خلیج فارس کے سرے پر سے لے کر مشرقی سلسلہ کوہ تک اس سے پیشتر بھی عربوں کے قبضے میں آچکا تھا۔ابلہ کی بندرگاہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف اور ان کی مجلس شوریٰ کی دانش مندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تمام قوتیں اس نئے مفتوحہ علاقہ کی فلاح و بہبود پر صرف کردیں اِس صوبے کی ترقی کے لئے اس کے تمام ذرائع اس پر صرف کر دیئے گئے۔ حضرت علی کے مشورے کے مطابق اس صوبے کی مالگذاری سے متعلق پیائش کرائی گئی۔ مالگزاری کی تحقیق از سرِنو ہوئی کسانوں پر ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا گیا۔ انہیں ان کی زمینوں پر قابض کراکے ان کی پوزیشن کو مستحکم کیا گیا' شاہِ ایران نے بڑے بڑے جاگیرداروں پر جو ٹیکس لگا رکھے تھے ان پر نظرثانی کی گئی۔آب پاشی کے لئے نہروں کا جال بچھایا گیا' ضرورت پڑنے پر کاشتکار حکومت سے پیشگی رقم لے سکتے تھے۔ زمین کی فروخت حکماً" بند کردی گئی تاکہ مقامی کسانوں کے حقوق محفوظ رہ سکیں۔ ایرانی حکمرانوں کی شاہی جاگیریں شکار گاہیں' بھاگے ہوئے شنزادوں کے مقبوضات اور ان آتش کدوں کی جائدادیں جن کے پجاری بھاگ گئے تھے سب کی سب حکومتوں کی ملکیت میں داخل کرلی گئیں' اس ملکیت کے نظم و نسق کے لئے مدینہ سے ناظم مقرر کئے جاتے تھے فوج نے اس علاقے اور کلدہ کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے لئے احتجاج کیا لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے مشورہ کے مطابق فوج کے اس مطالبے کو مسترد کردیا' ریاست کی اس ملکیت سے جو آمدنی ہوئی تھی اس میں سے اخراجات وضع کرنے کے بعد تمام رقم کو عرب آباد کاروں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔

لیکن حضرت عمرؓ کا حسن سلوک اور ان کے جرنیلوں کا معتدل رویہ ایرانیوں کے ساتھ ایک تازہ تصادم کو روک نہ سکا' یزدجرد اپنی راجدھانی اور اپنے دو بہترین صوبوں کے

Marfat.com

چھن جانے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس کے گورنر قابو سے باہر تھے' اس کی فوج عربوں سے ایک مرتبہ پھر لڑنے کے لئے شور مچا رہی تھی' اہواز کے گورنر ہرمزان نے عربوں کی بستیوں پر کئی بار حملے کئے تھے' ہر بار شکست کھاتا اور ہر بار صلح کی درخواست کرتا لیکن اولین موقعہ پر وہ معاہدہ توڑ دیتا۔

اسی زمانے میں عراق میں دو نئے شہر آباد کئے گئے تھے' شط العرب کے کنارے پر بصرہ نے ابلہ کی جگہ لے لی' بصرہ عراق کی بندرگاہ بن گیا۔ بصرہ میں شمالی عرب کے قبائل آباد تھے' حیرہ سے تین میل جنوب میں فراط کے مغربی کنارے پر کوفہ میں یمنی نسل کے عرب آباد تھے' مدائن کی آب و ہوا چونکہ صحت کے لئے ضرر رساں تھی اس لئے کوفہ نے مدائن جگہ لے لی۔ دونوں شہروں کو نقشے کے مطابق بسایا گیا' دونوں شہر ایک مربع کی صورت میں تھے جن کے وسط میں مسجد اور گورنر کی رہائش تھی' گلیاں سیدھی اور کشادہ تھیں بازار کشادہ تھے' اور پبلک باغات کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

ایرانیوں کے مسلسل حملوں اور ایرانی بادشاہ کے نئے منصوبوں کے خطرات کو مدّنظر رکھ کر میسو پوٹیمیا کے عربوں نے خلیفہ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا تاکہ خلیفہ سے ایرانیوں کے قلع قمع کی اجازت مل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفد سے دریافت کیا۔ ایرانی فوجیں کیوں بار بار حملہ کرتی ہیں کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ مسلمان ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے برا سلوک کرتے ہیں اور وہ بار بار اپنے معاہدے توڑ کر ہمارے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ وفد کے ارکان نے جواب دیا کہ ان حملوں کا سبب ذمیوں سے کسی قسم کی بدسلوکی نہیں' کیونکہ ہم ان کے ساتھ دیانت اور انصاف کا سلوک کرتے ہیں اس پر خلیفہ نے کہا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے ' کیا ایرانیوں میں ایک شخص بھی دیانتدار نہیں؟ جواب میں وفد کے لیڈر نے کہا۔

"امیرالمومنین آپ نے ہمیں مزید فتوحات سے روک دیا ہے لیکن ایرانیوں کا بادشاہ ان میں رہ کر انہیں بھڑکاتا رہتا ہے' دو حکمران ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ایک کا دوسروں کو باہر نکال دینا ضروری ہے ہم نے ان کے ساتھ برا برتاؤ نہیں کیا لیکن ان کے بادشاہ نے انہیں اکسایا ہے کہ وہ ہمارے خلاف بغاوت کریں' حالانکہ وہ ہماری اطاعت قبول کر چکے ہیں' بغاوت کا یہ سلسلہ یونہی رہے گا' جب تک کہ آپ ہماری اس بندش کو دور نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم ان کے ملک کے اندر داخل نہیں ہو سکتے' ہم صرف اسی صورت میں ان کے بادشاہ کو باہر نکال سکتے ہیں۔ اور صرف اسی ایک صورت میں ان کی امیدوں پر پانی پھیرا جا سکتا ہے۔"

وفد کے لیڈر کے ان خیالات کی تائید ہرمزان نے بھی کی تھی' ہرمزان جنگی قیدی کی

Marfat.com

حیثیت میں مدینے میں لایا گیا' جہاں پہنچ کر اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر واضح ہوگئی کہ مشرق کی طرف فتوحات پر جو پابندی لگادی گئی ہے اسے ہٹا دینا چاہیے۔ ذاتی حفاظت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں تھا کہ ایرانی بادشاہت کو تباہ کردیا جائے' اور ایرانی بادشاہ کی ساری سلطنت پر قبضہ کرلیا جائے۔

ایرانیوں نے اپنے بادشاہ کی آواز پر لبیک کہا وہ صحرا نشینوں کے ساتھ آخری مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سے تیار ہوگئے۔ وہ ان عربوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئے' جنہوں نے ان کے بادشاہ کو اس کی راجدھانی سے نکال دیا تھا اور جنہوں نے اس کے بہترین صوبوں پر قبضہ کرلیا تھا اس آخری لڑائی کے لئے یزدجرد نے جو فوج جمع کی وہ تعداد کے لحاظ سے پہلی تمام افواج سے زیادہ تھی' ایرانیوں کی جنگی تیاری سے مدینے میں جوش و خروش پیدا ہوگیا اور خلیفہ نے سرحد کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ کمک بھیج دی نعمان جو جنوب میں ایرانی حملہ آوروں کی روک تھام کررہا تھا عرب فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ البرز کے دامن میں نہاوند میں جو لڑائی ہوئی اس نے ایشیا کی تقدیر کا فیصلہ کردیا یہ معرکہ فتح الفتوح کہلاتا ہے۔ عربوں اور ایرانیوں میں ایک اور چار کا عددی تناسب تھا۔ ایرانیوں نے شدید نقصان اٹھاکر شکست کھائی۔ ان کا بادشاہ جگہ جگہ بھاگتا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ دادا کی طرح اسے بھی اس کے اپنے ساتھی نے ترکستان کی دور دراز سرحد کے کسی گاؤں میں قتل کردیا' ایران مسلمانوں کے قبضے میں آگیا' میسو پوٹیمیا کی طرح ایران میں بھی خلیفہ نے کسانوں کی زمینوں کو ان کی حفاظت میں دے دیا' کسانوں کو جاگیرداروں کے مظالم سے نجات دلائی گئی۔ ان کے لئے مالیہ کی شرح پر نظرثانی کی گئی' مالیہ کو جائز اصولوں پر مقرر کیا گیا۔ شکستہ بند مرمت کرائے گئے' جاگیرداروں (دہقانوں) کی زمینوں پر ان کا قبضہ بحال رکھا گیا۔ یہ قبضہ ایک مقررہ ٹیکس کے مطابق تھا۔ ہر شخص کو ذوق اور ضمیر کی آزادی تھی' مسلمانوں کو حکماً" لوگوں کے دین میں مداخلت کرنے سے روک دیا گیا' جو لوگ اپنے پرانے دین پر قائم رہے' وہ ذمی کہلائے' تبدیلیٔ دین کے لئے صرف ایک رغبت تھی' اگر اسے رغبت کہا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے لازم تھا کہ انہیں کسی وقت بھی فوجی خدمت کے لئے بلایا جاسکتا تھا' اور ان سے حکومت عشر (دسواں حصہ) وصول کرتی تھی۔ ذمی چونکہ فوجی خدمات سے بری تھے' اس لئے ان سے نسبتاً" زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا تھا' لوگوں کی اکثریت نے بغیر ان طریقوں کے جنہیں آج کل کی بعض قومیں تبدیلیٔ دین کے لئے استعمال کررہی ہیں اسلام قبول کرلیا' ان نومسلمان اور عرب آباد کاروں میں باہمی رشتہ ازدواج قائم ہوگیا' ایرانیوں کی

Marfat.com

بہت سی تعداد کو عربوں کی قبائلی اخوت میں موالی کا نام دے کر شامل کرلیا گیا' ان لوگوں میں سے جنہوں نے خدمات جلیلہ سرانجام دیں' انہیں سرکاری رجسٹروں میں وظیفہ حاصل کرنے والوں کی فہرست میں درج کیا گیا' ایک مدت سے جیسا کہ سکندر مقدونی کے زمانہ میں بھی تھا' پروہت تکلیف اور خطرے کا سرچشمہ بنے ہوئے تھے' یہ پروہت پرانے دین پر قائم رہنے والے لوگوں کو عام طور پر بغاوت کرنے پر اکساتے رہتے تھے ان بغاوتوں کو دباتے وقت دونوں جانب سے زیادتیاں ہوجاتی تھیں۔ مگر مسلمانوں سے شاذ و نادر ہی ایسا ہوا کہ انہوں نے انصاف کا سررشتہ ہاتھ سے چھوڑا ہو۔ عباسی خلیفوں کی دانش مندی اور مصالحانہ روش اور اسلام کی عمومی نشر و اشاعت نے اس سیاسی بے چینی کو ایک وقت پر ختم کردیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہوتے ہی عربوں کو رومیوں سے لڑنا پڑا۔اس زمانے میں میسوپوٹیمیا اور کلدہ کے مغرب کا سارا علاقہ مشرقی رومی سلطنت کا مقبوضہ تھا' عراق کی طرح فلسطین اور شام میں عرب نسل کے لوگ آباد تھے صحرائے شام میں بھی عرب گھومتے رہتے تھے' ان علاقوں کے باشندے اسلامی حکومت کے آئینی حلقہ اثر میں آگئے' اسامہ کی تعزیری مہم نے شام کے عربوں کو مشتعل کردیا تھا'جس کا نتیجہ قدرتی طور پر جوابی حملوں کی صورت میں ظاہر ہوا' اسی اثنا میں رومیوں نے سرحد کے قریب ہی بلقاء کے مقام پر بہت سی فوج جمع کرلی تھی' خلیفہ کے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ رومیوں کی سرکوبی کرتے اور قبائل کو اپنے تسلط میں لے آتے' یہ اقدام آپ کی سلطنت کے مفاد کے لئے ضروری تھا' آپ نے سپاہیوں کے لئے جو اپیل کی اس کا بڑی گرم جوشی سے خیرمقدم کیا گیا' جوں ہی یہ سپاہی مدینے پہنچے' انہیں شمال کی طرف بھیج دیا گیا' میدان جنگ کا تھوڑا سا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عرب جغرافیہ دانوں کے مطابق فلسطین وہ علاقہ ہے جو اس خطہ کے جنوب میں ہے جو کوہ کارمل سے جھیل گیلیلی کے شمالی سرے تک کھینچا جائے' جو ہر دن سے بحیرہ روم کے ساحل تک پھیلا ہوا ہے فلسطین میں رومیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے' قیصریہ سمندر کے کنارے رومیوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اس کے علاوہ جریقو' یروشلم' عسقلان غزہ' اور یافہ میں بھی رومیوں کی قلعہ بند فوج موجود تھی' زغار (قدیم پستاپوس) کا ضلع اور وہ سارا علاقہ جو بحیرہ مرواد کے جنوب میں بحیرہ عرب تک پھیلا ہوا تھا' فلسطین کے تابع فرمان تھا' مندرجہ بالا خط کے شمال میں یرون کا صوبہ تھا جس میں عکہ اور صور کے قلعہ بند شہر تھے فلسطین کے شمال میں وہ خوبصورت اور دلکش ملک واقع تھا۔ جسے رومی شیریا کہتے تھے عرب اس ملک کو برالشام (بائیں طرف کا ملک) یا صرف شام کہتے تھے' اس ملک میں

Marfat.com

دمشق حمص، حلب، انطاکیہ، وغیرہ مشہور تاریخی شہر واقع تھے ان سب شہروں کی حفاظت کے لئے ہر شہر میں رومیوں کی فوج موجود تھی، وادئ یردن کے مشرق اور جھیل گیلیلی کے جنوب میں حوران کی سطوح مرتفع تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے شام میں جو پہلی فوج بھیجی اسے شدید نقصان اٹھاکر پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت ابوبکرؓ کے جوش و خروش میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی، آپ نے ازسرِنو فوج کو مرتب کرنا شروع کیا، نئی فوج چار حصوں میں تقسیم ہوئی، ان چاروں فوجوں کے علیحدہ علیحدہ جرنیل تھے، جنہوں نے مختلف علاقوں میں اپنی سرگرمیوں کو جاری کرنا تھا حمص کے ڈویژن کی کمان حلیم اور رحم دل ابوعبیدہؓ کے سپرد ہوئی آپ کا ہیڈکوارٹر جابیہ میں تھا، آپ کے ڈویژن میں مدنیوں اور صحابیوں کی بڑی تعداد شامل تھی، فلسطین کے ڈویژن کی کمان عمروبن العاص کے ہاتھ میں تھی، آپ مصر کی فتح اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کے سبب مشہور ہیں، دمشق کو جو ڈویژن بھیجاگیا تھا، وہ یزید بن ابوسفیان کی کمان میں تھا، ابوسفیان اسلام کا دشمن تھا، لیکن اب یزید بن ابوسفیان اسلام کے علم تلے لڑرہا تھا۔ یزید بن ابوسفیان کی فوج میں یمنیوں اور تہامہ کے عربوں کی تعداد زیادہ تھی۔ یزید بن ابوسفیان کے ڈویژن میں مکہ کے کئی ایک ایسے مشہور اشخاص شامل تھے، جن میں سے بیشتر فتح مکہ سے پہلے آنحضرت ﷺ کے ساتھ لڑچکے تھے، اب شام کی مالِ غنیمت سے متاثر ہوکر انہوں نے رضاکاروں کی حیثیت سے یزید ابن ابوسفیانؓ کے ڈویژن میں شمولیت اختیار کرلی تھی، یمنیوں، مدنیوں اور تہامیوں میں شدید اختلافات تھے ان اختلافات نے آگے چل کر نمایاں اور واضح صورت اختیار کرلی تھی، چوتھا ڈویژن جو وادئ اردن کی طرف روانہ ہوا تھا، شرجیل کے ماتحت تھا۔ ابوسفیان کے دوسرے بیٹے معاویہ کے ماتحت جنہوں نے آگے چل کر خلافت پر قبضہ کیا تھا ایک ریزرو فوج تھی۔ عمرو بن العاص نے زیرین فلسطین کی طرف بڑھ کر غزہ اور یروشلم کو ہراساں کردیا، اسی اثناء میں ابوعبیدہ، شرجیل اور یزید نے ترتیب کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے بصریٰ اور دمشق کو گھیرے میں لے لیا، عرب جرنیلوں کے پاس جو فوج تھی اس کی مجموعی تعداد پینتیس ہزار تھی۔ یہ فوج اس سلطنت کی قوت اور ذرائع سے بہت کم تھی۔ جس کے خلاف عرب بڑا حملہ کرنے کی تیاری کررہے تھے، قسطنطنیہ کی رومی سلطنت بہت سے صوبوں کے چھن جانے کے باوجود بہت بڑی تھی۔ اس کے ذرائع اس کی دولت اور اس کے سامان جنگ کا کوئی شمار نہیں تھا۔ اس سلطنت میں ایشیائے کوچک کا وسیع و عریض جزیرہ نما شامل تھا، یہ سلطنت تین سمندروں میں گھری ہوئی تھی، اس میں شام، فونیشیہ اور فلسطین کے بڑے بڑے سمندری

Marfat.com

شہر تھے' آس پاس کے ملکوں کا اناج گھر مصر کی ایک سلطنت کی حیثیت تھا۔ ساحل مصر سے اوقیانوس کے کناروں تک کا سارا ساحلی علاقہ جو ایک زمانہ میں کار تھیج اور سیرینیا کی مملکتوں کے لئے مشہور تھا اسی رومی سلطنت میں سمایا ہوا تھا۔

عربوں کے حملے کی روک تھام کے لئے ہرقل حمص پہنچ گیا' حمص میں سے اس نے چار فوجیں عرب جرنیلوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیں' جب عربوں کو رومیوں کے ان ارادوں کا پتہ تو مسلمانوں کے چاروں جرنیلوں نے فوراً" نامہ و پیام کے ذریعہ یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ سب کے سب اپنی اپنی فوجی طاقت کو ایک ہی مقام پر مرکوز کردیں' چنانچہ مسلمانوں کے چاروں ڈویژن اپریل ۶۳۴ء میں جولان میں جمع ہوگئے' یہ مقام دریائے یرموک کے قریب تھا۔ اس پر رومیوں نے ایک بہت بڑی فوج جمع کرلی۔ یرموک ایک غیر معروف دریا ہے جو حوران کی سطح مرتفع سے نکل کر جھیل گیلیلی کے جنوب میں چند میل کے فاصلے پر یردن میں جاگرتا ہے دونوں دریاؤں کے مقام اتصال سے تیس میل اوپر دریائے یرموک نصف دائرے کی صورت میں ایک چکر کاٹتا ہے جس سے اتنا وسیع میدان بن جاتا ہے کہ اس میں ایک پوری فوج سماسکتی ہے۔ رومیوں نے اس مقام کو محفوظ خیال کرتے ہوئے یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ دونوں فوجیں دوماہ تک آمنے سامنے پڑی رہیں' یہاں تک کہ حضرت عمر ؓ نے خالد بن ولید ؓ کو شام کی مہم پر بھیج دیا۔ صحرا کو عبور کرنے کے بعد خالد بن ولید ؓ عرب پہنچ گئے' رومیوں کو ان کے آنے کی اطلاع بعد میں ملی' ہرقل کی فوج میں دولاکھ چالیس ہزار سپاہی تھے۔ عربوں کی فوج چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی آخرکار ۳۰ر اگست ۶۳۴ء کو رومی فوج اپنے خیموں سے باہر نکلی دونوں فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ یرموک کی اس لڑائی میں رومیوں کو شکست ہوئی۔ جنوبی شام پر عربوں کا قبضہ ہوگیا۔ تقریباً" انہی دنوں حضرت ابوبکر ؓ کا انتقال ہوا۔ آپ کے انتقال کی خبر یرموک کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے عرب کیمپ میں پہنچ چکی تھی' لیکن خالد بن ولید ؓ نے اسے جنگ جیت جانے کے بعد ظاہر کیا' حضرت عمر ؓ نے خالد بن ولید کی جگہ ابوعبیدہ کو سالار اعظم مقرر کیا۔ خالد بن ولید نے ایک ماتحت کی حیثیت سے اپنی مہم کو پہلے ہی کی طرح جاری رکھا' ایک ایک کرکے عربوں نے شام کے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کردیا۔ حمص' دمشق' حلب اور دوسرے شہروں نے عرب فوجوں پر اپنے دروازے کھول دیئے' عرب فوج بڑھتے بڑھتے رومیوں کی مشرقی راجدھانی انطاکیہ تک جاپہنچی' اس کی حفاظت کے لئے رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج موجود تھی لیکن عربوں نے ایک مختصر سے محاصرے کے بعد اس شہر پر بھی قبضہ کرلیا' اسی اثنا میں عمرو بن

Marfat.com

العاص ﷜ نے فلسطین میں نمایاں کامیابی حاصل کی، رومیوں نے فلسطین کو بچانے کے لئے ایک بہت بڑی فوج جمع کرلی، جنگ اجنادین میں اس رومی فوج کو شکست دینے کے بعد عربوں نے یروشلم (بیت المقدس) کا محاصرہ کرلیا، چند دن بعد بیت المقدس کے بطریق نے پیغام بھیجا کہ وہ بیت المقدس کو خلیفہ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے حوالے کرنے کو تیار نہیں، حضرت عمر﷜ نے بطریق کی اس شرط کو مان لیا، آپ بغیر کسی شان و شوکت کے صرف ایک غلام کے ہمراہ مدینے سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہو پڑے اور پھر بطریق کے ہمراہ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ حضرت عمر﷜ نے عیسائیوں کے کلیسا میں اس لئے نماز پڑھنے سے انکار کردیا کہ مسلمان اسی بنا پر اس کلیسا کو اپنی عبادت گاہ نہ بنالیں۔ حضرت عمر﷜ نے عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے مکمل مذہبی آزادی کا اعلان کردیا۔

آرمینیہ اور کردستان کے قبائل عراق پر حملے کرتے رہتے تھے، اس لئے ان دونوں ملکوں کو فتح کرلیا گیا، جنوری ۶۳۹ء میں رومیوں نے شام اور فلسطین پر پھر حملہ بول دیا، رومیوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ تھی پھر بھی انہیں شکست ہوئی۔ رومیوں کی شکست کے بعد شام پر عربوں کا پوری طرح سے قبضہ ہوگیا۔ رومیوں نے اپنی سرحدوں کے بہت سے شہروں کو ویران کردیا تاکہ اس سے عربوں کی روک تھام کرسکیں۔ لیکن رومیوں کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی، عرب فوجیں بحیرہ اسود کے کناروں تک پہنچ گئیں۔

عمرو بن العاص ﷜ چار ہزار سپاہیوں کو لے کر مصر میں داخل ہوگئے۔ تین ہفتوں کے اندر اندر عربوں نے بزنطینوں کو مصر سے نکال دیا، رومیوں نے اسکندریہ میں پناہ لی، عربوں نے اسے بھی فتح کرلیا، مصر کی فتح کے بعد عربوں نے مصر کے کسانوں کی حالت کو بہتر بنانے کی طرف توجہ کی، زمین کو کسانوں کے حوالے کردیا گیا، آبپاشی کے لئے اس نہر کو صاف کرایا گیا جو بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کو ملاتی تھی۔ صنعت اور تجارت کو فروغ ہونے لگا۔ یہ بات سراسر غلط ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کو حضرت عمر﷜ کے حکم سے جلادیا گیا تھا، یہ کتب خانے اسکندریہ میں عربوں کے داخل ہونے سے پہلے جولیس سیزر اور تھیوڈوس کے عہد میں جلایا جاچکا تھا۔

۱۸ ہجری میں شمالی عرب اور شام میں طاعون اور قحط کی وجہ سے پچیس ہزار لوگ مرگئے۔ ایک مرتبہ پھر خلیفہ نے جن کی عمر اب ستر سال کی تھی ایک خادم کے ہمراہ شام کا سفر کیا، واپسی پر حضرت عمر﷜ سلطنت کے نظم و نسق میں بہت زیادہ مصروف ہوگئے۔ لیکن ایک قاتل کے حملے نے آپ کو شہید کردیا۔

Marfat.com

آپ کی شہادت سے اسلام کو بہت زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آپ کی شخصیت نہایت موزوں تھی' آپ نے دیوان کے نام سے مالیات کا ایک محکمہ قائم کیا۔ صوبائی حکومتوں کے لئے دستور وضع کیا۔ آپ دراز قامت مضبوط اور خوب صورت تھے۔ سادگی اور کفایت شعاری آپ کا شیوہ تھا' رعایا کا معمولی سے معمولی شخص بھی آپ تک نہایت آسانی سے پہنچ سکتا تھا' آپ رات کے وقت بغیر کسی حفاظتی دستے کے لوگوں کی حالت سے آگاہ ہونے کے لئے مدینے کی گلیوں میں چکر کاٹتے' سبحان اللہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا حکمران کس قدر سادہ طبیعت تھا۔

---

(۱) یہ مصنف کی ذاتی رائے ہے۔ مصنف شیعہ تھا۔ اس لئے اس نے شیعہ نقطۂ نظر سے یہ خیالات ظاہر کئے ہیں جو تاریخی واقعات کے منافی ہیں۔ مسئلہ خلافت پر ہر مؤرخ نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور وہ تمام تقریریں نقل کی ہیں جو ثقیفہ بنوساعدہ میں ہوئیں۔ ان تقریروں پر غور کریں تو کہیں بھی یہ ثابت نہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا فیصلہ کس کے حق میں کیا تھا۔ بلکہ آپ نے اس اہم مسئلہ کا فیصلہ رائے عامہ پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ ثقیفہ بنوساعدہ میں مہاجرین و انصار نے حالات کے مطابق اس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کر کے حضرت ابوبکر ؓ کو اپنا خلیفہ منتخب کرلیا۔ اس طرح ہر قسم کے فتنے اور فسادات پر جو مختلف گوشوں سے جھانک رہے تھے خود بخود دب گئے۔

(۲) یہ معرکہ جسر کہلاتا ہے

(۳) وہ یزدگرد (یزدجرد) تھا وہی پران دخت کی جگہ ایران کا بادشاہ ہوا۔

(۴) یہ جرنیل مثنی ثقفی تھے۔ آپ نے جنگ جسر میں جو زخم کھائے تھے ان سے جانبر نہ ہوسکے جنگ بواب کے بعد فوت ہوگئے۔

(۵) رومیوں کے سیریا میں فلسطین کا بھی ایک حصہ شامل تھا۔

(۶) حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے آپ کو رسول اکرم ﷺ نے امین الامت کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

(۷) ابوسفیان بن حرب نے فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد وہ سارا خاندان ہر جہاد میں شریک ہوتا رہا اور ہر موقعہ پر جان نثاری اور ایثار کے جوہر دکھاتا رہا۔ ان کے ہاتھوں بڑے بڑے کارنامے سرزد ہوئے۔ انہوں نے سچے مسلمانوں کی طرح ان جنگوں میں شرکت کی۔

(۸) یہ اتہام ہے انہوں نے مجاہد کی حیثیت سے ان جنگوں میں شرکت کی ۔ مالِ غنیمت

شرکتِ جہاد کا موجب نہ تھا جن اختلافات کا ذکر مصنف نے کیا ہے اس وقت بالکل مفقود تھے۔
(۹) آپ کا قاتل ایک ایرانی غلام فیروز نامی تھا۔ اس کی کنیت ابولولو تھی۔

Marfat.com

پانچواں باب

خلافت راشدہ
(۲)

حضرت عمرؓ نہایت آسانی سے حضرت علیؓ یا اپنے پاکباز بیٹے عبداللہ المعروف بہ ابن عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کرسکتے تھے' لیکن آپ نے اپنی مخصوص فراست کے پیش نظر خلیفہ کے انتخاب کو مدینہ کے چھ اکابر کے سپرد کردیا آپ نے اپنے پیشرو کی مثال سے ہٹ کر جو نیا راستہ پیدا کیا۔ اس نے آگے چل کر بنوامیّہ کے لئے سازشوں کا موقعہ پیدا کردیا۔ اس وقت مدینہ میں بنوامیّہ کی جماعت بڑی مضبوط تھی' بنوامیّہ مدت سے بنو ہاشم اور آلِ رسول ﷺ کے مخالف چلے آتے تھے' بنوامیّہ کو ان سے نفرت تھی' انہوں نے آنحضرت ﷺ کا بڑی تندی سے پیچھا کیا تھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد ذاتی مفاد کے پیشِ نظر اسلام قبول کرلیا تھا' انہوں نے اسلام کے عروج میں اپنی ذاتی ترقی کو پالیا تھا۔ وہ ان سابقوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے' جو خلافت کی مجلس مشاورت میں شریک تھے اور جو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر متعین تھے' ان بزرگ ہستیوں کی پاک اور سادہ زندگیاں بنوامیّہ کی خودغرضیوں اور جاہ طلبیوں کی راہ میں رکاوٹ تھیں' انہوں نے نہایت آسانی سے ان بدوی قبائل کو اپنے ساتھ ملالیا جو رشتے میں ان سے ملتے تھے۔ ان کی سازش نے حضرت علیؓ کو خلافت سے دور رکھا۔ تین دن کی متواتر بحث اور تمحیص کے بعد منتخب کرنے والوں نے حضرت عثمانؓ ابن عفان کو خلیفہ مقرر کیا' آپ بنوامیّہ میں سے تھے' حضرت عثمان اگرچہ پاکباز نیک دل اور دیانت دار تھے' لیکن آپ اتنے بوڑھے اور معمر تھے کہ آپ حکومت کے کاروبار کو نہیں سنبھال سکتے تھے' آپ بہت جلد اپنے خاندان کے اثر میں آگئے' حکومت کے سارے کام کاج میں آپ کو اپنے سیکرٹری مروان پر بھروسہ کرنا پڑتا تھا بنوامیہ میں مروان سب سے زیادہ بے

Marfat.com

اصول تھا' آنحضرت ﷺ نے مروان کو ایک مرتبہ عہد شکنی کرنے پر مکے سے خارج کردیا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہوتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بنوہاشم اور بنواُمیّہ میں ایک ایسی خاندانی لڑائی کا آغاز ہوا جو سو سال سے زیادہ مدت تک جاری رہی۔ آپ کے عہد میں صرف یہی واقعہ ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی نے اکھڑ عربوں کو متحد کردیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی نے ان عربوں کو منضبط کردیا تھا۔ لیکن اب ان عربوں نے قریش کے غلبہ کے خلاف ابھرنا شروع کیا۔ عرب کے مختلف حصوں میں بغاوت کے بیج بوئے جانے لگے۔ پرانی رقابت کی آگ جو تقریباً'' بجھ چکی تھی' پھر سے سلگنی شروع ہوئی۔ اس سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ بیشتر عہدیداروں کو معزول کرکے ان کی جگہ اپنے خاندان کے ناتجربہ کار لوگوں کو مقرر کردیا' آپ کے عہد حکومت کے ابتدائی چھ سال میں لوگ اگرچہ ان نئے عہدیداروں کی سختیوں تلے دبے ہوئے تھے' پھر بھی وہ خاموش رہے' عرب کے آس پاس کے صوبوں میں عربوں کو چونکہ مشترکہ دشمن کا سامنا تھا' اس لئے عربوں کی فوجیں ان علاقوں میں مصروف رہیں' ماوراالنہر میں ترکوں کی شورش بلخ کی فتح کا سبب بنی' عربوں نے اسی طرح ہرات' کابل اور غزنی کو فتح کیا' جنوبی ایران کی بغاوتوں کی وجہ سے کرمان اور سیستان پر قبضہ کرلیا۔ نئے مفتوحہ ملکوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی اختیار کی جاتی' ان ملکوں کے فتح ہوتے ہی ان ملکوں کی ترقی کے لئے تمام ذرائع صرف کردیئے جاتے' نہریں کھدائی جاتیں' سڑکیں بنوائی جاتیں' میوے دار درخت لگوائے جاتے' پولیس کی تنظیم کے ذریعہ تجارت کو فروغ دیا جاتا۔ شمال کی طرف سے بزنطینی حملوں کے سبب عربوں کو بحیرۂ اسود کے اس علاقے کی طرف بڑھنا پڑا' جسے آج کل ایشیائے کوچک کہا جاتا ہے' افریقہ میں طرابلس اور برقہ پر قبضہ ہوا۔ بحیرہ روم میں جزیرۂ قبرص پر قبضہ کیا گیا' رومیوں نے مصر کے دوبارہ فتح کرنے کے لئے جو جنگی بیڑا روانہ کیا تھا اسے اسکندریہ کے قریب تباہ کردیا گیا۔

جب دور دراز علاقوں میں اسلام کو اس طرح کامیابی نصیب ہورہی تھی تو مدینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرب قوم کی ذہنی ترقی کی بنیاد رکھی' مدینے کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فلسفہ' منطق' تاریخ اور فقہ پر لیکچر دیتے۔ آپ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی مختلف علوم پر تقریریں کرتے تھے' مدینے میں اس علمی تحریک کی بنیاد رکھی گئی' جس نے آگے چل کر بغداد میں شاندار صورت اختیار کرلی۔

Marfat.com

اسی اثنا میں بعض گورنروں کی ناروا سختیوں کی خبریں مدینے میں پہنچ رہی تھیں۔ آخرکار مختلف وفد اپنی اپنی شکایات لے کر مدینے پہنچ گئے۔ ان کی تسلی ہوجانے کے بعد وہ واپس چلے گئے، راہ میں انہوں نے مروان کا ایک خط دیکھ لیا، جس پر خلیفہ کی بھی مہر لگی ہوئی تھی اور جس میں صوبائی گورنروں کو یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے وفد کے سردار کو قتل کردیں، اس پر وفد کے ارکان نے مدینے پہنچ کر حضرت عثمان ؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ مروان کو ارکانِ وفد کے حوالے کردیں۔ بعض امویوں نے بھی اس مطالبہ کی حمایت کی تھی۔ حضرت عثمان ؓ نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کردیا، اس پر ارکانِ وفد نے حضرت عثمان ؓ کو ان کے گھر میں محصور کرلیا، اس مصیبت کے گھڑی میں امویوں نے خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ شام کی طرف چل دیئے، لیکن حضرت علی ؓ اور ان کے بیٹوں نے حضرت عثمان ؓ کی حفاظت کی۔ آخرکار وہ محاصرین دیوار پھاند کر اندر داخل ہوگئے، انہوں نے حضرت عثمان ؓ کو شہید کردیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر بیاسی سال تھی، آپ اپنی پاکیزہ سیرت کے سبب بہت مشہور[2] تھے۔

حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد ۲۳؍ جون ۶۵۶ء کو حضرت علی ؓ بغیر کسی مخالفت کے خلیفہ مقرر ہوگئے، آپ پچھلے تین خلیفوں کے عہد میں خلافت کی مجلس مشاورت کے ممتاز رکن تھے، حضرت عمر ؓ کے عہد میں جتنے بڑے بڑے انتظامی کام کئے تھے، ان سب میں حضرت علی ؓ کے مشورے شامل تھے جب حضرت عمر ؓ بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے تھے تو آپ نے مدینے میں حضرت علی ؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، خلیفہ منتخب ہوتے ہی آپ نے مسجد نبوی میں بیعت لی، بیعت لینے کے بعد آپ نے ان گورنروں کی معزولی کا حکم صادر کیا، جن کے متعلق حضرت عثمان ؓ کے عہد میں شکایات موصول ہوچکی تھیں، اس حکم سے وہ لوگ ناراض ہوگئے، جو اپنے عہدوں سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچارہے تھے بعض گورنروں نے اس حکم کو مان لیا اور بعض نے اس حکم کے خلاف بغاوت کردی، شام کے گورنر معاویہ بن ابوسفیان نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا۔ اسی اثنا میں طلحہ اور زبیر مکہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے۔ جنگ جمل میں طلحہ اور زبیر کی موت کے بعد حضرت عائشہ کو پورے احترام کے ساتھ مدینے پہنچادیا گیا۔ اب حضرت علی ؓ نے شام کی طرف توجہ کی۔ صفین میں لڑائی ہوئی۔ شامی فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ عمرو بن العاص کے مشورہ پر شامی فوج نے اپنے نیزوں پر قرآن کے اوراق لٹکائے ہوئے الاماں! الاماں! کا نعرہ بلند کیا، لڑائی بند ہوگئی۔ سارا معاملہ ثالثوں کے سپرد کردیا گیا،

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری اور والئے شام کی طرف سے عمرو بن العاص ثالث مقرر کئے گئے' عمرو بن العاص نے بڑی ہوشیاری سے اپنا فیصلہ صادر کروالیا۔ اب حضرت علی کوفہ کی طرف چل دیئے'۔ وہ لوگ جو کل تک ثالث مقرر کئے جانے کے حق میں تھے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوگئے۔ انہوں نے بغاوت کردی۔ اس بغاوت میں شامل ہونے والے خارجی کہلاتے ہیں۔ ۲۷ر جنوری ۶۶۱ء میں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے شہید کردیئے گئے۔

آپ کی شہادت پر خلافت راشدہ کا دور ختم ہوتا ہے۔

---

(۱) یہ مصنف کے ذاتی عقائد اور خیالات ہیں انہیں حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ جس فتنہ کی جانب وہ اشارہ کررہے ہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے چھ برس بعد پیدا ہوا۔ خلیفہ کے انتخاب کے وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دیگر صحابہ نے پوری پوری غیرجانبداری سے کام لیا۔ ہر ممکن ذریعہ سے رائے عامہ دریافت کی اور اس کا احترام کیا چونکہ رائے عامہ حضرت عثمان کے ساتھ تھی اس لئے آپ خلیفہ ہوگئے۔

(۲) یہ فتنہ جس کا شکار ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ایک شخص عبداللہ بن سبا کا پیدا کیا ہوا تھا وہ یمن کا یہودی تھا۔اس نے بظاہر اسلام قبول کیا اور باطن میں یہودی ہی رہا اور وہ بہت چالاک منفی اور ہوشیار تھا۔ اس نے عام لوگوں میں اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر شہرت حاصل کی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مسلمانوں اور اسلامی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی۔ مصر' شام' بصرہ اور کوفہ کا سفر کرکے ساتھی پیدا کئے مگر مدینہ منورہ جو اسلام کا دل اور دنیائے اسلام کا مرکز تھا وہاں سے اسے فقط محمد بن ابوبکر اور محمد بن ابی حذیفہ کے سوا تیسرا ساتھی میسر نہ آیا۔ یہ بھی اس لئے اس کے ساتھ ہولئے کہ وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح والئ مصر سے لڑکر مدینہ منورہ آئے تھے وگرنہ تمام صحابی اس جماعت کی سرگرمیوں کو پسند نہ کرتے تھے۔

اس جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا کہ وہ بنوامیّہ کو بیت المال سے بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں۔ یہ الزام تحقیقات پر غلط ثابت ہوا۔ آپ بڑے صاحبِ ثروت تھے بیشمار دولت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کی مدد اپنے ذاتی مال و دولت سے کی۔ آپ کا ابرکرم ابتدائے اسلام سے برس رہا تھا اور ہر موقعہ پر آپ کا مال مسلمانوں کے کام آیا۔ اگر آپ نے اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کی مدد کی تو آپ ایسا کرنے کا حق رکھتے تھے۔ ذاتی مال و دولت

Marfat.com

آپ جہاں چاہتے صرف کرسکتے تھے۔اس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہ تھا۔ اس جماعت نے یہ الزام بھی لگایا اور اسے شہرت دی کہ آپ نے خلافت کے تمام بڑے بڑے عہدے قریش کو دے رکھے ہیں۔ حالانکہ اسلامی فتوحات میں نومسلم بدوؤں اور غیر عرب قوموں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ یہ الزام بھی غلط تھا قریش میں سے فقط ان لوگوں کو عہدے ملے جو صاحبِ تدبیر و سیاست تھے حکومت کے اہل تھے اور اسلام کی خدمت میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کرچکے تھے۔ ان کا قدیم الاسلام ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحابیت وہ امتیازی خوبیاں ہیں جو انہیں دوسروں سے ممتاز کردیتی ہیں۔ محض بہادر ہونا ہی اہلیت کی دلیل نہیں علاوہ ازیں قریش میں سے جو لوگ قابل اور خاص لیاقت کے مالک تھے ان کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھایا گیا اور جس عہدے کے وہ لائق ہوتے انہیں دے دیا جاتا تھا۔ تیسرا الزام یہ تھا کہ آپ نے اپنے گورنروں کے خلاف شکایات سننا گوارا نہ کیں اور اگر شکایات آپ تک پہنچائی گئیں تو آپ نے ان پر کسی قسم کی کارروائی نہ کی اس کی وجہ یہ بتلاتے تھے کہ اکثر گورنر آپ کے رشتہ دار تھے۔ یہ الزام آپ کے آخری ایام خلافت کے متعلق تھا۔ جب اس الزام کے ہر پہلو پر غور کیا جاتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ الزام مسلمانوں کو خلافت اور خلیفہ سے بدگمان کرنے' ان میں بغاوت کا جذبہ' بددلی اور افتراق پیدا کرنے کے لئے تراشا گیا تھا۔ آپ نے ہمیشہ لوگوں کی شکایات کو گورنروں کے بارے میں سنا' ان کی تحقیقات کی اور معمولی معمولی شکایات پر انہیں تبدیل کیا۔ ولید بن عتبہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' سعید ابن العاص' ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص کو عوام کی معمولی معمولی شکایات پر تبدیل کیا۔ بلکہ ولید بن عتبہ پر اہلِ کوفہ نے شراب خوری کا الزام لگایا۔ گواہ اسے ثابت نہ کرسکے۔ پھر بھی شک کی بنا پر حضرت عثمان نے ان پر حد جاری کی۔

اس کے علاوہ آپ نے ۳۴ء میں اعلان کیا کہ اب کے حج کے موقعہ پر تمام گورنر حاضر ہوں اور وہ لوگ جنہیں ان کے خلاف کسی قسم کی شکایت ہو وہ بھی اس موقعہ پر آئیں تاکہ شکایات کا ازالہ موقعہ پر ہو مگر بار بار کے اعلان کے باوجود حج کے موقعہ پر کوئی حاضر نہ ہوا۔ جس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ کسی گورنروں کے خلاف شکایت نہ تھی۔ البتہ عبداللہ ابن سبا اور اس کی جماعت اس کی آڑ لے کر خلافت کو تباہ اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کرکے انہیں برباد کرنا چاہتی تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کبھی رشتہ داری کو عہدوں کی تقسیم کے وقت پیش نظر نہ رکھا۔ وہ لیاقت' قابلیت اور خدماتِ اسلام کی بنا پر عہدے تقسیم کیا کرتے تھے اور یہ بھی دیکھ لیتے تھے کہ وہ شخص اس عہدہ پر کامیاب بھی ہوگا یا نہیں۔ اگر آپ کے رشتہ داروں میں اہلیت ہو اور انہیں عہدے دے دیئے جائیں تو اس میں حضرت عثمان پر الزام لگاکر انہیں بدنام کرنا بے ایمانی اور

Marfat.com

بددیانتی ہے۔ مگر سبائی جماعت اس پر تلی ہوئی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلافت چھین لے، نظامِ خلافت کو درہم برہم کردے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے جائز و ناجائز کی تمیز اڑادی، جھوٹ کو سچ کی جگہ دی۔

ابن سبا نے یہ بھی تبلیغ کی کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے آنحضرت کے وصی حضرت علی کرم اللہ ہیں۔ خلافت ان کا حق ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حق غصب کرلیا ہے۔ یہ ان سے چھین کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلانا چاہئے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی اور کے حامی ہوں یا نہ ہوں کم از کم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی اور سچ کے پیروکار تھے مگر جب یہ لوگ مدینہ سے رخصت ہوکر اپنے اپنے علاقوں کو واپس جاتے ہوئے دوبارہ ایک سوچی سمجھی ہوئی تجویز کے ماتحت جعلی خط کا بہانہ بناکر واپس مدینہ آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ہرچند سمجھایا اور فتنہ انگیزی سے روکا اور واپس جانے کو کہا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے گناہی کا یقین ہوچکا تھا تو ان لوگوں نے آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا حکم ماننے سے صاف انکار کردیا۔ مدینہ منورہ میں فتنہ و فساد پیدا کیا اور آخرکار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ہی دیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس گروہ کی غایت اولیٰ مسلمانوں کو برباد کرنا تھا۔ وہ اصلاح کے طالب نہ تھے نہ ہی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی اور خیرخواہ تھے وہ آپ کا نام محض اپنی مطلب برآری کے لئے استعمال کررہے تھے ورنہ وہ ان کے بھی اتنے ہی دشمن تھے جتنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخ اسلام کا ایک دردناک واقعہ ہے اس کی بدولت مسلمانوں کا اجتماعی نظام درہم برہم ہوگیا اور لامرکزیت نے اس کی جگہ لے لی اور ایک ایسے فتنے کا دروازہ کھل گیا جس کا اثر روزبروز بڑھتا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مظلومی میں کسے شک و شبہ ہوسکتا ہے مگر حقیقت تو یوں ہے کہ اگر حلمِ عثمانی کی بجائے صولتِ فاروقی کارفرما ہوتی تو حالات بالکل دگرگوں ہوتے۔ یہ فتنہ ابتدا میں ہی دب جاتا۔ اور عبداللہ بن سبا کی سازش اور اس کی ریشہ دوانیاں ہرگز کامیاب نہ ہوتیں۔ بدنفس عراقی، بدباطن مصری خلافت کے خلافت قدم اٹھانے کی جرأت نہ کرتے۔ حرمِ نبوی کی تقدیس و تحریم کا خیال کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا خیال تک ذہن میں نہ لاتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جان دے دی مگر فتنہ برپا ہونے کے اندیشہ سے ان بدباطن باغیوں کے خلاف تلوار نکالنے کی اجازت نہ دی۔ حالانکہ ہر جان نثار بار بار عرض کرتا کہ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم انہیں بزورِ شمشیر یہاں سے بھگادیں۔ مگر آپ نے حکم نہ دیا آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا

اور جس کے تصوّر سے آج بھی ہر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور دل لرز جاتے ہیں۔ معصوم و مظلوم خلیفہ کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے بڑی بے دردی سے شہید کردیا گیا۔ ان کی نعش مبارک دو دن تک بے گورو کفن پڑی رہی ۔ تیسرے دن چند آدمیوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر انہیں سپرد خاک کیا۔

Marfat.com

چھٹا باب

خلافتِ راشدہ پر تبصرہ

مدینے میں آنحضرت ﷺ کی دہ سالہ زندگی میں باہمی لڑمرنے والے قبیلوں اور خاندانوں کو ایک بہت بڑے عقیدے کے ماتحت ایک قوم بنادیا گیا تھا' اس تھوڑی سی مدت کا یہ کام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لئے ایک حیرت انگیز کارنامے کی صورت میں ثبت رہے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جن قبیلوں پر قابو پایا جاچکا تھا انہوں نے اپنی زندگی کی طرف پلٹ جانے کی کوشش کی' اس کے بعد ہم نیل کی طغیانی کا سماں دیکھتے رہے! لیکن جہاں کہیں یہ سیلاب گزر جاتا ہے وہ زمین کو شاداب اور سرسبز بنادیتا ہے۔عربوں کے اس سیلاب نے جو زیادہ تر ہمسایہ قوموں کی دشمنی کی وجہ سے اُمڈ پڑا تھا ملکوں اور قوموں پر اسی قسم کا اثر کیا' خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دور میں عربوں میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوگئی تھی' بڑے بڑے شہروں کو خوبصورت عمارتوں سے آراستہ کیا جاتا رہا' تن آسانی پیدا ہورہی تھی۔ وہ نظام جو جزیرہ نما میں رائج تھا' اسے مفتوحہ ممالک میں بھی رائج کیا جارہا تھا' ایرانی ترک اور یونانی جو مسلمان ہوجاتے تھے'وہ کسی نہ کسی عرب قبیلے یا خاندان کے حلیف (موالی) بن جاتے تھے اس طرح یہ موالی اپنی طاقت اور اپنے اقتدار میں اضافہ کرلیتے تھے'اگرچہ سب عربوں پر ایک مرکزی دینی عقیدہ غالب تھا' لیکن ان کی آمیزش نے کبھی مکمّل صورت اختیار نہیں کی تھی اس لئے ہم خلافت راشدہ کے دور کے اختتام پر مملکت اسلام کو دو جماعتوں میں بٹا ہوا دیکھتے ہیں' آنحضرت ﷺ کے زمانے سے پہلے کے مکّہ کی طرح ایک جماعت بنوہاشم کی طرف دار تھی اور دوسری جماعت بنوہاشم کے شدید دشمنوں بنوامیہ کی حامی تھی' عمرو بن العاص کے طرزِ عمل نے اسلام میں ناقابل تلافی شگاف پیدا کردیا تھا' جس کا نتیجہ حمیریوں اور مضریوں کی صورت میں ظاہر ہوا' اسلام میں اس وقت مذہبی فرقہ بندی نہیں ہوئی تھی' خوارج بھی صرف بیعت کے مسئلہ میں اختلاف کرتے تھے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کسی خلیفہ کے قائل نہیں تھے۔

خلیفہ حکومت کا سب سے بڑا سردار ہوتا تھا' اس کی مدد کے لئے ایک مجلس مشاورت

تھی، جس کے ارکان صحابہ رسول میں سے تھے، اس مجلس مشاورت کے اجلاس مسجدِ نبوی میں ہوا کرتے تھے، مجلسِ مشاورت کو اکثر مدینے کے اکابر اور بدوی سرداروں کی اعانت حاصل ہوتی تھی، کئی ایک صحابیوں کے سپرد حکومت کے بڑے بڑے فرائض تھے، مثال کے طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد عدل اور زکوٰۃ کی تقسیم تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد مراسلت اور جنگی قیدیوں کی نگہداشت اور ان سے متعلق زر فدیہ کے کام تھے، ایک دوسرے صحابی فوجی سامان کی تیاری کے محکمہ کے نگران تھے، اسی طرح نظم و نسق کے ہر شعبہ کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی، لیکن کسی مسئلہ کا مشاورت کے بغیر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دورِ حکومت کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی حکمتِ عملی جاری تھی۔ یہ حکمتِ عملی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بعد بھی قائم رہی۔ آپ کی حکمتِ عملی کا مقصد عربوں کو متحد کرنا اور عرب قبائل کو ایک قوم بنانا تھا۔ حالات سے مجبور ہوکر آپ نے غیر ملکی فتوحات کیں لیکن آپ کی یہ بہت بڑی خواہش تھی کہ غیرملکوں میں مقیم ہوکر عرب اپنی قومیت کو نہ کھودیں اور وہ دوسرے ملکوں کے باشندوں میں مدغم نہ ہوجائیں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند سال اور زندہ رہتے تو آپ عربوں میں یکسانیت پیدا کردیتے اور اس طرح آپ ان خانہ جنگیوں کا تدارک کردیتے جنہوں نے بعد میں اسلام کو نقصان پہنچایا۔

آپ کی حکمت عملی کے بعض پہلو خاص توجہ کے قابل ہیں، آپ نے سب سے پہلے عرب سے تمام مخالف اور دشمن عناصر کو خارج کردیا، اپنی مملکت کو خاص اسلامی مملکت بنانے کے لئے آپ نے اپنی سلطنت کو بڑھانے سے گریز کیا۔

آپ نے اس دوراندیشی کے پیش نظر جو آنے والے حکمرانوں میں مفقود تھی اپنی مملکت کے استحکام اور اسی کی ترقی کا انحصار زرعی طبقوں پر رکھا، اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے مفتوحہ ملکوں میں زرعی اراضی کی فروخت ممنوع قرار دے دی، صوبوں کو غیرملکی عناصر کے اثرات سے بچانے کے لئے آپ نے مفتوحہ ملکوں کی اراضی کی خرید کو عربوں کے لئے ممنوع قرار دیا، اس طرح کاشتکاروں اور زمینداروں کے حقوق محفوظ ہوگئے۔ ان قوانین کے بنانے میں غالباً" آپ کا یہ منشا تھا کہ عربی نسل کو غیرعربوں کی آمیزش سے بچایا جائے، اس قسم کا منشا تاریخ کے قدیم اور جدید ادوار میں کوئی نیا نہیں ہے، آپ نے عربوں کو جو حقوق دیئے تھے، اس کا یہ منشا ہرگز نہیں تھا کہ رنگ، نسل یا قومیت، اخوت کی راہ میں حائل ہوسکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی۔ بہت سے

Marfat.com

غیرعرب قبیلوں کو عرب قبیلوں میں مدغم کردیا' اس حکمت پر بعد میں آنے والے تقریباً" تمام خلیفوں نے عمل کیا۔ اس طرح بہت سے ایرانی قبیلے اپنا مذہب تبدیل کئے بغیر عرب خاندانوں کے موالی بن گئے اسی طرح شام اور مصر کے بہت سے عیسائی قبائل اور افریقہ کے کئی ایک بربری قبائل عرب قبیلوں کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ اسلام کے بنیادی اصول ایسی جمہوریت پر مبنی ہیں جس میں سوشلزم کا ہلکا سا رنگ پایا جاتا ہے۔ امیر اور غریب سب لوگ اللہ کی نظر میں ایک ہیں اور حکمران لوگوں کو بدامنی سے بچانے کے لئے اللہ کے نائب ہیں۔ مملکت کا مالیہ خلیفہ کی دولت بڑھانے پر صرف نہیں ہوتا تھا' بلکہ وہ عوام کی بہتری پر خرچ کیا جاتا تھا' امیروں سے زکوٰۃ اس لئے لی جاتی تھی تاکہ اس سے غریبوں کی امداد کی جائے' سخاوت اور صدقات کو بھی ایک آئینی صورت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے ابتدائی ایام میں بیت المال کے لئے نہ کوئی سپاہ مقرر تھی اور نہ حساب کتاب کے لئے رجسٹروں کی ضرورت تھی' عشر (کسی چیز کا دسواں حصہ جو بطور محصول لیاجائے) کو براہ راست غریبوں میں بانٹ دیا جاتا ہے یا اسے ان فوجوں کی اسلحہ بندی پر صرف کیا جاتا تھا جو مملکت کی حفاظت کے لئے مقرر تھیں۔ مالِ غنیمت میں سب برابر کے شریک ہوتے تھے' جوان' بوڑھے' عورت' مرد غلام اور آزاد سب کے لئے مساوی حصہ ہوتا تھا' آگے چل کر جب یہ تقسیم قابو سے باہر ہوگئی تو ایک مقررہ روزینہ دیا جانے لگا' ایک درجہ وار شرح کے مطابق ساری قوم میں وظائف کی صورت میں مالیہ تقسیم ہونے لگا' یہ وظائف صرف مسلمانوں ہی کو نہیں ملتے تھے بلکہ بعض ذمیوں کو ان کی وفاداری اور ان کی خدمات کے صلے میں بھی ملتے تھے۔

اراضی کی ملکیت کی مزید تقسیم کو نہ آنحضرت ﷺ نے رائج کیا اور نہ ان کے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیونکہ اس تقسیم سے خاندان آخرکار محتاج ہوجاتے ہیں۔ اس قسم کے مواقعہ کی پیش بندی کے لئے مدینوں کی اراضی کو وقف کے ذریعہ مزید تقسیم سے بچایا گیا اور اسی مقصد کے پیش نظر مفتوحہ ملکوں کی پبلک اراضی سپاہیوں میں تقسیم کئے جانے کی نسبت مملکت بنائی گئی' اس کی آمدنی میں سے اخراجات منہا کرنے کے بعد باقی رقم ان لوگوں میں تقسیم کردی جاتی تھی جو اس کے حقدار ہوتے تھے۔

بدقسمتی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اپنے جلیل القدر پیشروؤں کی حکمتِ عملی کے خلاف قدم اٹھایا' آپ نے نہ صرف ان قابل اور موزوں گورنروں کو ہٹادیا جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا بلکہ اپنے اقارب کے مطالبات پورے کرنے کے لیے نئے

Marfat.com

سرے سے عہدوں کی تقسیم کی' ریاست کی مملکت کو جو پبلک کی ملکیت تھی اپنے مشیروں کے کہنے پر اپنے قبیلے کے لوگوں میں بانٹ دیا' اس طرح امیر معاویہ نے سارے شام اور میسوپوٹیمیا کے تھوڑے حصہ کی پبلک اراضی پر قبضہ کرلیا۔ اسی طرح سواد کو جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکومت کے لئے محفوظ کررکھا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ کے ایک خاندان کو دے دیا۔ بیت المال کو جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک قومی امانت تھی اپنے منظورِ نظر لوگوں کے لئے بارہا خالی کیا گیا۔ صوبوں کی دولت سے اموی مالدار بن گئے۔ اسی دولت نے انہیں سیاسی کش مکش میں امداد دی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مراعات کو واپس لے لیا اور ان کی جگہ ایسے قواعد نافذ کئے جو آپ کے پیشرؤوں سے بالکل مختلف تھے' آپ نے زمین کی فروخت کی اجازت دے دی' آپ نے سب سے پہلے فوجی جاگیریں قائم کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نظم و نسق سابقہ نظم کے نتائج کی خانہ جنگیوں کے باعث بے چینی میں گزرا۔ لیکن آپ نے جہاں کہیں آپ کا اختیار تھا بہت سے نئے مقرر شدہ گورنروں کو ہٹاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی اختیار کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے دفتروں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک محافظ خانہ بنوایا' آپ نے حاجب کا عہدہ قائم کیا' صاحب شرط کا نیا عہدہ بھی قائم کیا گیا' پولیس کے نئے سرے سے تنظیم کی گئی' ان کے فرائض منضبط کئے گئے۔

فتح مکہ اور جزیرہ نمائے عرب کے مطیع ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بڑے بڑے شہروں اور صوبوں کے لئے گورنر مقرر کئے جنہیں امیر کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس خطاب کو جاری رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام کے سیاسی نظم و نسق کا بانی کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے مفتوحہ ممالک کو امارات میں تقسیم کیا تاکہ ان کے نائبین کو اس قابل بنایا جاسکے کہ وہ اپنے اپنے ملکوں کے ذرائع کو ان ملکوں کی بہتری کے لئے صرف کریں۔ اہواز اور بحرین کو ملاکر ایک صوبہ بنایا گیا' سیستان' مکران اور کرمان کو ملاکر ایک دوسرا صوبہ بنایا گیا۔ طبرستان اور خراسان علیحدہ علیحدہ صوبے رہے۔ جنوبی ایران تین گورنروں کے ماتحت تھا' عراق کے لئے دو گورنر مقرر تھے ایک کا صدر مقام کوفہ تھا' اور دوسرے کا بصرہ' اسی طرح سے شام کے بھی دو گورنر تھے۔ شمالی اضلاع کے کے گورنر کا صدر مقام حمص تھا اور جنوبی حصے کے والی کا صدر مقام دمشق تھا' فلسطین ایک علیحدہ گورنر کے ماتحت تھا' افریقہ میں تین گورنر تھے ایک صوبہ بالائی مصر تھا' دوسرا صوبہ مصر خاص تیسرا صوبہ صحرائے لیبیا کے پار کے علاقے پر مشتمل تھا۔ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیاگیا تھا' چھوٹے چھوٹے صوبوں کے

Marfat.com

گورنر والی یا نائب کہلاتے تھے' بہت سے مقامات پر گورنر نماز میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا اور جمعہ کا خطبہ پڑھتا جو عام طور پر ایک سیاسی منشور ہوتا تھا۔ فلسطین' دمشق' حمص اور قنسرین کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانے اور عدل کرنے کے لئے خاص قاضی مقرر کئے تھے۔ مالیہ کے آمد و خرچ کے لئے آپ نے فنانس کا ایک محکمہ قائم کیا جو دیوان کہلاتا تھا' ہر صوبے کے مالیہ کے اخراجات کی پہلی مد اس صوبے کے نظم و نسق پر مشتمل تھی' دوسری مد فوجی خدمات تھی' زائد رقم قوم کی اعانت پر خرچ کی جاتی تھی' اس رقم میں مقررہ شرح کے مطابق ساری عرب قوم کے افراد اور ان کے موالی شریک ہوتے تھے'مفتوحہ ملکوں کے کسانوں کی حالت کو بہتر بنانے اور ان کی تجارت کو فروغ دینے پر خاص توجہ کی جاتی تھی' اس مقصد کے لئے مصر شام' عراق اور جنوبی ایران کے کھیتوں کی پیمائش کی گئی' لگان کو یکساں اصولوں پر مقرر کیا گیا' اس عظیم الشان پیمائش کے ریکارڈ سے ایک ایسی فہرست تیار ہوگئی جس نے ملکوں کا رقبہ' بیج پہنچانے کے علاوہ زمین کی خاصیت پیداوار کی ماہیئت اور پٹے کی حیثیت وغیرہ کو بھی پیش کردیا' بابل میں نہروں کا ایک جال بچھایا گیا' دجلہ اور فرات کی پشتہ بندی' جسے ایرانی بادشاہوں نے نظرانداز کردیا تھا' از سرِنو کرائی گئی۔ اس کام کو خاص افسروں کے سپرد کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اناج پر محصول کی شرح کو کم کردیا اور تجارت کو فروغ دیا۔ مصر اور عرب میں براہِ راست آمدورفت میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے آپ نے اس غیر مستقل نہر کو دوبارہ کھدوایا جو دریائے نیل کو بحیرۂ روم سے ملاتی تھی' عربوں نے اس نہر کا نام "امیرالمومنین کی نہر" رکھا' یہ نہر ایک سال سے بھی کم مدت میں تیار کی گئی تھی۔ جب نیل کی کشتیاں ینبوع اور جدّہ کی بندرگاہوں پر اناج سے لدی ہوئی آئیں تو مکّے اور مدینے کی منڈیوں کے بھاؤ گر گئے۔ اس اناج کی مشکل سے قیمت وصول ہوسکی جتنی مصر میں ہوسکتی تھی۔

عدل اور انصاف کے لئے جج مقرر تھے۔ ان ججوں کے لئے تنخواہیں مقرر کیں اور ان کے عہدوں کو انتظامی افسروں کی مداخلت سے الگ رکھا گیا۔ قاضیوں (ججوں) کے لئے حاکم کا خطاب بدستور قائم رہا۔

عدل اور انصاف کے پیش نظر سب برابر تھے' خلفاء نے اس برابری کا اس طرح ثبوت دیا کہ انہوں نے آئینی ججوں کے فیصلوں کو اپنی ذات کے متعلق بھی صحیح تسلیم کیا تھا' ابتداء میں پبلک ہی پولیس کے فرائض سرانجام دیتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو پہرہ دینے اور رات کو گشت کرنے والے دستے مقرر کئے۔ باقاعدہ پولیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں مقرر

Marfat.com

کی گئی۔ آپ نے ایک میونسپل گارڈ مقرر کیا' جسے شرط کہا جاتا تھا۔ اس کا افسر اعلیٰ صاحب الشرط کہلاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن ہجری جاری کیا۔ اور سلطنت کے ہر حصے میں مدرسے اور مسجدیں بنوائیں۔

سلطنت کا مالیہ تین ذرائع سے حاصل کیا جاتا تھا۔ پہلا ذریعہ عشر اور زکوٰۃ تھا۔ زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب مسلمان سے اس کی آمدنی کے ذرائع کے مطابق ایک مقررہ شرح کے حساب سے وصول کی جاتی تھی۔ یہ رقم مملکت کے تحفظ پر خرچ کی جاتی تھی ۔اس رقم میں سے زکوٰۃ اور عشر جمع کرنے والوں کی تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ نادار مسلمانوں کی امداد بھی اسی میں سے کی جاتی تھی ۔ دوسرا ذریعہ محصول اراضی تھا' جو ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے خراج کے نام پر وصول کیا جاتا تھا' تیسرا ذریعہ جزیہ (محصول فی کس) تھا خراج اور جزیہ دونوں محصول رومی سلطنت میں اسی نام سے موجود تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ساسانیوں کے عہد میں ایرانی سلطنت میں جزیہ رائج تھا' ان ٹیکسوں کو مصر' شام' عراق اور ایران میں جاری کرنے میں مسلمانوں نے پرانے دستور پر عمل کیا' دونوں ٹیکس نرم اور جائز تھے' خاص خاص شہر صوبے اور قبیلے ان ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے۔ جہاں کہیں ادائیگی ناگزیر تھی وہاں یہ قانون تھا کہ ٹیکس اس انداز میں لگایا جائے کہ اس سے تکلیف کا کم از کم امکان ہو۔ یہودیوں' عیسائیوں' سامریوں اور موبدیوں سے جنہیں اہلِ کتاب کہا گیا ہے انصاف اور انسانیت کا سلوک کیا جاتا۔

فوج کی تشکیل قبائل دستوں' مدینہ' طائف اور دوسرے شہروں کے رضاکاروں سے کی گئی تھی' انہیں پہلے عشر سے تنخواہ ملتی تھی لیکن بعد میں انہیں عشر اور محاصل سے تنخواہ ملنے لگی۔ شروع شروع میں خلیفہ صرف کمانڈر انچیف کو مقرر کرتے تھے' کمانڈر انچیف دوسرے فوجی افسروں کو مقرر کرتا تھا' چونکہ امیرالجیش خلیفہ کا نمائندہ ہوتا تھا' اس لئے وہ نماز پڑھاتا تھا۔ جہاں کہیں بہت سی فوجوں کو ملادیا جاتا تھا وہاں ایک خاص جرنیل کو نماز پڑھانے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ اس سے اس کے جنرل انچیف ہونے کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اپنے نظم و نسق کے دور کے آخری دنوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے چھوٹے افسروں کو بھی خود مقرر کرنا شروع کردیا تھا۔ میدانِ جنگ میں ضبط توڑنے والے اور بزدلی دکھانے والے خطاکار کو لکڑی کے شکنجہ میں کس دیا جاتا تھا۔ اس کے سر پر سے پگڑی کو اتار لیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں یہ یہ سزائیں ذلت آمیز خیال کی جاتی تھیں اور بہت کارگر ثابت ہوتی تھیں۔ فوج سواروں اور پیادوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ سواروں کو ڈھالوں' تلواروں اور

Marfat.com

لمبے نیزوں سے مسلح کیا جاتا تھا۔ پیادے ڈھالوں' نیزوں اور تلواروں یا ڈھالوں' تیروں اور کمانوں سے مسلح ہوتے تھے' پیادوں سے آگے نیزہ بردار ہوتے تھے تاکہ سواروں کا مقابلہ کرسکیں' ان کے پیچھے تیرانداز ہوتے تھے۔ سواروں کو عام طور سے میمنہ اور میسرہ پر رکھا جاتا تھا' لڑائی کا آغاز چیلنج دینے اور فردا" فردا" لڑنے سے ہوتا تھا' عرب فوجوں کی برتری کا سبب ان کی تیز رفتاری' ثابت قدمی اور ان کی قوتِ برداشت تھی۔ ان صفات میں جوش و خروش کے مل جانے سے عرب فوجیں ناقابلِ تسخیر ہوگئیں۔ ان فوجوں کے پاس پورا پورا سامان ہوتا تھا' لمبے لمبے سفر اونٹوں پر کئے جاتے تھے۔ شروع شروع میں خیمہ زن فوج اپنے لئے کھجور کے پتوں سے جھونپڑے بناتی تھی لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے ہدایت کردی تھی کہ مستقل چھاؤنیاں بنائی جائیں۔ اس سے عراق میں بصرہ اور کوفہ کی مصر میں فسطاط کی' افریقہ میں قیروان اور سندھ میں منصورہ کی چھاؤنیاں قائم ہوئیں۔ دوسرے مقامات پر مثلا" حمص' غازہ اڈیسہ' اصفہان' اسکندریہ میں فوری حملوں کی روک تھام کے لئے دستے مقرر کئے گئے۔ سوار عام طور پر زرہ بکتر پہنتے تھے' ان کے سروں پر خود ہوتے تھے جنہیں عقاب کے پروں سے سجایا جاتا تھا۔ پیدل فوج کے سپاہی گھٹنوں کے نیچے تک ایک تنگ چغہ پہنتے تھے۔ وہ ایسی شلواریں' بوٹ اور جوتے پہنتے تھے جو آج بھی افغانوں اور پنجابیوں میں رائج ہیں۔ وہ میدان جنگ کی طرف مارچ کرتے ہوئے آیات قرآنی پڑھتے اور حملہ کرتے وقت اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے تھے۔ طبل اور نقارے بھی استعمال کئے جاتے تھے' عام طور پر قبائلی دستوں کے ساتھ ان کے کنبے بھی ہوتے تھے۔ چھاؤنیوں میں ان کنبوں کے لئے الگ کوارٹر بنائے جاتے تھے۔ بداعمالی کو سختی سے روکا جاتا تھا۔ شراب پینے والے کو اسی کوڑے لگائے جاتے تھے۔ غیرملکوں میں لڑنے والے سپاہیوں کو ان کے گھر سے چار ماہ سے زیادہ باہر نہیں رکھا جاتا تھا' خلیفہ عمرؓ نے سپاہیوں کی حاضر شماری کو جاری کیا اور سرحدی قلعوں کو مضبوط کیا۔

ابتدا میں کسی قسم کا فنِ تعمیر نہیں تھا۔ مکے میں کعبے کی طرح بہت کم ایسی عمارتیں تھیں جن پر فنِ تعمیر کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ دولت مندوں کے گھر پتھروں یا اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ مدینے میں زیادہ مکان اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ مسجدِ نبوی بھی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی' اس کی چھت پر گارے سے لیپ کیا ہوا تھا' زیادہ تر ایک منزلہ مکان ہوتے تھے' ہر مکان میں ایک صحن اور صحن کے وسط میں ایک کنواں ہوتا تھا' لیکن حضرت عمرؓ کے عہد کے آخری دنوں میں مدینے میں غیرملکی معماروں کی کثیر تعداد کے آجانے سے دارالخلافہ

Marfat.com

کے تعمیری ذوق میں اضافہ ہوا' کے اور مدینے کے بڑے بڑے لوگوں نے پتھر اور سنگ مرمر کی عمارتیں بنوائیں' حضرت عثمان ﷛ کے لئے ایک محل بنوایا گیا تھا وہ وسیع' جمیل اور شاندار تھا' مسجد نبوی کو نئے سرے سے اعلیٰ نمونے کے مطابق پتھر اور مرمر سے بنوایا گیا۔ مسعودی کے بیان کے مطابق حضرت عثمان ﷛ کے عہدِ خلافت میں بعض صحابیوں نے اپنے لئے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں' زبیر بن عوام کا مکان ۳۵۲ ہجری میں موجود تھا' مسعودی نے اس مکان کو خود دیکھا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق زبیر بن عوام کے مکان کو سوداگر کاروبار کے لئے استعمال کرتے تھے' زبیر بن عوام نے کوفے' فسطاط اور اسکندریہ میں بھی بڑے بڑے مکان بنوائے تھے' یہ مکان اور اس کے باغات مسعودی کے زمانے میں اچھی حالت میں موجود تھے۔ اس قسم کی شان و شوکت کے نشانات کا ذکر کرنے کے بعد یہی مورخ آہ سرد بھرتا ہوا کہتا ہے "یہ سب کچھ کس قدر مختلف تھا حضرت عمر ﷛ کے زمانہ کی شاندار سادگی سے"۔ مکہ کاروباری شہر تھا۔ مدینے کے رہنے والوں کی فراغت کا انحصار ان کے کھیتوں اور ان کی زمینوں پر تھا' ان حالات نے دونوں شہروں کی دیرینہ رقابت کو تیز تر کردیا تھا' یہ ایتھنز اور اسپارٹا ہی کا پرانا قصہ تھا۔ مکے کے رہنے والے جوا کھیلتے' شراب پیتے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اہلِ مدینہ (خاص کر اسلامی دور میں) شریفانہ اور بااخلاق زندگی گزارتے تھے' فتح مکہ کے بعد اس عیش پسند شہر کے لوگوں نے اسلام کے سخت اخلاقی ضابطے پر عمل کرنا شروع کردیا' یہ عمل اپنی پوری شدت کے ساتھ پہلے دو خلیفوں کے عہد میں جاری رہا۔ حضرت عثمان ﷛ کے عہدِ خلافت میں بنوامیہ کے بعض نوجوانوں نے مکے کی زندگی کے عیش پرستانہ پہلو کو پھر سے اختیار کیا۔ بنوامیہ کے عہد میں مکے کے زندگی کا یہ پہلو دمشق میں اجاگر ہوا' مدینے کے لوگوں نے اپنی زندگیوں کو اور زیادہ سنجیدہ بنالیا تھا' مدرسوں کے کمرے شوقین طلبہ سے بھرے رہتے تھے' مرد اور عورتیں خلیفے کا خطبہ سننے کے لئے جمع ہوتی تھیں۔ موسیقی کو اس وقت تک ممنوع قرار نہیں دیا گیا تھا۔ دن بھر کے کام کاج کے بعد موسیقی عوام کے لئے تفریح کا سامان تھی' موسیقی میں راگ' بانسری اور تمارا شامل تھے' شامی شہر کی عورتیں بہت اچھی گانے والی تھیں۔ نیک اور پاکباز عمر ﷛ شہر کا چکر کاٹتے ہوئے ان کا گانا سننے کے لئے رک جاتے تھے۔

آسودہ حال لوگوں کے گھروں میں فرش بچھا ہوتا تھا۔ میز' کرسی کا رواج نہیں تھا لیکن فرش کے اوپر کمرے کے اردگرد عمدہ کھال بچھادیتے تھے۔ اس پر صاحبِ خانہ اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ انگلستان میں اینگلو سکسنوں ابتدائی نارمنوں کے زمانے کی طرح عورتوں

Marfat.com

کے لئے الگ الگ کمرے تھے اور کھانوں کے سامنے ایک کپڑا بچھاکر اس پر کھانا چن دیا جاتا تھا۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جاتے تھے' یہ رواج ازمنہ وسطیٰ کے یورپ میں بھی تھا۔ ابھی تک چھری کانٹے کا رواج نہیں ہوا تھا جیسا کے کچھ مدّت پہلے یورپ میں بھی یہی دستور تھا۔ لوگ ہاتھ سے کھانا کھاتے تھے۔ اس امر کو انتہائی درجہ بدتمیزی خیال کیا جاتا تھا' کہ طشتری میں تین سے زیادہ انگلیاں ڈالی جائیں۔

شیخ سے نچلے درجے کے بدوؤں کا لباس اس وقت بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے۔ ایک لمبا کرتہ' جس کی آستین کلائیوں تک پڑتی تھی اور جسے کمر پر ایک چمڑے کی پیٹی سے کسا ہوتا تھا' اب تک مردوں اور عورتوں کا یہی لباس چلا آتا تھا' کرتے کے اوپر ایک ڈھیلی ڈھالی عبا ہوتی تھی جو عام طور پر اونٹ کے بالوں سے بنی ہوتی تھی۔ لڑائی یا سواری کے دوران میں کرتے کے ساتھ پاجامہ پہنا جاتا تھا' اور سر پر ایک لمبا چوڑا رومال اوڑھ لیتے تھے جس پر کشیدہ کاری کی ہوتی تھی اور جس کے پھندنے گردن پر لٹکتے رہتے۔ اونٹ کی رسی سے اس رومال کو سر پر باندھا جاتا تھا۔

حضریوں میں سے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں اور قبائلی شیوخ کا لباس شلوار یا پاجامہ کے اوپر گھٹنوں تک ایک لمبا کرتہ ہوتا تھا۔ اس کے اوپر ٹخنوں تک ایک کسا ہوا چغہ اور کمر کے اردگرد ریشم یا شال کا ایک پٹکا ہوتا تھا۔ ان سب کے اوپر جبہ یا عبا ہوتی تھی' کسی ہوئی قبا جسے عربوں نے بعض اقوال کے مطابق بازنطینیوں سے لیا اور بعض اقوال کے مطابق انہوں نے اسے ایرانیوں سے لیا' خلافت کے آخری دنوں سے پہلے رائج نہیں ہوئی۔ قبا دو قسم کی تھی ایک قسم کی قبا اینگلو سکسین نوابوں کے اس لمبے کوٹ سے ملتی جلتی تھی جس کی آستینیں ڈھیلی ڈھالی ہوتی تھیں۔ موجودہ زمانہ کے بعض ایرانی امرا اسے پہنتے ہیں' وہ اپنے سروں پر پگڑیاں باندھتے تھے جن کی لمبائی عمر' مرتبے اور فضیلت کے مطابق ہوتی تھی۔ پگڑی کے اوپر عام طور پر کندھوں تک چادر (طیلسان) لٹکتی رہتی تھی تاکہ گردن کو دھوپ سے بچایا جاسکے۔ پاؤں میں سینڈل استعمال ہوتے تھے' یا بوٹ۔ عورتوں کا لباس ایک ڈھیلی ڈھالی شلوار اور ایک ایسے کرتے پر مشتمل ہوتا تھا جو گردن پر کھلا رہتا تھا اس کرتے کے اوپر خاص کر سردیوں میں ایک کسی ہوئی جیکٹ پہنی جاتی تھی۔ لیکن عام لباس اس طرح کا ایک لمبا کرتہ ہوتا تھا' جسے اینگلو سکسین خواتین پہنتی تھیں گھر سے باہر نکلتے وقت سب سے اوپر ایک ڈھیلا لبادہ پہنا جاتا تھا۔ جس سے چہرہ چھپانا اور کپڑوں کو گردوغبار اور کیچڑ سے بچانا مقصود ہوتا تھا' اسلام سے قبل عورتوں کا لباس سینہ پر سے کھلا ہوتا تھا' آنحضرت ﷺ نے عورتوں کے لئے

Marfat.com

لبادہ پہننے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عباسیوں کے آخری دور میں دیکھتے ہیں کہ عورتیں اپنے سارے جسم کو چھپاتی تھیں۔ مصر اور دوسرے مسلم ملکوں کی عورتیں آج بھی اسی طرح مستور دکھائی دیتی ہیں۔

عربوں میں عورتوں کو مکمل آزادی تھی۔ یہ آزادی اب تک برقرار ہے۔ بہت سے مسلم ملکوں میں عورتوں کی جو علیحدگی پائی جاتی ہے وہ بعد میں رائج ہوئی۔ خلافتِ راشدہ کے عہد کے مسلمانوں میں عورتیں آزادی سے امور عامہ میں حصہ لیتی تھیں۔ خلیفوں کے خطبات سنتی تھیں۔ حضرت علیؑ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کے خطبات سننے کے لئے بھی وہ جمع ہو جاتی تھیں۔ بازنطینوں اور ایران کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے عربوں کی روایتی بہادری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اسلام سے قبل پرانے یہودیوں کی طرح عرب بھی کئی ایک شادیاں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قبائلی جنگوں میں مرد کثیر تعداد میں مارے جاتے تھے۔ اگر ایسی شادیوں کا دستور نہ ہوتا تو عورتیں بھوکی مر جاتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کی تعداد کی حد بندی کر کے کثرت ازدواج کو بلاواسطہ روک کر اس سوسائٹی کے تمام طبقوں کے لئے آسان بنایا۔ خلافتِ راشدہ کے عہد میں خانگی زندگی سراسر قبیلی نوعیت کی تھی۔ غلاموں کی خرید و فروخت بڑی شدت سے ممنوع قرار دی جا چکی تھی۔ صرف جنگی قیدیوں کو اس وقت تک اپنے قبضہ میں رکھا جاتا تھا جب تک کہ زرِ فدیہ وصول نہ ہو جائے۔ جنگی قیدیوں اور لونڈیوں کو گھر کے افراد میں سے خیال کیا جاتا تھا۔

---

(۱) یہ اہتمام ہے ہم اس کے متعلق ایک شذرہ پیشتر ازیں سپردِ قلم کر چکے ہیں۔

(۲) اس خاندان کی بنیاد اردشیر بابکان نے رکھی اور یزدگرد پر اس کا خاتمہ ہوگیا گویا ۶۳۹ء تک یہ خاندان ایران پر حکمران رہا۔

ساتواں باب

بنواُمیّہ

کوفہ کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کیا۔ لیکن متلون مزاج لوگوں کی بے اصولی نے جو اس سے پہلے باپ کی امیدوں کو پاش پاش کرچکی تھی، اب بیٹے کو دست برداری پر مجبور کردیا۔ آپ نے ابھی خلافت کی ذمّہ داریوں کو سنبھالا ہی تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عراق پر حملہ کردیا۔ آپ ابھی اپنی قوّت کو مجتمع بھی نہیں کرنے پائے تھے اور ابھی تک آپ نے ان حالات پر جو آپ کے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوچکے تھے پوری طرح قابو نہیں پایا تھا کہ آپ کو لڑنے پر مجبور کردیا گیا۔ آپ نے اپنے ایک جرنیل قیس کو شاہی فوج کو روکنے کے لئے روانہ کیا اور خود مدائن چلے گئے۔ قیس کی شکست اور اس کی موت کی جھوٹی افواہ سے مدائن کے سپاہیوں نے بغاوت کردی۔ باغی سپاہی آپ کے خیمہ میں گھس گئے۔ انہوں نے آپ کے اثاثہ کو لوٹ لیا۔ باغی سپاہی آپ کو گرفتار کرکے معاویہ کے سپرد کرنے کی فکر میں تھے۔ ہر طرف سے مایوس ہونے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفہ واپس چلے گئے۔ آپ نے پورا ارادہ کرلیا تھا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہوجائیں گے۔ اپنے عراقی حامیوں کی بداعتمادی کے پیشِ نظر آپ نے معاویہ کی طرف سے پیش کردہ تجویزوں پر غور کرنا چاہا۔ گفت و شنید کا یہ نتیجہ نکلا کہ خلافت کو حضرت معاویہ (ان کی زندگی تک) کے سپرد کردیا گیا۔ آپؓ کی موت کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خلافت کا وارث مقرر کیا گیا۔ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ افراد خاندان کے ساتھ مدینے چلے گئے، لیکن آپ وہاں پہنچ کر زیادہ دیر تک وظیفہ حاصل نہ کرسکے، کیونکہ آپ کو زہر دے دیا گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ اسلام کے حقیقی حکمران بن گئے۔ بنواُمیّہ کی تخت نشینی سے نہ صرف خاندانی تبدیلی ہوئی بلکہ اس کے ذریعہ ایک اصول کی شکست ہوئی اور چند ایسے نئے عناصر پیدا ہوگئے جنہوں نے آگے چل کر، جیسا کہ ہم دیکھیں گے، سلطنت کی تقدیر اور قوم کی ترقی پر بہت زیادہ اثر ڈالا، ان حالات کو سمجھنے اور تاریخ کی رفتار کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف عرب قبیلوں کے باہمی تعلقات کا مختصر طور پر

Marfat.com

ذکر کر دیا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں' جیسا کے پہلے لکھا جاچکا ہے' عرب میں رہنے والے لوگ دو جداگانہ نسلوں میں بٹے ہوئے تھے' ایک جماعت اپنے آپ کو قحطان کی نسل سے بتاتی تھی اور دوسری جماعت اپنے آپ کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے بتاتی تھی۔ قحطان کا وطن یمن تھا اور مؤخرالذکر کا مرکز حجاز میں تھا۔ عبدالشمس کا ایک بیٹا حمیر قحطانیوں کا ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ چنانچہ آگے چل کر اسی کی نسبت سے قحطان بنوحمیر کہلانے لگے۔ عرب مورخ انہیں یمنی کہتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں میں کبھی انہیں حمیر کہوں گا اور کبھی انہیں یمنی کے نام سے یاد کروں گا۔ وہ قبیلہ جو مارب یا سبا کے آس پاس رہتا تھا بنوازد کہلاتا تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں اس قبیلے نے شمال کا رخ کیا جس کی وجہ سے کئی ایک قبیلوں کو اپنا اپنا مقام چھوڑنا پڑا' اتفاقی طور پر بنوازد کا ایک حصہ مکہ کے قریب آباد ہوگیا تھا' جہاں یہ قبیلہ خوزہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ قبیلہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اسی مقام پر آباد تھا۔ اسی قبیلے کی ایک شاخ نے یثرب کا رخ کیا یہاں ایک زمانہ گزرنے پر یہ قبیلہ بنو اوس اور بنو خزرج میں بٹ گیا۔ ان دونوں قبیلوں کا ہم اس سے پیشتر ذکر کر چکے ہیں' اس قبیلے کے دوسرے لوگ شام اور عراق میں گھومتے رہے۔ ان میں سے جو شام کی جانب آباد ہوئے بنوغسان کہلائے اور جو عراق کی جانب آباد ہوئے وہ بنوکعب کہلائے۔ اسی قبیلہ کی ایک شاخ ہمدان میں جابسی اور ایک بڑا گروہ مشرق کی طرف گھوم کر خلیج فارس کے کناروں پر عمان میں آباد ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بنوقحطان کے عربوں کی یہ حالت تھی۔

عرب کے اسمٰعیلی قبائل بعض دفعہ بنومعد کہلاتے ہیں۔ لیکن عام طور پر انہیں بنومضر یا صرف مضری کہا جاتا تھا۔ مضر معد کا پوتا تھا۔ میں آئندہ صفحات میں انہیں بنومضر یا مضری کے نام سے ذکر کروں گا۔ اگرچہ عرب کی تاریخ میں یہ عموی تقسیم چھوٹے چھوٹے قبائلی ناموں مثلاً" بنوقریش' بنوقیس' بنوبکر' بنوتغلب اور بنوتمیم میں بدل جاتی ہے۔ قریش جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں مکہ اور اس کے مضافات میں آباد تھے' دوسرے قبائل حجاز (مدینہ کے سوا) اور وسطی عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ عربوں کی ان دو نسلوں یعنی حمیری اور مضری میں مدتوں سے دشمنی چلی آتی تھی۔ یہ دشمنی نفرت کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ عناد اور نفرت کے یہ جذبات ہر اس شخص کی سمجھ سے باہر ہوں گے جو انہیں یورپی تاریخ کے نقطہ نگاہ سے دیکھے گا۔

آنحضرت ﷺ سے صدیوں پہلے بنوحمیر کی زبان جو سامی اور دیسی محاورات کی آمیزش

سے بنی تھی خالص عربی زبان کو جگہ دے چکی تھی۔ یہ زبان بنو مضر کی تھی جس نے دوسری زبانوں سے فوقیت اختیار کرلی تھی، معمولی اختلاف کے ساتھ سارے جزیرہ نما کی زبان مشترک تھی۔ ان کے عادات و اطوار، ان کے خیالات اور ذوق میں یکسانیت تھی، لیکن اس کے باوجود دونوں نسلوں میں واضح اور بین اختلافات موجود تھے، ان اختلافات کے اسباب کو سمجھنا بہت اہم ہے۔ اسلام سے صدیوں پہلے حمیری تہذیب کے بلند مدارج تک پہنچ چکے تھے، وہ جہاں کہیں بھی آباد تھے ان کی وہاں ایک خاص قسم کی طرز حکومت ہوتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکومت پرانے طرز کی ہوتی تھی؛ تاہم ان کی شہری زندگی کا زیادہ دارومدار کھیتی باڑی پر تھا۔ اس کے برعکس مضری سوائے قریش کے بدوی اور خانہ بدوش تھے۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ ہوتا تھا، ہر قبیلہ عام انتخاب میں اپنے سردار کو چنتا تھا۔ اس تقسیم کی وجہ سے حمیری بادشاہوں نے انہیں اپنا مطیع کرلیا تھا۔ باوجود مسلسل اور متواتر لڑائیوں کے وہ پانچویں صدی عیسوی تک بادشاہوں کو خراج دیتے رہے۔ حمیر اور مضر میں ایک طرف سے غلبہ رکھنے کے لئے اور دوسری طرف سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک کش مکش جاری ہوگئی۔ دونوں میں بے حد حسد پیدا ہوگیا۔ اس مخالفت کو ان شاعروں نے زندہ رکھا جو ان ایام کے گیت گاتے تھے جب کہ کندہ نے تمیم کو لوٹا تھا اور جب بنو قیس نے بنوازد پر حملہ بولا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات نے اس قبائلی نفرت اور شاعروں کے اثر و رسوخ کو زائل کردیا تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ تھوڑی مدت کے لئے اور اس دنیا میں زندہ رہتے تو آپ کی تعلیمات اور پاکیزہ ہستی ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے قبائل کو ایک ہم آہنگ قوم میں بدل دیتی، عربوں کے خون میں صدیوں سے قبائلی عصبیت چلی آتی تھی۔ اس عصبیت کو ختم کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مبارک کے مدنی ایام تھوڑے تھے، مدینہ میں یہ عصبیت مکمل طور پر ختم ہوچکی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو فتوحات ہوئیں ان کے سبب مختلف عرب قبائل دنیا کے مختلف گوشوں میں جابسے۔ بنومغیرہ بصرہ میں آباد ہوئے اور بنو حمیر زیادہ تر کوفہ میں جابسے، فلسطین اور صوبہ دمشق میں مغیر کی اکثریت تھی۔ شمالی عرب کی طرح شام کے شمالی حصہ میں حمیر کا غلبہ تھا، مشرقی صوبوں میں مصر اور افریقہ کی طرح دونوں قبیلے برابر آباد ہوئے۔ یہ قبیلے جہاں کہیں گئے وہ پرانی قبائلی نفرت کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت عمر اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس قبائلی عصبیت کو بڑی سختی سے دبایا گیا۔ اس دور میں عرب جس مقصد کی تکمیل میں مصروف تھے اس کے پیش نظر اس عصبیت کے احیاء کی بہت

کم گنجائش تھی۔ اگر حضرت عمرؓ کے بعد حضرت علیؓ کو پرامن طریق پر آپ کے جانشین ہونے کا موقعہ ملتا تو اس امر کا امکان تھا کہ دونوں قبیلے ایک قوم میں مدغم ہوجاتے لیکن حضرت عثمانؓ کے عہد میں بنواُمیّہ نے اپنے مفاد کے لئے عصبیت کی اس بجھتی ہوئی آگ کو دوبارہ ہوادی' یہاں تک کہ اس نے ایسے شعلوں کی صورت اختیار کرلی' جنہوں نے سپین' سسلی' افریقہ' خراسان اور کابل میں یکساں طور پر آگ لگادی' یہ نفرت اس کے پھیلانے والوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی اس نے عرب قوم پر دُوررس نتائج چھوڑے۔ اس نفاق کا اثر ان رومی اور المانوی اقوام پر بھی ہوا' جن کا عربوں سے واسطہ پڑا۔ اس نااتفاقی نے عربوں کی فتوحات کے سلسلے کو عین اس وقت روک دیا جبکہ یورپ ان کے قدموں پر تھا۔ اسی نااتفاقی کی بدولت عربوں نے اپنی سلطنت کا ایک وسیع حصہ کھودیا۔

حضرت معاویہؓ زیادہ تر بنوحمیر کی حمایت کے طلبگار تھے لیکن وہ اتنے بڑے مدبّر تھے کہ انہوں نے دونوں قبیلوں میں توازن قائم رکھا اور ایک قبیلے کو دوسرے کی حق تلفی کرنے سے روکے رکھا' آپ کے جانشینوں کے عہدِ حکومت میں جو فریق بھی برسراقتدار آتا وہ اپنے مخالف فریق پر ہر طرح کے مظالم توڑتا۔ لیکن بنواُمیّہ نے اپنے سردار کی اطاعت سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ نیز شام کے تنخواہ دار سپاہیوں پر معاویہ اور ان کے خاندان کی قوت کا ہمیشہ انحصار رہا۔ زیادہ غور اور فکر کرنے والے لوگ سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہوگئے' وہ ادبی سرگرمیوں' اسلامی فقہ اور دینی فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہوگئے۔ اسی عہد میں اسلامی فقہ کے اصولوں کی بنیاد رکھی گئی وہ حکومت اور سلطنت کے نظم و نسق میں حصہ لینے کی جگہ اشاعتِ اسلام میں مصروف ہوگئے۔ جس جماعت نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی تھی' وہ وسط ایشیا کہ دشوارگزار اور دوسرے دُورافتادہ علاقوں میں چلی گئی تھی' ان علاقوں میں انہوں نے اپنے عقائد کی اشاعت کی۔ ان کی سرگرمیوں نے انہیں حکومت دمشق کا شدید دشمن بنادیا تھا۔ انہوں نے امیر معاویہ کے خلاف بغاوت کی اور کدہ پر حملہ کیا۔ عراق کو خطرہ پیدا ہوا اور وہ شکست کھاکر اپنے صحرائی اور دوسرے دورافتادہ مرکزوں کی طرف بھاگ نکلے۔

حضرت معاویہ نے دمشق کے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنی توجہ افریقہ کی طرف مبذول کی۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ عربوں کے نزدیک افریقہ سے مراد مصر سے پرے شمالی افریقہ کے علاقے ہوتے تھے۔ یہ وسیع خطہ تین حصوں میں منقسم تھا' مغرب الاقصیٰ جو اوقیانوس کے کناروں سے صحرا کے جنوبی جانب پھیلا ہوا تھا' مغرب الادنیٰ میں وہ علاقہ شامل

تھا جو اوران اور بوجیا کے درمیان واقع تھا' خاص افریقہ میں وہ علاقہ شامل تھا جو موجودہ الجیریا کی مشرقی سرحدوں سے شروع ہو کر مصر کی سرحد پر ختم ہوتا تھا۔ صحرائے لیبیا کے مغرب اور سوڈان کے شمال میں واقع شمالی افریقہ میں سامی نسل کے لوگ آباد تھے کہ وہ عربوں کی دو بڑی شاخوں کی نسل میں سے ہیں۔ وہ جفاکش اور بہادر تھے۔ ان میں آزادی کا جذبہ اتنا ہی تھا جتنا عربوں میں۔ اس صوبے پر عربوں نے پہلا حملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب فوجیں برقہ تک پہنچ گئی تھیں۔ عربوں نے بازنطین کے گورنر گوریس کو کارتھیج کے قریب ایک مشہور لڑائی میں شکست دی تھی' رومیوں نے عربوں کو خراج دینے کا اقرار کرلیا۔ اس پر عربوں نے رزالہ اور برقے میں چند دستے متعین کردیئے اور باقی فوج پیچھے ہٹالی۔ جن علاقوں کو عرب فوجوں نے خالی کیا تھا ان پر رومی گورنروں نے دوبارہ قبضہ کرلیا' لیکن انہوں نے مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے ساتھ اتنا شدید اور ناروا سلوک کیا کہ تھوڑی مدت بعد خود ان علاقوں کے باشندوں نے عربوں کو دعوت دی کہ وہ انہیں بازنطینی غلامی سے نجات دلائیں۔ حضرت معاویہ نے ان کی اس دعوت کو قبول کرلیا اور مشہور و معروف عقبہ بن نافع ایک فوج لے کر افریقہ میں داخل ہوا۔ ہر قسم کی مزاحمت پر قابو پالیا گیا سارا علاقہ عربوں کا مطیع ہوگیا۔

۵۰ ء میں عقبہ نے قیروان کی مشہور چھاؤنی آباد کی' یہ چھاؤنی تونس کے جنوب میں تھی۔اس چھاؤنی کا مقصد یہ تھا کہ قابو سے باہر بربریوں پر قابو پایا جائے اور رومیوں کے سمندری حملوں کی روک تھام کی جائے اس جنگل کو جس میں اس وقت تک جنگلی جانور اور حشرات آباد تھے ہموار کردیا گیا اور اس قطعہ پر وہ خوبصورت شہر بسایا گیا جس کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ اس وقت مغرب (موجودہ مراکو) پر رومیوں کا قبضہ تھا۔ بربریوں کی مدد سے رومی افریقہ پر ہلّہ بول دیتے تھے۔ ۵۵ ھ میں عقبہ نے مغرب کی طرف اقدام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس سے پہلے ہی شہروں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کردیا۔ رومی اور یونانی عقبہ کی فوج کے بازوؤں پر حملے کرتے اور منتشر عرب سپاہیوں کو قتل کردیتے۔ انہوں نے عقبہ بن نافع کی راہ کو مسدود کرنے کی ہر امکانی کوشش کی' لیکن عقبہ انہیں چیرتا ہوا اوقیانوس کے ساحلوں تک جاپہنچا۔ پانی کے اس وسیع پھیلاؤ کو دیکھ کر وہ مایوس ہوا کیونکہ پانی نے اس کی فتوحات کو روک دیا تھا اس نے اپنے گھوڑے کو سمندر کی لہروں میں ڈال دیا۔ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاکر اس نے کہا "اے خدائے بزرگ و برتر! اگر سمندر راستے میں حائل نہ ہوتا تو میں تیرے نام کی عظمت پھیلانے اور تیرے دشمنوں کو ختم کرنے کے

Marfat.com

لئے اس سے بھی دور دراز ملکوں کی طرف بڑھے چلا جاتا۔"

عقبہ کی شاندار یلغار اور رومیوں اور بربریوں کی شکستوں کی وجہ سے اس علاقے میں کئی سال تک امن قائم رہا' عقبہ ماسوا ایک تھوڑی سی مدت کے جبکہ اسے دمشق جانا پڑا اپنی موت یعنی ۶۵ ھ تک افریقہ کا گورنر رہا' اس سال بربریوں کے غول پہاڑوں اور اطلس کی وادی سے نکل کر ان مٹھی بھر عربوں پر ٹوٹ پڑے جو قیروان میں مقیم تھے۔ کسی قوم یا نسل نے اتنی بہادری کا ثبوت نہیں دیا جتنا کہ عربوں نے شمالی افریقہ کی جنگجو قوموں سے لڑتے وقت دیا۔ چھوٹی سی فوج کے ساتھ عربوں نے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کرلیا جہاں کے رہنے والے ہندوستان کے رہنے والوں کی طرح امن پسند نہیں تھے بلکہ وہ لڑائیوں اور جنگوں کے عادی تھے بربروں نے راجدھانی کا محاصرہ کرلیا' عقبہ محصور حالت میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑدی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یا جیت جائے گا یا مرجائے گا۔ عقبہ محاضرین کی فوج میں کود پڑا اور لڑتا لڑتا مارا گیا' عقبہ کے ساتھ اس کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ چند سپاہیوں نے مصر کی راہ لی۔ قیروان پر بربریوں کا قبضہ ہوگیا ایسا دکھائی دیتا تھا کہ افریقہ اور مغرب میں عربوں کا غلبہ ختم ہوچکا تھا۔

جب عقبہ مغرب میں مصروف تھا مہلب نے سندھ اور دریائے سندھ کی زیریں وادی کو فتح کیا۔ اسی زمانہ میں مشرقی افغانستان کو مطیع کیا گیا۔ رومیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے کے لئے سرحدوں پر کئی مرتبہ حملے کئے تھے' رومیوں کو کئی بار لڑائیوں میں شکستیں ہوئیں۔ عرب فوجوں نے کیپا دوشیہ میں جاڑا بسر کیا۔ عربوں کے بیڑے نے رومی بیڑے کو بھگا دیا۔ یونان کی ٹاپومنڈل کے بہت سے جزیروں پر عربوں نے قبضہ کرلیا۔

بصرہ کے گورنر مغیرہ کے ایما پر حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانا چاہا۔ ایسا کرنا اس معاہدے کی خلاف ورزی تھا جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا جاچکا تھا۔ حضرت معاویہ کی اس تجویز کی عراق اور خراسان کے گورنر زیاد نے تائید کی۔ عراقیوں کے عمائد اور سرداروں سے یزید کے حق میں بیعت لی گئی۔ عراقیوں کے بعد شامیوں نے ایسا ہی کیا۔

۵۱ ہجری میں حضرت معاویہ مدینہ اور مکہ آگئے تاکہ اہل حجاز کو یزید کی بیعت پر آمادہ کریں' حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ' عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ' عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کسی شرط پر بھی یزید کے حق میں بیعت کرنے پر رضامند نہ ہوئے' ان کی مثال سے حجازیوں کے حوصلہ بڑھ گئے اپریل ۶۸۰ء میں حضرت معاویہ اس دنیا سے چل بسے۔ ایک وقائع نگار کے الفاظ میں آپ نے سب سے پہلے منبر پر بیٹھ کر تقریر کرنی

شروع کی، آپ ہی نے سب سے پہلے اپنی ذاتی حفاظت کے لئے گارڈ مقرر کئے۔ آپ کے درباری آپ کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے۔ "مسعودی حضرت معاویہ کی روزانہ زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کرتا تھا۔" فجر کی نماز کے بعد آپ حاکم شہر کی رپورٹ سنتے۔ اس کے بعد آپ کے مشیر امورِ سلطنت کے متعلق آپ سے مشورہ کرتے، ناشتہ کے دوران میں آپ صوبائی مراسلت سنتے۔ آپ کا سکریٹری ان خطوط کو پڑھ کر سنایا کرتا، ظہر کی نماز کے بعد آپ مسجد میں ہر اس شخص کی شکایت سنتے، جو اپنی شکایت کو آپ تک پہنچانا چاہتا، محل میں واپس آکر آپ امراء سے ملاقات کرتے اس ملاقات کے اختتام پر آپ دوپہر کا کھانا کھاتے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ وزیروں کے ساتھ پھر مجلسِ مشاورت کرتے۔ شام کا کھانا آپ اپنے وزیروں کے ساتھ کھاتے۔ اس کے بعد وزیروں سے پھر مشاورت ہوتی۔ دن ختم ہوجاتا۔ حضرت معاویہ کا عہد حکومت داخلی لحاظ سے فارغ البال اور پُرامن اور خارجی لحاظ سے کامیاب تھا۔

حضرت معاویہ کے عہد حکومت کے آغاز میں کان ستانزدوم اپنے بھائی تھیوڈوسی کو قتل کرنے کے بعد رومی سلطنت کا شہنشاہ بنا۔ اس کے بیٹے کان ستان ٹائیں چہارم نے اسے نکال کر تخت پر قبضہ کرلیا، وہ پوناگوناؤس کے نام سے مشہور ہے۔ سیزروں کے اس جانشین نے اپنے بھائیوں کے ناک کاٹ کر اور کلیسا کے ناموروں کو موت کے گھاٹ اتار کر رومی تاریخ میں نام پیدا کیا۔

حضرت معاویہ کی موت پر اپنے باپ کی وصیت کے مطابق یزید تخت پر بیٹھا، یزید کی تخت نشینی سے اسلام کے اس جمہوری اصول کو کہ امیرالمومنین رائے عامہ سے منتخب ہو، ایک کاری ضرب لگی۔ عرب اس جمہوری اصول کے اس قدر شیدائی تھے کہ انہوں نے اس اصول کی خاطر آنحضرت ﷺ کے خاندان کے افراد کے حقوق تک نظرانداز کردیئے تھے۔ ازاں بعد حکمران اپنا جانشین نامزد کرتا رہا اور اپنی زندگی میں ہی اپنی فوج اور اپنے امیروں کبیروں سے اپنے جانشین کے حق میں بیعت لیتا رہا۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں "دو اشخاص نے مسلمانوں کے معاملات کو الجھن میں ڈال دیا۔ عمرو بن العاص نے جبکہ اس نے حضرت معاویہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کے سپاہی اپنے نیزوں پر قرآن اٹھائیں اور مغیرہ نے جبکہ اس نے معاویہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کے حق میں بیعت لیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو قیامت تک کونسل آف الیکشن باقی رہتی، معاویہ کے جانشینوں نے بھی اپنے بیٹوں کے حق میں بیعت لینی شروع کردی۔

Marfat.com

جب کوفہ کے مسلمانوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ انہیں امویوں سے نجات دلائیں تو آپ اس کے لئے تیار ہوگئے' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے تمام دوستوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کوفیوں کی باتوں پر اعتماد نہ کریں' کیونکہ وہ عراقیوں کی سرشت سے اچھی طرح واقف تھے۔ "کوفہ کے لوگ گاہے آگ کی مانند گرم ہوجاتے ہیں اور گاہے برف کی طرح سرد"۔ اس پر بھی عراق نے آپ کو جو یقین دلایا تھا' اس کے پیش نظر آپ کوفہ جانے کے لئے تیار ہوگئے' آپ نے صحرائے عرب کو بغیر کسی مزاحمت کے عبور کرلیا' آپ کے ساتھ آپ کے کئی رشتے دار' دو جوان بیٹے اور تھوڑے سے ساتھی تھے' ان کے علاوہ عورتوں اور بچوں کی بھی ایک خاصی تعداد تھی۔ جب آپ عراق کی سرحدوں پر پہنچے تو آپ کو اس کوفی فوج کا کوئی نشان نہ ملا جس نے وہاں پہنچنے کا وعدہ کیا تھا' آپ کو شبہہ ہوا کہ آپ کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے' چنانچہ آپ نے فرات کے مغربی کنارے پر کربلا کے مقام میں خیمے لگادیئے' آپ کا شبہہ بجا تھا' آپ نے اپنے آپ کو عبیداللہ بن زیاد کی فوج کے گھیرے میں پایا' کئی دنوں تک آپ کے خیموں کا محاصرہ جاری رہا' چونکہ اس فوج میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی فوج کا سامنا کرتی' اس لئے اس نے چھوٹے سے قافلے پر فرات کا پانی بند کردیا۔ آپ نے اموی افواج کے سردار کے سامنے باعزت سمجھوتے کے لئے تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) آپ کو مدینہ واپس جانے دیا جائے۔

(۲) آپ کو اس سرحدی فوج میں بھیج دیا جائے جو ترکوں کی روک تھام کے لئے متعین کی گئی ہے۔

(۳) آپ کو سلامتی کے ساتھ یزید تک پہنچا دیا جائے۔

لیکن اموی سرداروں نے ان میں سے ایک شرط بھی نہ مانی' آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان میں سے جس کا جی چاہے موقع پاکر واپس چلا جائے لیکن آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اموی فوج کا ایک سردار اپنے تیس سپاہیوں کے ساتھ آپ کی صفوں میں شریک ہوگیا' دست بدست اور دو بدو لڑائیوں میں فاطمیوں کے مقابلہ پر کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ لیکن دشمن کے تیراندازوں کی کثرت' مدافعین کی جماعت کو ایک ایک کرکے ختم کررہی تھی' صرف حسین رضی اللہ عنہ ابن علی باقی تھے۔ آپ زخمی ہوکر دریا کی طرف بڑھے' لیکن تیروں نے آپ کا راستہ روک لیا' اپنے خیمے میں داخل ہوکر آپ نے اپنے ننھے بچے کو اٹھایا۔ دشمنوں نے اسے تیروں کا نشانہ بنایا' آپ کے بچوں اور بھتیجوں نے

Marfat.com

آپ کے ہاتھوں میں دم دیا' جب آپ میں ان بے رحم دشمنوں کے مقابلہ کی سکت نہ رہی تو آپ اکیلے اور تھکے ماندے اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے' خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا' پیالہ اٹھا لبوں تک مشکل سے پہنچا ہوگا کہ آپ کے رخسار پر ایک تیر لگا آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور زندوں اور مردوں کے لئے دعا کی' آپ ایک مرتبہ دشمن کی صفوں میں داخل ہوگئے' دشمن نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا' خون کی کمی کے سبب آپ زمین پر گر پڑے' قاتل آپ کی طرف بڑھے' قاتلوں نے آپ کے سر کو تن سے جدا کردیا' آپ کے جسم کو روندا گیا' ان قاتلوں نے آپ کے جسم کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ کے سر کو کوفہ میں لے گئے' جب بے رحم عبیداللہ نے آپ کے لبوں پر چھڑی ماری تو ایک بوڑھا پکار اٹھا۔ "افسوس! میں نے ان ہونٹوں پر اللہ کے رسول کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔" ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ رنج و الم اور ماتم باسانی سمجھ آسکتا ہے' جو ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر کیا جاتا ہے۔"

ان حالات میں اپنے عہد کی ایک بلند ترین ہستی کا خاتمہ ہوا' اس ہستی کے ساتھ ہی آپ کے خاندان کے تمام ذکور (بچے اور جوان) بھی ختم ہوگئے۔ صرف ایک بچہ جسے آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسے قتلِ عام سے بچالیا تھا' اس بچے کا نام بھی علی تھا۔ آگے چل کر آپ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے' جب اس بچے کو عبیداللہ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس بچے کی زندگی ختم کرنے کے درپے ہوگیا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اس بچہ کے ساتھ وابستگی دیکھ کر وہ خائف ہوگیا۔ اور اس طرح اپنے ارادے سے باز رہا' امام حسین رضی اللہ عنہ کی خیمہ کی خواتین اس بچہ سمیت دمشق بھیج دی گئیں اور مغموم کارواں کی حفاظت کے لئے جو فوجی دستہ مقرر تھا وہ اپنے نیزوں پر شہیدوں کے سر اٹھائے ہوئے تھا' دمشق پہنچ کر رسولِ خدا کی نواسیوں نے جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھیں' یزید کے محل کے نیچے بیٹھ کر عرب عورتوں کے مخصوص انداز میں نوحہ خوانی کی' یزید ان دردناک چیخوں سے کانپ اٹھا' اور اسے اپنی راجدھانی میں رسولِ خدا کے خاندان کے حق میں بغاوت ہوجانے کا اندیشہ ہوا' چنانچہ اس نے جلدی سے انہیں ان کے گھروں کو لوٹادیا۔

کربلا کے ہولناک حادثہ نے اسلامی دنیا میں دہشت پھیلادی۔ اسی حادثہ سے ایران میں ایک ایسی قومی تحریک کی بنیاد پڑی جس نے بعد میں عباسیوں کو اس قابل بنادیا کہ وہ امویوں کا تختہ الٹ سکیں' مدینہ میں یہ احساس اس قدر شدید ہوگیا تھا کہ یزید کو بہت جلد وہاں ایک

Marfat.com

خاص حاکم بھیجنا پڑا' تاکہ عوام کے جذبات کو ٹھنڈا کیا جاسکے' اس حاکم کے مشورے سے مدینے کے بڑے بڑے لوگوں نے دمشق میں ایک وفد بھیجا۔ تاکہ حضرت حسین ؓ کے خاندان کے لئے کوئی امداد طلب کرے' اس وفد کو یزید کے طرزِ عمل نے بددل کردیا' اپنی کوششوں میں ناکامی دیکھنے کے بعد اہلِ مدینہ نے جوش میں آکر یزید کی برطرفی کا اعلان کرتے ہوئے اس کے حاکم کو شہر سے نکال دیا' یہ خبر پاتے ہی یزید نے جوش میں آکر مسلم بن عقبہ کی کمان میں مدینے کو ایک فوج بھیج دی' اس فوج میں شامی اور اموی خاندان کے حامی شامل تھے۔ حرہ کے مقام پر لڑائی ہوئی' اہلِ مدینہ نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی۔ لیکن آخرکار انہیں شکست ہوئی۔ اس لڑائی میں مدینے کے بڑے بڑے لوگ اور کئی مشہور صحابی کام آئے۔ وہ شہر جس نے رسولِ خدا ﷺ کو پناہ دی اور جسے رسولِ خدا کے وجود مبارک نے مقدس بنادیا تھا' اب شامی سپاہیوں کی لوٹ کھسوٹ کا مرکز بنا ہوا تھا' اہلِ مدینہ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے' مسجد نبوی کو اصطبل بنایا گیا اور مقدس مزاروں سے سامان آرائش اتار لیا گیا' اسلام نے اپنی فتوحات کے وقت امویوں سے جو اچھا سلوک کیا تھا' اس کا صلہ امویوں نے یوں دیا کہ مدینے کے بہترین افراد کو تہ تیغ کیا۔ جو بھاگ سکتے تھے' وہ بھاگ نکلے' جو باقی بچے انہوں نے یزید کی اطاعت کرلی' اس حادثہ سے علی ابن حسین ؓ اور حضرت عباس ؓ کے پوتے علی بچ نکلے۔ مدینے کے مدرسوں' ہسپتالوں اور دوسری پبلک عمارتوں کو مسمار کردیا گیا۔ عرب تباہی کی لپیٹ میں تھا' آگے چل کر علی ابن حسین ؓ کے پوتے حضرت جعفر صادق ؓ نے مدینہ میں علم و حکمت کی شمع روشن کی' اس وقت کا مدینہ عرب کے لق و دق صحرا میں ایک نخلستان کی مانند تھا' مدینے کو اپنی گزشتہ خوشحالی کبھی نصیب نہ ہوسکی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امویوں کے عہد میں مدینہ ماضی کا ایک شہر بن چکا ہے۔ جب عباسیوں کے دوسرے خلیفہ منصور نے مدینہ کی سیاحت کی تو اسے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے مکانوں اور مزاروں کا پتہ بتانے کے لئے رہبر کی ضرورت پڑی۔

مدینہ سے انتقام لینے کے بعد شامی فوج نے مکے کا رخ کیا جہاں عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کردیا' شامیوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا' لڑائی کے دوران میں خانہ کعبہ اور دوسری مقدس عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا' یزید کی بروقت موت نے شامیوں کو مجبور کردیا تھا کہ وہ مکے کا محاصرہ اٹھاکر دمشق کا رخ کریں۔

یزید کے بعد اس کا نرم دل بیٹا معاویہ اس کا جانشین ہوا' معاویہ کو اپنے خاندان کے جرائم سے بڑی نفرت تھی' چند مہینوں کی حکومت کے بعد وہ خلوت نشین ہوگیا۔ اور کچھ

Marfat.com

مدت کے بعد دنیا سے چل بسا' کہا جاتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔ یزید کی موت کے بعد فوراً" عبداللہ ابن زبیر کی خلافت کو حجاز' عراق اور خراسان نے تسلیم کرلیا' اگر اس وقت عبداللہ ابن زبیر مکّے سے نکل کر شام پر حملہ کردیتے تو امویوں کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتی' لیکن آپ مکّے میں مقیم رہے۔

ا۔ یہ شرط کسی معتبر تاریخ میں درج نہیں ہے۔

۲۔ یہ اموی سردار تھا۔

Marfat.com

آٹھواں باب

مروان

معاویہ دوم کی وفات پر اس کا بھائی خالد اس کا جانشین ہو سکتا تھا۔ چونکہ وہ بہت کم عمر تھا' اس لئے امویوں نے اسے اپنا حکمران تسلیم کرنے سے انکار کردیا' اور کسی بزرگ کو جانشین بنائے جانے کا مطالبہ کیا' اس مرحلے پر امویوں کی حالت بہت نازک تھی' بنواُمیّہ کا سب سے بزرگ رکن مروان' عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے رضامند تھا' وہ معاویہ اول کا عم زادہ تھا' بنواُمیّہ پر اس کا بہت زیادہ اثر تھا' اس لئے اس کی بیعت کے بعد سارا اموی خاندان عبداللہ بن زبیر کی بیعت پر آمادہ ہو جاتا' لیکن ابنِ زبیر حد سے زیادہ محتاط تھے۔ وہ عرب' مصر' عراق اور خراسان پر قانع ہوکر شام کی طرف نہ بڑھے۔ اسی اثنا میں عبیداللہ بن زیاد نے اپنے آپ کو بصرہ میں خلیفہ بنانے کے لئے تگ و دو شروع کردی' جب اسے اس میں ناکامی ہوئی تو مروان کے پاس بھاگ گیا' اس نے مروان کو سلطنت حاصل کرنے کی ترغیب دی' مروان کے سامنے بہت مشکل کام تھا' امویوں کے دلوں میں اس کے متعلق شبہ پیدا ہوچکا تھا' امویوں کی نااتفاقی کے علاوہ قبائلی رقابت بھی شام میں اپنا اثر دکھارہی تھی' مروان نے آہستہ آہستہ اپنے مخالفوں کو اپنی طرف مائل کرلیا' مسعودی کے الفاظ میں "مروان پہلا حکمران ہے جس نے اپنی تلوار کے زور سے تخت حاصل کیا تھا' اب مروان عبداللہ بن زبیر کے سب سے بڑے حامی ضحاک کی طرف فوج لے کر بڑھا' دمشق سے چند میل شمال مشرق میں مرج راہط کے مقام پر لڑائی ہوئی' جس میں مروان جیت گیا۔ اب سارے شام پر مروان کا قبضہ ہوچکا تھا' تھوڑی مدت بعد مصر بھی اس کے قبضہ میں آگیا' اب اس نے خالد اور عمرو سے عہد شکنی کرتے ہوئے اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ مرج کی لڑائی کے بعد حمیریوں اور مصریوں میں قبائلی رقابت بہت تیز ہوگئی حمیریوں نے اب کامیاب ہوجانے کے بعد اپنے رقیب قبیلے پر سختیاں کرنی شروع کردیں' یہ صورت حالات مروان اور اس کے جانشین عبدالملک کے عہد میں باقی رہی"۔

اسی زمانہ میں عراقیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کے لئے بغاوت کردی رات کے

Marfat.com

وقت انھوں نے امام حسین ؓ کے روضہ پر رو رو کر دعائیں مانگیں اور اگلی صبح وہ شامیوں کے خلاف لڑنے کے لئے نکلے۔ مروان نے انہیں شکست دی' بہت سے عراقی شکست کھانے کے بعد مختار کے پاس کوفہ چلے گئے۔

یزید کی بیوہ کے ہاتھوں مروان کی موت نے سازش اور تشدد کی زندگی کو ختم کردیا' مروان نے اس کے ساتھ اس لئے شادی کی تھی کہ وہ اس سے خالد کے ساتھیوں کی ہمدردی حاصل کرسکے گا۔ ایک دن مروان نے خالد کی بہت زیادہ بے عزتی کی۔اسی رات غصے میں آئی ہوئی ماں نے مروان کا خاتمہ کردیا۔

نواں باب

عبدالملک

مروان کی موت کے بعد عبدالملک کو امویوں کی اکثریت نے اپنا حاکم تسلیم کرلیا' عبدالملک نے اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لئے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لیا' اسی اثنا میں مختار نے اپنے آپ کو عراق میں مستحکم کرنے کے بعد امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لینا شروع کردیا' عبدالملک نے مختار کا مقابلہ کرنے کے لئے عبداللہ بن زیاد کو بھیجا۔ عبداللہ ابن زیاد لڑائی میں مارا گیا۔ مختار کے ساتھ شامیوں کی طویل لڑائی جاری رہی۔ آخرکار مختار ایک لڑائی میں کام آیا اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا گیا۔

عبدالملک نے چند سال میں شام کو دشمنوں سے صاف کردیا۔ عمرو ابن سعد نے بغاوت کی کوشش کی تھی' عبدالملک نے اسے اپنے محل میں بلواکر اپنے ہاتھ سے قتل کیا' شام میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے بعد عبدالملک نے عراق اور کلدہ کی طرف توجہ کی' جہاں عبداللہ بن زبیر کے نام پر مصعب حکومت کرتا تھا' عبدالملک کوفہ کی طرف روانہ ہوا' بہت جلد اس نے عراق پر قبضہ کرلیا' مصعب کو شکست دینے کے بعد عبدالملک نے عبداللہ بن زبیر کے خلاف فوج بھیجی' حجاج بن یوسف کی کمان میں ایک بہت بڑی فوج حجاز کی طرف روانہ ہوئی' اس فوج نے آسانی سے مدینے پر قبضہ کرلیا' مکّے کا پھر محاصرہ کرلیا گیا۔ منجنیقوں سے پتھر کے گولے شہر میں برسائے گئے' لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شامیوں کا مقابلہ جاری رہا' محاصرے کی وجہ سے شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کی کمی کی وجہ سے لوگوں نے شہر خالی کرنا شروع کردیا' اب مکّہ میں عبداللہ بن زبیر اور ان کے چند ساتھی باقی تھے' آخری حملہ کرنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی والدہ سے مشورہ پوچھا۔ ''میں لڑائی جاری رکھوں یا ہتھیار ڈال دوں'' اس پر عرب خاتون نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ''اگر تو خود کو حق پر سمجھتا ہے تو لڑائی جاری رکھ' نہیں تو ہتھیار ڈال دے''۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر تلوار لے کر نکلے اور آخری دم تک لڑتے رہے' عبداللہ بن زبیر کی نعش کو ایک سولی پر لٹکادیا گیا حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے دو مشہور ساتھیوں کے سروں کی مدینے میں

Marfat.com

نمائش کرنے کے بعد انہیں دمشق بھیج دیا گیا"۔

اب عبدالملک اسلامی سلطنت کے واحد مالک تھے۔ جنوبی ایران میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گورنر مصعب نے بھی عبدالملک کی اطاعت قبول کرلی' خراسان کے حاکم نے عبدالملک کی اطاعت کرنے سے انکار کردیا' عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی لڑائیوں کے زمانہ میں خارجیوں نے جنوبی ایران اور عراق میں بڑی طاقت حاصل کرلی تھی' ان کی تعداد اگرچہ بہت تھوڑی تھی' لیکن اس پر بھی انہوں نے عبدالملک کی بڑی بڑی فوجوں کو شکستیں دیں' چونکہ خارجیوں میں نظامِ حکومت کے مسئلہ نے بہت سی پارٹیاں پیدا کردیں تھیں' اس لئے وہ زیادہ دیر تک عبدالملک کی فوجوں کا مقابلہ نہ کرسکے' ایران میں خارجیوں کے زور کو مہلب نے توڑ دیا۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے کے لئے رومیوں نے مسلمانوں کے بعض علاقوں پر ہلّے بول دیئے' عبدالملک نے قدم قدم پر شکست دے کر انہیں پیچھے دھکیل دیا اور بازنطینی شہنشاہ کے بہت سے علاقہ پر قبضہ کرلیا' کابل کے گردونواح کے اضلاع بھی فتح کئے گئے۔ اسی طرح شمالی افریقہ کے بہت سے باغی علاقوں کو دوبارہ فتح کیا گیا۔

شمالی افریقہ کی فتح عربوں کا بہت شاندار کارنامہ ہے' ۶۹۳ء میں عبدالملک نے بربروں کا ملک فتح کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی' اس فوج کی کمان عقبہ کے لائق نائب زبیر کے ہاتھ میں تھی' زبیر اپنے افسر کی موت کے بعد برقہ میں بربروں کا مقابلہ کرتا رہا' زبیر کو پہلے حملے میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی اس نے باغیوں اور رومیوں کی متحدہ فوج کو شکست دی' اب زبیر نے تھوڑی سی فوج اپنے پاس رکھ کر باقی فوج کو مزید فتوحات کے لئے روانہ کردیا' ایک شدید لڑائی میں عربوں کا جرنیل مارا گیا' ایک مرتبہ بربر پھر مسلمانوں کے قبضہ میں سے نکل گیا' لیکن عبدالملک کی ذہانت یہاں بھی کام آئی' عبدالملک نے حسان بن نعمان کی کمان میں تیسری فوج بھیجی' اس فوج نے مخالفوں کو ہر مقام پر شکست دی' عربوں نے قیروان پر قبضہ کرلیا' کاز تھیج کو فتح کیا گیا' رومیوں اور بربروں کو شکست دی گئی' بچی کھچی رومی فوج ملک سے بھاگ نکلی' ایک مرتبہ پھر برقہ سے اوقیانوس کے ساحلوں تک سارا علاقہ عربوں کے قبضہ میں آگیا۔

اسی اثنا میں بربری اور اطلس کے وحشی قبائل ایک عورت کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ عرب مورخ اس عورت کو کاہنہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ کاہنہ کی بربری فوجوں نے عرب فوج کو گھیرلیا' اب عربوں کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی

Marfat.com

طرح برقہ پہنچ جائے۔ پانچ سال تک یہ کاہنہ شمالی افریقہ کی ملکہ بنی رہی' آخر کار عبدالمالک نے حسان بن نعمان کی مدد کے لئے ایک فوج بھیجی۔ جس طرح کشتی دریا کے سینہ کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے اسی طرح عبدالملک کی فوج بربروں کی فوج کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ کاہنہ نے عربوں کو فتوحات کے حاصل سے محروم کرنے کے لئے شہروں اور بستیوں کو جلانا شروع کردیا' محلات کو سطح زمین کے ساتھ ہموار کردیا گیا' اموال و املاک کو خاکستر میں ملادیا گیا' شہر اور دیہات ویران کردیئے گئے' باغوں کو اجاڑدیا گیا' ایک خوش حال ملک ویرانہ بن گیا۔ کاہنہ کی یہ پالیسی کسی کام نہ آئی' ملکی آبادی نے حسان بن نعمان کا خیرمقدم کیا' کوہِ اطلس کے دامن میں کاہنہ اور عربوں میں لڑائی ہوئی جس میں کاہنہ ماری گئی' بربروں نے تھک کر عربوں سے صلح کی درخواست کی' جسے عربوں نے اس شرط پر مان لیا کہ وہ پچیس ہزار سواریوں کی بھرتی دیں' اب بربروں میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ اسی اثنا میں بہت سے خارجی شمالی افریقہ پہنچ گئے۔ آگے چل کر ان خارجیوں کی وجہ سے شمالی افریقہ میں گاہے گاہے بغاوتیں ہوتی رہیں۔

حجاز کا سابق گورنر حجاج عراق' سیستان' کرمان' خراسان' کابل اور ماوراء النہر کے لئے عبدالملک کا نائب تھا' مغربی عرب کا ہاشم بن اسمٰعیل گورنر تھا' مصر کا گورنر عبدالملک کا بھائی عبدالعزیز تھا' حجاج ابن یوسف کے تشدد کی وجہ سے بہت سے علاقوں میں بغاوتیں ہوئیں۔ ایک بغاوت تو اتنی شدید تھی کہ قریب تھا کہ عبدالملک سب کچھ کھو بیٹھتا' جس زمانہ میں حجاج بن یوسف حجاز کا حاکم تھا' اس نے مدینے اور مکے کے لوگوں پر بڑی سختیاں کی تھیں' عراق کی گورنری کے زمانے میں اس نے ایک لاکھ پچاس ہزار لوگوں کو قتل کیا تھا' اس کی موت کے وقت پچاس ہزار مرد اور عورتیں جیلوں میں بند تھیں۔

خراسان میں حجاج کے نائب حاکم مہلب نے ۷۰۳ء میں وفات پائی۔ ایک عرب شاعر کے الفاظ میں "سخاوت اور دوستی اس کے ساتھ ہی مرگئی۔" مہلب کے بعد اس کا بیٹا یزید اس کا جانشین ہوا۔ تھوڑی مدت کے لئے حجاج نے اس کے ساتھ بہتر سلوک کیا۔

عبدالملک نے ۶۲ء برس کی عمر میں ۷۰۵ء میں وفات پائی' اسے شعرو شاعری سے بہت لگاؤ تھا' اس نے اپنے خاندان کے مفاد کے لئے بارہا خون بہایا' عبدالملک سب سے پہلا مسلمان حکمران ہے جس نے اپنی ٹکسال جاری کی' اس وقت تک سرکاری دفاتر کے رجسٹرو ریکارڈ یونانی یا فارسی میں رکھے جاتے تھے۔ عبدالملک کے حکم سے اب وہ عربی زبان میں رکھے جانے لگے' اپنی موت سے تھوڑی مدت پہلے اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو ترغیب

دی کہ وہ اس کے بیٹے ولید کے حق میں دستبردار ہوجائے لیکن عبدالعزیز نے اسے ماننے سے انکار کردیا۔ اس کے فوراً بعد عبدالعزیز وفات پاگیا اور ولید نہایت آسانی سے اپنے باپ کا جانشین بن گیا۔۵

---

۵ عبدالملک کی عظمت میں کسے کلام ہوسکتا ہے۔ اس نے اندرونی شورشوں اور فتنوں کا استیصال کیا۔ شمالی افریقہ کے بربریوں اور جزیرہ صقلیہ اور قرطاجنہ کے رومیوں کو اس سرکشی کی ایسی سزادی کہ ان علاقوں پر مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ ہوگیا اور وہاں امن و امان بحال ہوا۔

یہ زمانہ نہایت پرآشوب تھا۔ عبدالملک نے بڑے عزم و استقلال سے سلطنتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی اور غیرمعمولی جرأت محبت سے کام لے کر سیاسی مرکزیت بحال کی، باطل عقائد کا قلع قمع کیا۔ جھوٹے فرقوں کو سختی سے دبایا۔ اس کا یہ فعل صحیح العقیدہ مسلمانوں کی فتح اور سربلندی تھی۔ وہ بنوامیہ کی حکومت کا مجدّد یا موسس ثان ہے۔ اس بنا پر بعض مورخ اسے امیر معاویہ ؓ کا ہم پایہ قرار دیتے ہیں۔ اس میں شک و شبہہ کی ذرا بھر گنجائش نہیں کہ وہ سیاسی تدبر و دانش اور شجاعت و بسالت میں اپنے خاندان میں قابل رشک مقام رکھتا ہے۔

عبدالملک کے بعض تعمیری کارنامے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ وہ خود بڑا صاحب علم و فضل تھا۔ اس نے تعلیمِ قرآن کا خاص اہتمام کیا۔ اس مقصد کے لئے جابجا مدارس قائم کئے۔ عربی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ کئی شہر آباد کئے۔ مساجد تعمیر کرائیں۔

Marfat.com

دسواں باب

ولید اول

ولید کے تخت نشین ہوتے ہی حجاج نے جو ابھی تک مشرقی صوبوں کا وائسرائے تھا مہلب کے بیٹے اور جانشین یزید کو خراسان کی گورنری سے الگ کردیا حجاج نے اس کی جگہ قتیبہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا' دریائے جیحون کے شمال میں وسط ایشیاء میں مقدیوں کی قوم نے مسلمانوں سے صلح و صفائی کا وعدہ کر رکھا تھا' انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلمان آبادکاروں کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچائیں گے انہوں نے اس بات پر بھی رضامندی کا اظہار کردیا تھا کہ ان کے شہروں میں مسلمان عامل (ریذیڈنٹ) رہ سکیں گے' یہ عامل مسلمانوں کے مفاد کے نگراں ہوں گے' یزید کی برطرفی کے بعد انہوں نے اپنی آزادی کے لئے جدوجہد شروع کردی' انہوں نے ایک دم عربوں کے خلاف بغاوت کردی ' انہوں نے اپنے شہروں سے مسلم عاملوں کو نکال دیا اور مسلم آبادی کو قتل کردیا' دس سال کی متواتر لڑائیوں کے بعد قتیبہ نے ان پر قابو پالیا اور کاشغر تک وسط ایشیا کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔

اسی زمانے میں محمد بن قاسم حاکم مکران نے ہندوستان پر چڑھائی کر کے سندھ' ملتان اور پنجاب کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا' ولید کے سارے عہدِ حکومت میں ولید کا بھائی مسلمہ ایشیائے کوچک کی مسلم افواج کا سپہ سالار تھا' اس کی مدد کے لئے ولید کے بیٹے عباس کی فوج موجود رہتی تھی' ان دونوں کی متحدہ فوجوں نے ایشیائے کوچک کے بہت سے شہروں کو فتح کیا' اس زمانہ میں ایشیائے کوچک کے ایک وسیع حصہ پر عربوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔

۵۷ ء ہجری میں ولید نے اپنے چچیرے بھائی عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کا گورنر مقرر کیا۔ مدینے پہنچتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے ایک مجلس مشاورت قائم کی' آپ اس مجلس مشاورت کی مرضی کے بغیر کوئی حکم نافذ نہ کرتے' آپ نے اسلام کے مقدس شہروں کو بارونق بنانے کے لئے بڑی کوشش کی' آپ نے مدینے اور مکے میں بہت سی پبلک عمارتیں بنوائیں' آپ نے نئے تالاب بنوائے' مدینہ کو حجاز کے بڑے بڑے شہروں سے سڑکوں کے ذریعہ ملادیا آپ کے عہد میں حجاز کے تمام طبقوں کو فائدہ پہنچا' عمر بن عبدالعزیز کی نرم اور فراخ دل حکومت کے

Marfat.com

سبب عراق کے شہروں سے بہت سے لوگ ہجرت کرکے حجاز میں آباد ہوگئے' حجاج اس پر بہت برہم ہوا چنانچہ اس نے ولید سے شکایت کی' عبدالملک کی طرح ولید اول پر بھی حجاج کا بہت زیادہ اثر تھا۔ حجاج کی سازش آخر کامیاب ہوئی اور ۹۲ ہجری میں عمرو بن عبدالعزیز کو حجاز کی گورنری سے برطرف کردیا گیا' آپ کے جانشین نے ان تمام مہاجرین کو عراق بھیج دیا جو عمرو بن عبدالعزیز کے عہد میں حجاز میں متوطن ہوگئے تھے۔

اسی زمانہ میں حجاج نے یزید بن مہلب کو اس کے بھائیوں سمیت جیل میں بند کرکے ان کے ساتھ بدسلوکی کی' حجاج کے ستائے ہوئے لوگوں نے ان کے فرار میں مدد دی اور وہ بھاگ کر ولید کے بھائی اور جانشین سلیمان کے ہاں پناہ گزین ہوئے۔

اب ہم مغرب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کاہنہ کی موت کے بعد شمالی افریقہ پر حسان کا عہد حکومت نسبتاً" پرامن رہا۔ ۸۹ ہجری میں موسیٰ بن نصیر کو شمالی افریقہ کا وائسرائے مقرر کیا گیا' موسیٰ بن نصیر کا باپ حضرت معاویہ کے عہد میں پولیس کا چیف آفیسر تھا لیکن اس نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے سے انکار کردیا تھا' شمالی افریقہ کے سابق گورنر کی واپسی کے بعد بربری پھر بغاوت پر آمادہ ہوگئے' لیکن اس مرتبہ انہوں نے نئے وائسرائے کی قوت اور توانائی کا غلط اندازہ لگایا' موسیٰ بن نصیر نے کئی معرکوں میں بربروں کو شکستیں دیں' اس نے سازش کرنے والے یونانیوں کو ملک بدر کردیا' موسیٰ نے بربری سرداروں کے ساتھ نرم برتاؤ کرکے انہیں اپنی طرف مائل کرلیا' بربریوں کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے معلم مقرر کئے گئے۔ چنانچہ تھوڑی سی مدت میں ساری بربری قوم نے اسلام قبول کرلیا' عربوں کی بستیوں پر چونکہ بازنطینی بحیرہ روم کے جزیروں پر سے حملہ کرتے رہتے تھے' اس لئے موسیٰ بن نصیر نے میورقہ' منورقہ اور اویکا کے جزیروں کو فتح کرکے انہیں اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا۔ مسلم راج میں ان جزیروں نے خوب ترقی کی۔ عربوں نے ان جزیروں میں خوبصورت عمارتیں بنوائیں اور ان میں کئی ایک صنعتوں کو جاری کیا' اب موسیٰ بن نصیر اور حجاج کی نیابتی مملکت تقریباً" برابر تھی' اس مملکت میں بحیرہ روم کے کئی ایک جزیرہ شامل تھے' صرف قیوطہ پر ہسپانیہ کے گوتھک بادشاہ کی طرف سے کاؤنٹ جولین حکمران تھا۔ ہسپانیہ کا بادشاہ رومی شہنشاہ کا باج گزار تھا۔

جس زمانہ میں شمالی افریقہ میں رواداری اور خوش حالی کا دور دورہ تھا اس کا ہمسایہ جزیرہ نما ہسپانیہ گوتھک بادشاہوں کے تشدد تلے دبا ہوا تھا' ان بادشاہوں کے عہد حکومت میں ہسپانیہ کی حالت بدتر تھی' جس طرح رومیوں کے زمانہ میں امیر طبقوں سے ٹیکس نہیں لیا

Marfat.com

جاتا تھا' اس طرح گوتھک بادشاہوں کے عہد میں ہسپانیہ کی حکومت کا سارا مالی بوجھ نچلے طبقوں پر تھا ان طبقوں کی حالت بہت خراب تھی۔ بڑے بڑے ٹیکسوں نے صنعتی فروغ کو فنا کر رکھا تھا۔ ہسپانیہ میں نہ صنعت تھی نہ تجارت' ملک بڑے بڑے جاگیرداروں میں منقسم تھا' یہ جاگیردار بڑے بڑے محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ کھیتی باڑی کا کام غلاموں یا غلام کاشت کاروں کے سپرد تھا ان غلاموں اور غلام کاشت کاروں کے لئے جیتے جی کوئی سکھ نہیں تھا' وہ کسی چیز کو اپنا نہیں کہتے تھے۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرسکتے تھے۔ اگر دو جاگیرداروں کے غلام خاندان آپس میں شادی کرلیتے تو ان کی اولاد دونوں جاگیرداروں کے درمیان برابر بٹ جاتی' یہ غلام اخلاقی اور مادی ذلتوں کا شکار تھے۔

ہسپانیہ کے یہودی ہسپانیہ کے بادشاہوں' جاگیرداروں اور پادریوں کے ہاتھوں بڑی سختیاں جھیل چکے تھے' انہوں نے تنگ آکر بغاوت کی' جس کے ناکام ہونے کے بعد یہودیوں کا قتل عام کیا گیا' جو بچ گئے ان کا مال اسباب ضبط کر کے انہیں غلام بنالیا گیا' بچوں کو زبردستی عیسائی بنا لیا گیا۔ یہودیوں کو آپس میں شادی بیاہ کی اجازت نہیں تھی' یہودی غلام کے لئے ضروری ہوگیا تھا کہ وہ عیسائی غلام کی لڑکی سے بیاہا جائے۔ ہسپانیہ کے طول و عرض میں جن پادریوں کو اقتدار حاصل تھا' انہوں نے یہودیوں کی یہ گت بنائی تھی' تباہ حال شہری برباد شدہ غلام اور مظلوم یہودی سب کے سب کسی آنے والی گھڑی کے انتظار میں تھے' اسی انتظار میں انہیں غیر متوقع مقام سے مدد مل گئی۔ گوتھک راج کے مظلوم آبنائے کے اس پار امن و امان کو پاکر وہاں بھاگ جاتے' بہت سے ہسپانیوں نے اپنے پادریوں کے مظالم سے تنگ آکر اسلامی افریقہ میں پناہ لی' جس زمانہ میں شمالی افریقہ پر موسیٰ بن نصیر حکمران تھا اسی زمانہ میں ہسپانیہ کے تخت پر روڈریک قابض تھا۔ روڈریک نے ہسپانیہ کے سابق حکمران کو قتل کر کے تخت حاصل کیا تھا۔ ہسپانیہ کے پناہ گزینوں نے عربوں سے درخواست کی کہ وہ ہسپانیہ پر حملہ کرکے وہاں کی آبادی کو دکھ درد سے نجات دلائیں۔ قیوط کا حکمران جولین بھی درخواست کرنے والوں میں شامل تھا۔ ولید کی منظوری حاصل کرنے کے بعد موسیٰ نے ان کی درخواست منظور کرلی۔ اور طریف بن مالک کو ایک فوج سمیت جنوبی ہسپانیہ کے ساحل کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا' طریف کی رپورٹ ہسپانیہ پر عربوں کے حملے کے حق میں تھی' چنانچہ تیس اپریل ۷۱۱ء میں طارق بن زیاد سات ہزار سپاہیوں سمیت اس مقام پر اترا' جو آپ کے نام سے مشہور ہے اس چٹان کی اچھی طرح قلعہ بندی کرنے اور اسے ایک مضبوط فوجی

Marfat.com

ٹھکانہ بنانے کے بعد اس نے جزیرہ نما ہسپانیہ پر حملہ کردیا۔ جس گوتھک فوج نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے۔ اب طارق بن زیاد طلیطلہ کی طرف بڑھا۔ طارق کی فوج بارہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہوگئی۔ ہسپانیہ کا بادشاہ شمالی علاقوں میں ایک بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا۔ جوں ہی اس نے حملے کی اطلاع پائی' وہ اپنی راجدھانی کی طرف چل دیا۔ اس نے تمام جاگیرداروں کو حکم دے دیا کہ وہ سب اپنے اپنے دستوں سمیت قرطبہ پہنچ جائیں شاہی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی' جاگیرداروں کے دستوں کو ملاکر شاہ ہسپانیہ کے پاس ایک لاکھ سپاہی ہوگئے۔ دونوں فوجوں میں شذونہ کے جنوب میں مقابلہ ہوا۔

ہسپانیہ کے سابق بادشاہ کے بیٹوں نے روڈریک کا ساتھ چھوڑدیا' لیکن اس کے باوجود روڈریک کے پاس بہت بڑی فوج تھی' یہ فوج پوری طرح سے مسلح اور تربیت یافتہ تھی۔ اس فوج نے شروع میں عربوں کی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن یہ فوج طارق بن زیاد کے حملے کی تاب نہ لاسکی۔ گوتھک فوج منتشر ہوگئی' ہسپانیہ کا بادشاہ بھاگتا ہوا دریا میں ڈوب گیا۔ عربوں کی اس فتح کا نتیجہ بہت شاندار نکلا' اب ہسپانویوں میں عربوں کے مقابلہ کا حوصلہ نہ تھا مدینہ اور کارمونا نے اپنے دروازے عربوں پر کھول دیئے۔ اشیمیا میں روڈریک کی بچی کھچی فوج نے عربوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔

اب طارق بن زیاد نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا' اور اپنے ایک نائب کو قرطبہ بڑھنے کا حکم دیا' دوسرے حصہ نے مالقہ کا رخ کیا تیسرا حصہ غرناطہ کی جانب بڑھا۔ طارق بن زیاد نے ہسپانیہ کی راجدھانی طلیطلہ پر چڑھائی کی' مالقہ' غرناطہ اور قرطبہ پر عربوں کا آسانی سے قبضہ ہوگیا۔ ہسپانیہ کے امیروں نے یا تو اطاعت قبول کرلی یا پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے پھرے' بڑے بڑے پادریوں نے روم کی راہ لی۔ عوام یہودیوں اور غلاموں نے مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر ان کا خیرمقدم کیا' طارق بن زیاد کے پہنچنے پر طلیطلہ خالی ہوچکا تھا' طارق نے یہودیوں اور مسلمانوں پر مشتمل تھوڑی سی فوج کو طلیطلہ چھوڑ کر خود اسطونغہ تک ہسپانوی فوج کا پیچھا کیا' اسی اثنا میں اسی سال کا بوڑھا جرنیل اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ہسپانیہ کے ساحل پر اتر پڑا اس کی فوج میں یمنی عربوں کے اعلیٰ خاندان کے لوگوں کے علاوہ صحابہ کرام کے ورثا بھی شریک تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے نہایت آسانی سے شبیلہ اور ماروہ پر قبضہ کرلیا۔ طلیطلہ میں طارق اپنی فوج سمیت موسیٰ کے ساتھ شامل ہوگیا' متحدہ فوج ارغون کی طرف بڑھی' چند سال بعد عربوں نے پرتگال پر قبضہ کرلیا۔ عربوں نے الغرب کے نام سے ایک نیا صوبہ بنادیا۔ صرف استوار اس کے پہاڑوں میں ہسپانیہ

Marfat.com

کے عیسائی مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

طارق بن زیاد کو جلیقیہ کی مہم سر کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر فرانس میں داخل ہوگیا' اس نے فرانس کے اس حصہ کو نہایت آسانی سے فتح کرلیا' جو گوتھک سلطنت میں شامل تھا' پرینیز پہاڑ کی بلندیوں پر کھڑے ہوکر اس بہادر سپاہی نے سارے یورپ کو فتح کرنے کی سکیم بنائی' اگر اسے اس سکیم پر عمل کرنے کی اجازت مل جاتی تو اسے اپنے عزائم میں پوری پوری کامیابی ہوجاتی' یورپ اس کے قدموں پر تھا' یورپی قوموں میں اس وقت اتحاد مفقود تھا اس وقت یورپ میں کوئی ایسا سردار موجود نہیں تھا' جو عیسائیوں کی فوج کو عربوں کے مقابلے پر کھڑا کرسکتا' دربار دمشق کی محتاط اور مذبذب پالیسی کی بدولت یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ آنے والی آٹھ صدیوں تک جہالت میں غرق رہا' جب موسیٰ بن نصیر اٹلی میں داخل ہونے کے لئے فرانس میں آگے بڑھ رہا تھا تو ولید نے اپنے حکم سے اس کی پیش قدمی روک دی' اب موسیٰ نے ہسپانیہ کے کوہستانی علاقوں کی تسخیر پر توجہ کی۔ وہ جلیقیہ میں داخل ہوگیا۔ اس نے کئی قلعوں کو سر کیا۔ اس نے دشمنوں کو اشتوراس کے پہاڑوں کی طرف دھکیل دیا۔ موسیٰ بن نصیر پیلاؤ سے لڑ رہا تھا کہ دمشق سے ایک ایلچی وہاں پہنچا۔ اس ایلچی کے پاس موسیٰ اور طارق کی واپسی کے احکام تھے۔ ان دونوں کی واپسی اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھا ہسپانویوں کے گوریلا لیڈر پیلاؤ نے اپنی طاقت کو اس قدر منظم کرلیا جس کی بدولت اس نے آگے چل کر جنوبی ہسپانیہ کی مسلم ریاستوں میں تباہی مچادی' عرب فوج اپنے دو جرنیلوں سے محروم ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیلاؤ کے ساتھی منظم ہوگئے۔ ہسپانیہ چھوڑنے سے پہلے موسیٰ بن نصیر نے حکومت کا پورا پورا انتظام کردیا۔ دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو نئے صوبے کا وائسرائے بنایا' اس صوبہ کا صدر مقام اشبیلہ تھا' اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو شمالی افریقہ کا حاکم بنادیا۔ عبدالملک کو مراکو اور چوتھے بیٹے صالح کو ساحلی علاقے کا حاکم بناکر موسیٰ بن نصیر دمشق کی طرف روانہ ہوا' اس کے ساتھ اس کی فوج کے کافی سپاہی تھے۔

ہسپانیہ میں عربوں کے داخلہ سے ہسپانیہ کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ اس فتح نے ہسپانیہ میں ایک نہایت اہم مجلسی انقلاب پیدا کیا۔ مخصوص طبقات کے مراعات ختم ہوگئے صنعت و حرفت کا نیا دور شروع ہوا' واجبی ٹیکس لگائے گئے۔ عدل و انصاف کی راہیں کھل گئیں صرف ان امیروں اور پادریوں کی جائدادیں ضبط کرلی گئیں جو ملک سے بھاگ گئے تھے یا جنھوں نے گوتھک فوجوں کا ساتھ دیا تھا۔ ملک کے طول و عرض میں رواداری کا دور

دورہ قائم ہوگیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی، نظم و نسق کے لئے عربوں نے ہسپانیہ کو چار صوبوں میں تقسیم کیا۔ زاں بعد پری نیز کے علاقے کا ایک نیا صوبہ بنایا گیا، عربوں اور بربریوں نے شہروں میں رہائش اختیار کرنے کو ترجیح دی، اس سے وہ عیسائیوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے تو متحد ہوگئے لیکن اس سے قبائلی رقابت تیز ہوگئی، اسی رقابت نے آگے چل کر عربوں کو شدید ترین نقصان پہنچایا۔

اب ہم پھر مشرق کی طرف توجہ کرتے ہیں ولید دو جرنیلوں سے ملاقات کرنے سے پہلے ہی چل بسا، اپنے باپ کی طرح اس نے بھی اپنی موت سے پہلے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانے کی کوشش کی۔

نوسال اور سات مہینے کی شاندار حکومت کرنے کے بعد ولید نے ۷۱۵ء میں وفات پائی۔ وہ اپنے باپ عبدالملک اور اپنے دادا مروان سے زیادہ رحم دل تھا، وہ اپنے کئی جانشینوں سے بھی زیادہ رحم دل تھا اس نے دمشق کی جامع مسجد بنوائی، مدینہ اور بیت المقدس کی مسجدوں کو اس نے خوبصورت اور وسیع کروایا، اس نے سرحدوں کی حفاظت کے لئے بہت سے قلعے تعمیر کئے، اس نے اپنی سلطنت کے طول و عرض میں سڑکیں بنوائیں، کنوئیں کھدوائے، سکول اور ہسپتال کھلوائے، غریبوں کے لئے بیت المال سے وظیفے مقرر کئے اور اپاہجوں اور اندھوں کے لئے محتاج خانے بنوائے وہ خود منڈیوں میں جاکر نرخوں کے اتار چڑھاؤ کا مطالعہ کرتا وہ پہلا اموی خلیفہ تھا، جس نے ادب، آرٹ اور مصنوعات کی حوصلہ افزائی کی، ولید کے عہد حکومت میں امام زین العابدین علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ امام باقر علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے۔

Marfat.com

گیارھواں باب

سلیمان بن عبدالملک

عبدالملک کی وصیت کے مطابق ولید کی وفات کے بعد ولید کا بھائی سلیمان اس کا جانشین ہوا' سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشینی کے بعد عراق کے جیلوں کے دروازے کھول دیئے اور ہزاروں قیدیوں کو رہا کردیا گیا جنہیں حجاج نے بند کر رکھا تھا۔ اس نے حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ محصلوں کو برطرف کردیا اور بہت سے نافذ کردہ سخت قوانین کو منسوخ کردیا لیکن بہت جلد اس نے عربوں کے ان سرداروں پر سختیاں شروع کردیں جنھوں نے ولید کے بیٹے کو اس کا جانشین بنائے جانے کی کوشش میں ولید کا ساتھ دیا تھا' اب اس قبیلے کا اقتدار تھا۔ جس پر حجاج نے بے شمار سختیاں کی تھیں' یزید بن مہلب نے حجاج کی موت پر اس کے عزیزوں اور ساتھیوں پر سختیاں شروع کردیں۔ سلطنت کے ہر حصے میں ۔یمنیوں اور مضریوں میں لڑائی چھڑگئی' خراسان کی خانہ جنگی میں قتیبہ ایسا بڑا جرنیل مارا گیا' سلیمان نے موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کو محض اس بناء پر مرادیا کہ ان کا تعلق ۔یمنیوں سے" تھا' کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بن نصیر کے بیٹے عبدالعزیز کے قتل میں بھی سلیمان کا ہاتھ تھا۔ سندھ اور پنجاب کے فاتح محمد بن قاسم کو واپس بلوا لیا گیا۔ محمد بن قاسم کی صرف یہ خطا تھی کہ وہ حجاج کا بھتیجا تھا' محض اس خطاپر یزید بن مہلب نے اسے زندگی سے محروم کردیا' یزید نے اپنے ایک بھائی حبیب کو سندھ کا والی مقرر کیا' اس نے ہندوؤں پر عربوں کے اس اثر کو زائل کردیا جسے محمد بن قاسم نے سندھ میں پیدا کیا تھا۔

سلیمان کے عہد میں ہسپانیہ کے عربوں کو ان کے حال پر چھوڑدیا گیا عبدالعزیز کے قتل پر فوج نے موسیٰ بن نصیر کے بھتیجے ایوب بن حبیب کو اپنا سردار چنا۔ لیکن اس انتخاب کو شمالی افریقہ کے وائسرائے نے ماننے سے انکار کردیا۔ چند ماہ کے نظم و نسق کے بعد ایوب نے اشبیلیہ کی جگہ قرطبہ کو صدر مقام بنایا ہی تھا کہ اس کی جگہ الحر کو ہسپانیہ کا والی مقرر کیا گیا' ہسپانیہ کا نیا حاکم مضری تھا' الحر اپنے ساتھ شمالی افریقہ کے بڑے بڑے خاندان کے چارسوافراد لایا تھا' ان لوگوں نے ہسپانیہ میں مسلمان امارت قائم کی' اس وقت سے بنوعباس کے

Marfat.com

برسراقتدار آنے تک ہسپانیہ پر عرب گورنروں کی حکومت رہی جو دمشق یا شمالی افریقہ کے وائسرائے کی طرف سے مقرر کیے جاتے تھے' شمالی افریقہ کے وائسرائے کا صدر مقام قیروان تھا۔ ہسپانوی گورنر پر دمشق اور قیروان کے منقسم اقتدار کا بہت بڑا اثر پڑتا تھا۔ الحر تین سال تک ہسپانیہ کا گورنر رہا۔ اس کے عہد میں شمال کی جانب فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔

سلیمان بن عبدالملک نے وابق میں ایک رومی جرنیل لیو سے ملاقات کی' یہ بزنطینی جرنیل ایشیائے کوچک کی رومی فوجوں کا کمانڈر تھا۔ اس سازشی جرنیل نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا کہ عرب فوجوں کے لئے قسطنطنیہ کو فتح کرلینا بہت آسان ہے۔ اس مہم کے لئے اس نے اپنی خدمات بھی پیش کردیں۔ اس پر سلیمان نے مسلمہ کے ماتحت ایک فوج روانہ کی' اس فوج نے بڑی آسانی سے درہ دانیال کو عبور کرلیا۔ عربوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ سلیمان کے بیٹے نے تھریس کو فتح کیا۔ اب رومیوں نے مسلمہ کو تاوان جنگ ادا کرنے کی شرط پیش کی' مسلمہ نے اس شرط کو ماننے سے انکار کردیا۔ اسی اثنا میں بازنطینی شہنشاہ چل بسا۔ اس پر خوف زدہ رومیوں نے لیو کو دعوت دی کہ وہ تخت سنبھال لے۔ مسلمان فوجوں سے بھاگ کر لیو قسطنطنیہ پہنچا جہاں اسے شہنشاہ تسلیم کرلیا گیا چونکہ وہ مسلمان فوج کے کمزور پہلوؤں سے واقف تھا' اس لئے محاصرین کو اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

اس پسپائی کی تلافی یزید بن مہلب نے طبرستان اور کوہستان (قدیم میڈیا) کی فتوحات سے پورا کردیا' آخرکار سلیمان خود فوج لے کر قسطنطنیہ کی طرف بڑھا لیکن وابق کے مقام پر جہاں وہ سازشی لیو سے ملاقات کرچکا تھا بیمار پڑا اور فوت ہوگیا۔ سلیمان نے دو سال اور پانچ مہینے حکومت کرنے کے بعد ستمبر ۷۱۷ء میں وفات پائی۔

اپنے بھائی کی طرح وہ بھی اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا' اس کا بڑا بیٹا ایوب اس کی زندگی ہی میں مرچکا تھا۔ دوسرا بیٹا داؤد قسطنطنیہ کے محاصرے میں شریک ہوچکا تھا۔ اس کے متعلق یہ علم نہیں تھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں سلیمان نے بستر مرگ پر عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین اور یزید ابن عبدالملک کو ان کا جانشین مقرر کردیا۔ سلیمان کی سیرت مجموعہ اضداد تھی' وہ اپنے باپ کی طرح اپنے دشمنوں سے سختی کا برتاؤ کرتا تھا انتہائی درجہ آرام پسند ہونے کے باوجود وقت آنے پر انتہائی جرأت کا ثبوت دینے سے دریغ نہیں کرتا تھا سلیمان نے حجاج کے قیدیوں کو رہا کرکے لوگوں سے مفتاح الخیر کا لقب حاصل کیا۔ اس نے صرف قیدیوں کو رہا نہیں کیا' بلکہ ان کی مالی امداد بھی کی۔

Marfat.com

بارھواں باب

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ستمبر ۷۱۷ء میں تخت نشین ہوئے۔ آپ کے والد عبدالملک کے بھائی تھے۔ وہ ایک زمانہ میں مصر کے والی رہ چکے تھے ان کے عہدِ حکومت میں مصر نے خوب ترقی کی تھی' آپ کی والدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ آپ دیانت' عدل اور سادگی میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔ حکومت کی ذمہ داریوں کا آپ کو اس حد تک احساس تھا کہ ایک مرتبہ آپ نماز کے بعد رو رہے تھے کہ آپ کی زوجہ محترمہ نے اس کا سبب پوچھا۔ اس پر آپ نے کہا۔ اے فاطمہ! میں مسلمانوں اور اجنبیوں پر حکمران بنایا گیا ہوں ان غریب لوگوں کے متعلق سوچ رہا ہوں جنہیں دو وقت کا کھانا میسر نہیں آتا' جو بیمار ہیں اور ان کے پاس تن ڈھانپنے کو کپڑا نہیں۔ جن کا کنبہ زیادہ ہے اور آمدنی کم۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے ان لوگوں کے متعلق دریافت کرے گا۔ میں ڈر گیا کہ میری کوئی صفائی اس دن کام نہ آئے گی۔ لہٰذا میں رو پڑا۔

آپؒ نے خلیفہ ہوتے ہی شاہی اصطبل کے گھوڑے نیلام کردیئے اور تمام رقم کو بیت المال میں جمع کردیا' آپ نے اپنی زوجہ سے درخواست کی کہ وہ اپنے تمام جواہرات کو جو انہیں باپ اور بھائیوں سے ملے تھے بیت المال میں جمع کرادے' ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب فاطمہ کا بھائی یزید دوم تخت نشین ہوا تو اس نے اپنی بہن کے جواہرات واپس کرنے چاہے لیکن فاطمہ نے واپس لینے سے انکار کردیا۔

آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی دو عبادت گاہیں واپس کردیں' جو ان سے چھین لی گئی تھیں۔ آپ نے باغ فدک کو اہل بیت کے حوالے کردیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تبرا کو حکماً" بند کرادیا' اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر معمولی ظلم بھی کرتا تو اسے سخت سزا دی جاتی۔ عراق' خراسان اور سندھ کے علاقوں میں ٹیکسوں کے بوجھ کو ہلکا کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عہد حکومت اموی دور کا بہترین زمانہ ہے۔ مورخوں نے اس نیک دل حکمران کے عہد حکومت پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے اس پر دل کھول کر قلم اٹھایا۔

Marfat.com

آپ کے عہد حکومت میں خارجیوں نے آپ سے کہا کہ انہیں ان (حضرت عمر بن عبدالعزیز) کی حکومت پر کوئی اعتراض نہیں لیکن وہ سلیمان کے اس فیصلہ کے خلاف ہیں کہ یزید کو ان کا جانشین بنایا جائے۔ آپ نے سلطنت کو وسیع کرنے کی نسبت اس کے نظم و نسق کو بہتر بنانے پر وقت صرف کیا۔ مسلمہ کی اس فوج کو واپس بلا لیا گیا جس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رکھا تھا' تمام سرحدی مہموں کو بند کردیا گیا۔ صنعت و حرفت میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی' یزید ابن مہلب کو آئینی خلاف ورزی کے جرم میں حلب کے قلعہ میں بند کردیا' آپ نے سلطنت کے تمام گورنروں کے نام احکام بھیجے کہ وہ لوگوں پر سختی نہ کریں' اور نہ کوئی سخت قانون نافذ کریں۔ ایک دن آپ کے بیٹے عبدالملک نے آپ سے کہا کہ "آپ جن خامیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے زیادہ سختی کی ضرورت ہے" اس پر آپ نے جواب دیا کہ "تلوار کے زور سے جو اصلاح ہو وہ زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی۔"[2]

۷۱۹ء میں آپ نے ہسپانیہ کے گورنر الحر کو برطرف کرکے اس کی جگہ ایک یمنی سردار سمح بن مالک کو مقرر کیا۔ سمح بن مالک نے ہسپانیہ کے نظم و نسق میں بڑی قابلیت کا ثبوت دیا خلیفہ کے حکم کے مطابق ہسپانیہ کے مختلف قبیلوں اور مختلف مذہب کے لوگوں کی مردم شماری کی گئی' اس کے ساتھ ہی سارے ملک کی عام پیمائش کی گئی۔ سرقسطہ میں جامع مسجد بنوائی گئی۔ کئی ایک پل بنوائے گئے۔ ہسپانیہ میں امن و امان قائم کرنے کے بعد سمح نے سپتی مینیا کے باغیوں کو شکست دی۔ مئی ۷۲۱ء میں طولوس کی لڑائی میں سمح کی موت کے بعد عبدالرحمن نے کمان سنبھال لی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عام پسند حکومت سے اموی امیر بڑے نالاں تھے' انہیں اندیشہ تھا کہ اس طرح سیاسی اقتدار ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے خلاف سازش کی۔ آپ کو زہر دیا گیا۔ آپ کو دیر سمعان میں دفن کیا گیا۔[3]

---

(۱) اسی موقعہ پر آپ نے اپنی تمام جاگیر بھی واپس کردی اور مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "خلفائے بنوامیہ نے ہمیں ایسی جاگیریں دیں جنہیں دینے کا انہیں کوئی حق نہ تھا۔ میں ان سب جاگیروں کو ان کے اصلی حقداروں کو واپس کرتا ہوں کیونکہ ہم ان جاگیروں کے لینے کے بالکل حقدار نہ تھے۔ میں اس مہم کا آغاز اپنی ذات اور اپنے خاندان سے کرتا ہوں"۔ آپ نے اپنا سب مال و منال بیت المال میں جمع کروادیا یہاں تک کہ معمولی شے بھی اپنے پاس

Marfat.com

رہنے نہ دی۔

(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز ملت اسلامیہ کا اصل مرض پہچان گئے تھے۔ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ کسی حکومت کا کوئی گناہ اس سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن نہیں ہوتا کہ اس کے والی اور عمائد امراء اور حکام رعایا کے اموال مطلق العنانی کے ساتھ جا و بے جا تصرف کریں اور ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہ ہو۔ وہ رعایا پر ظلم کریں۔ اسے جی بھر کر لوٹ لیں۔ اس کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسے سلوک کریں۔ اور وقت کا حاکم چپ بیٹھا ہوا یہ تماشہ دیکھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فتوحات کی بجائے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن اساس قرار دے کر اپنی پوری کوشش اس پر صرف کی اور خلافت کے ہر وابستہ دامن میں یہ روح پھونکنے کی کوشش کی۔

(۳) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عدل گستری اور انصاف پسندی' حق نوازی اور پاک نیتی کے معترف دوست دشمن تھے۔ علامہ مسعودی کا بیان ہے کہ جب قیصر روم کو آپ لی وفات لی اطلاع ملی تو اسے سخت صدمہ ہوا۔ وہ بار بار آپ کا نام لیتا اور آپ کے مناقب بیان کرتا تھا' اور ساتھ ساتھ روتا بھی تھا۔ اسی سلسلہ میں وہ یہ بھی کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی شخص مردے زندہ کر سکتا تھا تو میرے خیال میں وہ عمر بن عبدالعزیز تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا کو چھوڑ کر کسی گرجا کے گوشہ میں بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ بلکہ میں اس راہب (حضرت عمر بن عبدالعزیز) کو دیکھ کر ہمیشہ حیران اور متعجب ہوتا ہوں کہ جو اپنے قدموں میں دنیا جہان رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ کی مثال ایک بازار کی ہے جس میں وہی چیزیں لائی جاتی ہیں جن کی مانگ ہوتی ہے۔ اگر بادشاہ خود نیک ہوگا تو رعایا بھی نیک ہوگی اگر وہ نیک نہیں تو رعایا سے نیکی کی امید رکھنا فضول ہے۔

آپ نے کوشش کی کہ نظام حکومت ہر قسم کے مفاسد سے پاک صاف ہوجائے اور اس میں خلافت راشدہ کی رنگت پیدا ہوجائے مگر وائے ناکامی آپ کا عہد خلافت بہت ہی مختصر تھا۔

تیرھواں باب

یزید بن عبدالملک

سلیمان کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد عبدالملک کا تیسرا بیٹا یزید تخت نشین ہوا۔ یزید کی شادی چونکہ حجاج کی بھتیجی سے ہوئی تھی اس لئے وہ بنو مضر کا حامی تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنو مضر اور بنو حمیر میں توازن برقرار رکھا تھا لیکن یزید بن عبدالملک کے عہد میں بنو حمیر کو بنو مضر کا جور و تشدد برداشت کرنا پڑا۔ یہ یزید بن مہلب کی اس پالیسی کا نتیجہ تھا جس کی رو سے اس نے سلیمان کے عہد حکومت میں حجاج پر سختیاں کی تھیں۔ یزید بن مہلب نے حجاج کے خاندان کے لوگوں کی دولت پر قبضہ کرنے کے لئے اس کی بھتیجی تک کو نہ چھوڑا۔ یزید بن عبدالملک کی منت سماجت کسی کام نہ آئی' اس پر یزید بن عبدالملک نے عہد کیا کہ اگر اسے کبھی اقتدار حاصل ہوا تو وہ مہلب کے بیٹے کے ٹکڑے کردے گا۔ اس پر یزید بن مہلب نے جواب دیا کہ وہ ایک لاکھ نیزوں سے اس کا مقابلہ کرے گا۔ جب یزید بن مہلب کو حلب کے قلعہ میں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز شدید طور پر علیل ہیں تو وہ قلعہ سے بھاگ نکلا۔ عراق میں پہنچ کر اس نے اپنے بھائی کے ساتھ بغاوت کا پھریرا لہرادیا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقلدین سے کہا کہ وہ اس خانہ جنگی میں غیرجانبدار رہیں لیکن اس پر بھی لوگوں نے یزید بن مہلب کا ساتھ دیا' یزید بن عبدالملک نے مسلمہ اور عباس بن ولید کو بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا' دونوں فوجوں کا فرات کے دائیں کنارے مقابلہ ہوا۔ باغیوں کو شکست ہوئی۔ یزید اور اس کا بھائی لڑتے ہوئے مارے گئے۔ یزید کے باقی ماندہ بھائی گران کی طرف بھاگ نکلے جہاں ان میں بعض ایک دوسری لڑائی میں مارے گئے اور بعض نے خاقان کے پاس پناہ لی۔ یزید بن مہلب کی بغاوت نے اموی تخت کو ہلادیا تھا۔ اس بغاوت کے فرو کرنے کے باوجود اس کے نتائج دوررس تھے۔

یمینیوں اور مضریوں میں ہسپانیہ' افریقہ اور مشرق میں ہر جگہ فساد ہوگیا۔ آذربائی جان میں عرب فوج کو شکست ہوئی ماوراءالنہر میں بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ صرف ایشیائے

Marfat.com

کوچک میں عرب رومیوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جاری کردہ اصلاحات ختم کردی گئیں۔ خارجیوں نے بھی یزید بن عبدالملک کی مخالفت شروع کردی۔

جب سلطنت کو چاروں طرف سے مشکلات کا سامنا تھا تو یزید بن عبدالملک اپنے حرم کی خواتین[1] سلامہ اور حبابہ سے دل بہلا رہے تھا۔ حبابہ کی موت کا یزید کو اتنا صدمہ ہوا کہ جلد ہی اس دنیا سے چل بسا۔ یزید بن عبدالملک نے مدینہ کے اس حاکم کو برطرف کردیا جو اہل بیت پر سختیاں کررہا تھا۔

یزید بن عبدالملک ہی کے عہد میں عباسیوں نے مشرق میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں۔ عباسی داعیوں نے سوداگروں کے بھیس میں اپنا کام شروع کردیا۔ امویوں نے عباسیوں کی اس تبلیغ کو کچلنا چاہا۔ لیکن وہ آہستہ آہستہ لوگوں میں عام ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ایران میں امویوں کے خلاف خفیہ تحریکوں کا جال بچھ گیا۔ چند سال بعد اسی تحریک نے امویوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس کے بیٹے عبداللہ کی وفات پر ان کے صاحبزادے علی اپنے خاندان کے امیر بنے' آپ کے بعد یہ مرتبہ محمد بن علی بن عبداللہ کو ملا۔ سب سے پہلے محمد بن علی بن عبداللہ نے اپنی موت پر اپنے بیٹے ابراہیم' عبداللہ ابوالعباس (السفاح) اور عبداللہ ابو جعفر (المنصور) کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین مقرر کیا۔

---

(۱) سلامہ اور حبابہ یزید بن عبدالملک کی محبوب ترین کنیزیں تھیں۔ عیش پسند اور آرام طلب یزید ہر وقت ان کی محبت میں گرفتار رہتا تھا۔ یہ عشق اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ جب حبابہ کا انتقال ہوا تو یزید نے تین روز تک اس کی نعش کو بے گوروکفن اپنے پاس رکھا اور بار بار اس کی نعش کو چومتا' پیار کرتا اور بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر روتا تھا۔

Marfat.com

چودھواں باب

ہشام بن عبدالملک

یزید بن عبدالملک کے وفات کے بعد اس کا بھائی ہشام اس سلطنت کا وارث بنا جس میں قبائل کی رقابتوں نے رخنہ پیدا کردیا تھا۔ داخلی اور خارجی لحاظ سے اس سلطنت کو مشکلات کا سامنا ہوا۔ مشرق میں ترکمانوں' خارجیوں اور عباسی داعیوں نے اموی سلطنت کی بنیاد ہلادی' قوم کے بہادر سپوت خانہ جنگی میں مرچکے تھے' یا پھر دربار دمشق کی سازشوں کا شکار ہوچکے تھے' یزید ابن عبدالملک نے سلطنت کا سارا کام کاج نااہل افسروں کے سپرد کردیا تھا۔ اس تاریکی میں بھی نظم و نسق کے آسمان پر کہیں کہیں چمکتے ہوئے ستارے دکھائی دے جاتے تھے' ذمہ دار افسروں کی اکثریت اسلامی جوش و خروش سے عاری ہوچکی تھی۔ اس موقعہ پر سلطنت کی ناؤ کھینے کے لئے بہادر اور قابل ملاح کی ضرورت تھی۔ ہشام بن عبدالملک اس کے لئے موزوں نہ تھا لیکن اس کے باوجود اس نے دربار دمشق میں اصلاح کی' لیکن شکی مزاج ہونے کی حیثیت میں وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا' وہ جاسوسی اور سازش کے ذریعہ اپنے مخالفوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ جھوٹی رپورٹوں کی بناء پر اس نے بارہا اپنی سلطنت کے بہترین افراد کو قربان کردیا۔ وہ گورنروں کو اس تیزی سے بدلتا چلاگیا کہ اس کا نتیجہ تباہ کن صورت میں رونما ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں صرف خالد بن عبداللہ قسری طویل مدت تک عراق کی گورنری پر قائم رہا۔ اس نے اپنی ذہانت سے بنومضر اور بنوحمیر میں توازن قائم رکھا۔ اس کے عہد میں ان دونوں قبیلوں میں مشکل سے کوئی فساد ہوا۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے اس کا سلوک بہت اچھا تھا۔ اس نے دونوں قوموں کے لوگوں پر بڑے بڑے عہدوں کے دروازے کھول دیئے۔ اس کے عروج کی طرح اس کا زوال بھی اچانک تھا۔

ہشام کے تخت نشین ہوتے ہی خراسان میں بنومضر اور بنوحمیر میں فساد شروع ہوگیا۔ اس فساد کو بڑی مشکل سے دبایا گیا۔ اسکے بعد سعدیوں نے بغاوت کردی۔ اس بغاوت میں بعض عربوں اور ترکمانوں نے بھی باغیوں کا ساتھ دیا اس بغاوت کو دبانے کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ یہاں تک کے عراق کے والی خالد بن عبداللہ نے اپنے بھائی اسد کو بغاوت

Marfat.com

فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ باغیوں کو فرعانہ سے باہر نکال دیا گیا۔ باغیوں نے خاقان کی مملکت میں پناہ لی۔ اسد ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے خاقان کی مملکت میں داخل ہوگیا' ایک لڑائی میں خاقان نے شکست کھائی۔ لڑائی کے بعد اس کے ایک سپاہی نے اسے قتل کردیا۔ خاقان کی موت کے تھوڑی مدت بعد اسد بھی چل بسا۔ اس کے بعد نصر بن سیار حاکم خراسان مقرر ہوا۔ اس کا عہد پُر امن تھا۔ اس نے سعدیوں کو ان کے شہروں میں آباد ہونے کے لئے دوبارہ بلالیا۔

جب وسط ایشیا میں یہ واقعات ہورہے تھے تو اس وقت شمالی ایران اور آرمینیا پر کاکیشیا میں رہنے والے قبائل حملہ کر رہے تھے۔ اس وقت آرمینیہ کا گورنر ہشام کا بھائی مسلمہ تھا۔ ۷۲۷ء میں ترکوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے ایران پر حملہ کردیا لیکن شکست کھائی۔ اس شکست کے بعد ترک قبائل ایران پر حملہ کرتے رہے۔ ان حملوں نے اتنی شدید صورت اختیار کرلی تھی کہ ہشام کو ایک مرتبہ پھر مسلمہ کو آرمینیہ کا گورنر بنانا پڑا' لیکن ایک سال بعد یہ عہدہ مروان کو دیاگیا۔ مروان نے ان قبیلوں کو ان کے علاقوں میں جاکر شکست دی۔ عربوں نے گرجستھان کو بھی فتح کیا۔ جنوبی عرب میں بھی بغاوتوں کو فرو کرنا پڑا۔ اسی عہد میں خارجیوں نے بھی کئی دفعہ سر اٹھایا۔

افریقہ اور ہسپانیہ میں تھوڑے وقت تک حالات بہتر رہے۔ عربوں نے اس مدت میں اپنے مقبوضات میں اضافہ کیا۔ فرانس میں بھی بہت سے علاقے فتح کیے گئے۔ مغرب میں ہشام کو کامیابی ہورہی تھی کہ ایک سال بعد شمالی افریقہ میں بربریوں اور خارجیوں نے بغاوت کردی۔ سسلی میں لڑنے والے جرنیل کو قیروان جانا پڑا' غزوہ الاشراف میں عربوں کے بڑے بڑے آدمی مارے گئے۔ اس شکست کا ہسپانیہ پر یہ اثر ہوا کہ وہاں بھی بغاوت ہوگئی۔ شمالی افریقہ کے نئے وائسرائے حنظلہ نے بربریوں کو شکست دے کر ان کی قوت توڑ دی۔ حنظلہ کے نرم اور پرامن عہد حکومت میں شمالی افریقہ ایک مرتبہ پھر خوش حال ہوگیا۔

ہسپانیہ کا مقبوضہ علاقہ اموی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ دوسرے ملکوں کی طرح اس ملک کے لوگوں نے بھی عربوں کا انداز زندگی اختیار کرلیا تھا' دمشق سے بہت دور ہونے کی وجہ سے ہسپانیہ پر مرکزی حکومت کی گرفت ڈھیلی ہوتی جارہی تھی۔ طورس کی دیواروں کے تلے سمح کی وفات کے بعد عرب فوج نے عبدالرحمن کو اپنا کمانڈر چن لیا۔ چند ماہ بعد قیروان کے وائسرائے غلبہ نے فرانس کو فتح کرنے کی مہم شروع کی' اس نے جنوبی فرانس کے کئی ایک اہم شہروں پر قبضہ کرلیا۔ غبہ کی موت نے فرانس کی مہم کو ایک مرتبہ پھر روک دیا۔ پانچ

سال میں ہسپانیہ کے پانچ گورنر مقرر کیے گئے اس مدت میں نظم و نسق کو کافی نقصان پہنچا۔ عبدالرحمن کے گورنر مقرر ہونے کے بعد ہسپانیہ کے عرب قبائل ایک مرتبہ پھر متحد ہوگئے۔ اس نے ہسپانیہ کے نظم و نسق کو بہتر بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ نظم و نسق پر پوری طرح سے قابو پانے کے بعد اس نے فرانس کو فتح کرنے کے لئے ایک فوج تیار کی اسی اثنا میں سردانی کے عرب گورنر نے ڈیوک آف ایکوی تیسن سے مل کر عبدالرحمن کے خلاف بغاوت کردی۔ عبدالرحمن نے اس باغی سردار کو شکست دی۔

ارغون اور نادرے نبرہ کی راہ سے عبدالرحمن ۷۳۲ء میں فرانس میں داخل ہوا۔ آرمیز پر قبضہ کرنے کے بعد عبدالرحمن بوردو کی جانب ہٹا۔ اس پر بھی عبدالرحمن نے نہایت آسانی سے قبضہ کرلیا۔ ڈیوک آف ایکوی تیسن کو پھر شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد اسلام کا پھریرا لائیز' بین کون اور سن کی دیواروں پر لہرانے لگا۔ ان شہروں میں تھوڑی فوج رکھنے کے بعد عبدالرحمن فرانس کی راجدھانی کی طرف بڑھا۔ اب ڈیوک نے مارے خوف کے چارلس سے امداد کی اپیل کی۔ چارلس نے ڈینیوب اور ایلب کے کناروں پر آباد وحشی قبائل میں سے ایک فوج بھرتی کرکے جنوب کی راہ لی۔ اسی اثنا میں عربوں نے طورس کو فتح کرلیا تھا۔ جب عربوں کا کمانڈر عبدالرحمن دریائے لواڑ کو عبور کرنا چاہتا تھا کہ اسے چارلس کی فوجوں کے آنے کی اطلاع ملی۔ عبدالرحمن نے پیچھے ہٹ کر طورس اور پوایک تیز کے درمیان صف بندی کرلی۔ مال غنیمت سے لدے ہوئے بربری سپاہیوں نے واپس جانے کا مطالبہ شروع کردیا۔ چارلس کی فوج نے دریائے لواڑ عبور کرکے عرب فوج کے قریب ہی ڈیرے ڈال دیئے۔ آٹھ دن تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ اگلے دن لڑائی ہوئی یہاں تک کہ تاریکی نے دونوں فوجوں کو ایک دوسرے سے الگ کردیا۔ اگلے دن پھر رن پڑا۔ عرب فوج میدان مار چکی تھی کہ اچانک یہ شور اٹھا کہ مال غنیمت کے خزانے خطرے میں ہیں۔ اس پر سپاہی اپنی صفوں سے نکل کر مال غنیمت بچانے کے لئے چل دیئے۔ عبدالرحمن نے ضبط قائم رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود' اسی اثنا میں دشمن کے ایک نیزے نے اس کا کام تمام کردیا۔ کمانڈر کی موت نے ساری فوج میں ابتری پیدا کردی۔ دشمن نے اس ابتری سے فائدے اٹھاتے ہوئے اپنے حملے کو تیز کردیا۔ رات کی تاریکی نے پھر دونوں فوجوں کو ایک دوسرے سے جدا کردیا۔

وقت کے وقت عبدالرحمن کے نائبوں میں اختلاف بڑھ گیا۔ فرانکوں پر فتح حاصل کرنا خارج از بحث تھا۔ اب صرف ایک ہی مسئلہ تھا کہ فوج کو سلامتی کے ساتھ کس طرح واپس

Marfat.com

پہنچایا جائے۔ تاریکی کی آڑ میں عرب جرنیلوں نے اپنی فوج سمیت سپتی مینیا کی راہ لی۔ دن چڑھے مخالف خیموں کو خاموش پاکر چارلس اور ڈیوک نے اسے کسی جنگی چال پر محمول کیا۔ وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھے۔ عرب خیموں میں سوائے زخمیوں کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ چارلس کے سپاہیوں نے ان زخمیوں پر تلوار اٹھائی۔ چارلس نے عرب فوج کے تعاقب کی جرأت کی۔ وہ فوراً ہی شمال کی طرف چل پڑا۔ طورس کے میدان میں عربوں نے اس عالمگیر سلطنت کو کھودیا، جو تقریباً ان کی مٹھی میں آچکی تھی۔ مسلمانوں کی تفرقہ بازی انہیں لے ڈوبی۔ عربوں کی تاریخ میں طورس کا میدان بلاط الشہداء کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس جنگ میں عبدالرحمٰن کے ساتھ کئی بڑے بڑے مسلمان شہید ہوئے تھے۔

عیسائی مورخوں نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں عرب فوج کے تین لاکھ ساٹھ ہزار سپاہی کام آئے۔ حالانکہ عبدالرحمٰن اس سے ایک چوتھائی فوج لے کر فرانس میں داخل ہوا تھا۔ اس مبالغہ آمیزی کا اس حقیقت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ باوجود باہمی اختلاف اور فساد کے تھوڑی مدت بعد پھر عربوں نے فرانس پر ہلہ بول دیا تھا۔ اگرچہ یہ نئی فوج عبدالرحمٰن کی فوج کی طرح کیل کانٹے سے پوری طرح لیس نہیں تھی۔ اپنے سردار کی موت سے جوش میں آکر لیموسن کے گرجا کو عربوں نے تباہ کردیا۔

عبدالرحمن کے نائب نے بہت جلد عرب فوج کی تباہی کی خبر قیروان اور دمشق میں بھجوادی ہشام نے فوراً ہسپانیہ میں عبدالملک بن قسطن کو گورنر بناکر بھیج دیا۔ ہشام نے عبدالملک کو ہدایت کی کہ وہ عربوں کے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرے۔ ہسپانیہ کے شمالی علاقے کے لوگوں نے عبدالرحمن کی موت سے فائدہ اٹھانے کے لئے بغاوت کردی۔ نئے گورنر نے سب سے پہلے ارغون اور نبرہ کی طرف توجہ کی۔ باغیوں نے کئی لڑائیوں میں شکست کھانے کے بعد آخرکار صلح کی درخواست کی اب عبدالملک نے لانجنی روک میں داخل ہوکر وہاں کی قلعہ بندیوں کو مضبوط کیا۔ ۷۳۴ء میں فاربون کے نائب حاکم یوسف نے مارسیلز کے ڈیوک کو اپنے ساتھ ملاکر دریائے دین کو عبور کرلیا۔ سین ریمی پر قبضہ کرنے کے بعد وہ لوگ نون کی طرف بڑھے۔ عربوں نے معمولی محاصرہ کے بعد اس شہر پر قبضہ کرلیا اس کے بعد عبدالملک جنوب کی طرف بڑھا لیکن نومبر ۷۳۴ء میں اسے برطرف کردیا گیا۔ عرب مورخ اس کی برطرفی کے مختلف اسباب بیان کرتے ہیں۔ اپنے پانچ سالہ عہدِ حکومت میں وہ کئی مرتبہ فرانس میں داخل ہوا۔ وہ مسلم فوج کو پرانی سرحدوں سے بہت آگے لے گیا تھا۔ اس کے عہد میں لانجنی روک کے عربوں نے اپنی حفاظت کے لئے قلعے بندیوں کو مضبوط

Marfat.com

کیا۔

۷۳۶ء میں اس نے ڈافنی میں داخل ہو کر سینی پال' ترایوشاطے' دون' زیرے وانسے اور نیولائینز پر قبضہ کرلیا۔ پدمون پر ایک سال پہلے حملہ ہوچکا تھا ضروری مقامات پر چھاؤنیاں قائم کی جاچکی تھیں' چارلس نے' جس نے اب مارٹل کا لقب اختیار کرلیا تھا عربوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر لومبادروں کے بادشاہ سے امداد طلب کی۔ اس پر بادشاہ کا بھائی شلدربراں بہت سی فوج لے کر چارلس کی فوج سے آملا' دونوں فوجوں نے عرب مقبوضات پر حملہ شروع کئے۔ اسی اثناء میں چارلس نے پہاڑی قبیلوں کو اکسایا کہ وہ عربوں پر پایئری نیز کے درے بند کردیں۔ اس طرح عربوں پر ہر طرف سے حملے شروع کردیئے گئے لوگ نون پر چارلس کا قبضہ ہوجانے کے بعد وہاں کی ساری مسلم آبادی کو قتل کردیا گیا۔ چارلس نے ناربوں کا محاصرہ کرلیا لیکن عربوں کی شدید مزاحمت دیکھ کر اس نے محاصرہ اٹھالیا۔ چارلس نے عربوں کی کسی مزید پیشقدمی کو روکنے کے لئے دریائے لواڑ کے جنوبی علاقے کو ویرانے میں بدل دیا۔ بریزاگدی اور دوسرے شہر جنہیں عربوں نے خوبصورت بنایا تھا زمین کے ساتھ ہموار کردیئے۔ نمیز جو پرانے وقتوں کی عمارتوں کے لئے مشہور تھا جلا کر راکھ کا ڈھیر کردیا گیا' ایک فرانسیسی مورخ اس حرکت کو بہت ہی افسوس ناک بیان کرتا ہے۔ میکی لون جس نے عربوں کی موجودگی میں بڑی ترقی کرلی تھی پوری طرح سے تباہ کردیا گیا۔ جب فرانس میں یہ صورت حالات تھی تو اس وقت جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے شمالی افریقہ میں بربریوں نے بغاوت کردی تھی۔

افریقہ ہی کی بدامنی نے ہسپانیہ میں مشکلات پیدا کیں۔ ۷۴۰ء میں عبدالملک نے ابن قطن عقبہ کے خلاف بغاوت کردی۔ عبدالملک نے حکومت پر قبضہ کرلیا۔ بلج کے زیر کمان ایک شامی فوج نے ہسپانیہ میں پہنچ کر حالات کو اور زیادہ نازک کردیا۔ ایک لڑائی میں عبدالملک مارا گیا۔ اس کی نعش کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ بلج بھی ان زخموں سے بچ نہ سکا اور مرگیا۔ عرب شاہوں نے ثعلبہ کو اندلس کا گورنر بناکر خانہ جنگی کو جاری رکھا۔ ہسپانوی مسلمانوں نے عبدالملک کے بیٹے کا ساتھ دیا۔ شامی ثعلبہ کے طرفدار تھے اور بربری اپنے مقاصد کے لئے لڑ رہے تھے۔ ہسپانیہ کا نظم و نسق ملکی طور پر تباہ ہوچکا تھا۔ فرانس کی چھاؤنیوں کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ ناربوں کے عرب کمانڈر نے شہر خالی کردیا۔ اسی طرح عربوں نے ہسپانیہ کے کئی ایک دوسرے شہروں کو بھی خالی کردیا۔ اگر اس وقت چارلس کا بیٹا بپین عربوں پر حملہ کردیتا تو وہ انہیں مزاحمت سے خالی پاتا۔ لیکن فرانسیسوں کو ابھی تک

Marfat.com

پچھلی لڑائیاں یاد تھیں۔ اس لئے انہوں نے حملہ کی اتنی تاخیر کی کہ عرب باہمی لڑائیوں سے بہت کمزور ہوگئے۔ جب ہسپانیہ کے مسلمان خانہ جنگی میں مصروف تھے تو داخلی حالات پہلے سے زیادہ خراب ہوتے جارہے تھے۔

ہشام کے تخت نشین ہوتے ہی عراق کی حکومت خالد کے سپرد تھی اس نے حکومت کے کاروبار کو اچھی طرح سے چلایا۔ اس کے نظم و نسق کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے دشمن ہوگئے اور انہوں نے خالد کے خلاف ہشام کے کان بھرنے شروع کردیئے۔ یہاں تک کہ ہشام نے اسے عراق کی حکومت سے علیحدہ کردیا۔ خالد کی جگہ یوسف بن عمر کو عراق کا گورنر مقرر کیاگیا۔ وہ مضری تھا۔ اسے خالد سے نفرت تھی۔ یوسف بن عمر نے خالد کو گرفتار کرلیا لیکن ہشام کے حکم سے رہا کردیا گیا۔

خالد کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ بنوہاشم سے اچھا سلوک کرتا تھا۔ یوسف بن عمر نے بنوہاشم پر سختیاں شروع کردیں ہشام نے یوسف بن عمر کے کام میں کوئی مدافعت نہ کی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زید نے ہاشم سے اس بدسلوکی کی شکایت کی لیکن ہشام نے ان کے ساتھ بھی ناروا سلوک کیا۔ اس پر آپ نے کوفہ پہنچ کر ایک جمعیت کو امویوں کے خلاف کھڑا کردیا حضرت زید شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ کی نعش کو ایک خفیہ مقام میں سپرد خاک کیا لیکن امویوں نے آپ کی آخری آرام گاہ کا پتہ کرکے آپ کی نعش کو وہاں سے نکال کر جلادیا۔ راکھ کو فرات میں پھینک دیا گیا۔ حضرت زید کا نوجوان بیٹا یحیٰی خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ اسی اثنا میں ابومسلم خراسانی نے خراسان میں عباسیوں کے حق میں اشاعت شروع کردی۔ ہشام کی موت نے ابومسلم کے کام کو اور زیادہ آسان کردیا۔ ہشام[1] نے فروری ۷۴۳ء میں وفات پائی اس کا بھتیجا ولید دوم اس کا جانشین ہوا۔

امام محمد باقر نے ہشام کے عہد میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے امام جعفر صادق آپ کے جانشین ہوئے۔

---

[1] ہشام اپنی فراست' تدبیر اور سیاست کی بنا پر بنو امیّہ کے بہترین خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔ اسے امیر معاویہ عبدالملک کے پہلو میں جگہ دی جاسکتی ہے' وہ روپیہ خرچ کرنے میں بے حد محتاط تھا۔ عمال کے متعلق اس کا مسلک حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ملتا جلتا تھا۔ ٹیکس اور خراج وصول کرنے اور انہیں تقسیم کرنے کا جتنا اعلیٰ انتظام ہشام نے کیا ویسا انتظام کسی اور عہد میں نظر نہیں آتا۔ تعمیری کارناموں کے لحاظ سے اس کا دور بہت مشہور ہے۔ فتوحات کے اعتبار سے ہشام کا زمانہ

Marfat.com

بنوامیہ کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

اس نے باطل عقائد کو دبایا اور مفسدین کو باطل خیالات کی اشاعت سے روکا۔ خلق قرآن کا فتنہ سب سے پہلے اس کے عہد میں پیدا ہوا۔ ہشام کو علم ہوا تو اس نے اس فتنہ کے بانی جعد بن دریم کو گرفتار کیا اور عراق کے گورنر خالد بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اسے قتل کردے۔ اس نے تساہل سے کام لیا تو اس کی سرزنش کی اور سختی سے حکم دیا کہ وہ اسے قتل کرے چنانچہ عین عید قربان کے روز اسے قتل کردیا گیا۔

غیلان بن یونس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایام میں قدریہ عقائد کا اظہار کیا آپ نے اسے بلایا۔ بحث سے قائل کیا۔ اس نے توبہ کرلی، مگر ہشام کے زمانے میں اس نے پھر اپنے عقائد کی اشاعت کی۔ ہشام نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔

ہشام بنو امیہ کا آخری خلیفہ ہے جس نے اپنے زبردست ہاتھوں سے اسلام کی سیاسی مرکزیت کو تھامے رکھا اور اس میں کسی قسم کا ضعف پیدا نہ ہونے دیا۔

پندرھواں باب

ولید دوم

جب ۷۴۳ء میں ہشام نے وفات پائی تو اس وقت عربوں کی سلطنت اپنی انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ یورپ میں جنوبی فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال پر قبضہ ہو چکا تھا۔ بحیرۂ روم کے جزیروں میں سے مجور کا، مینور کا، ایویکا، کارسیکا، سارونیا، کریٹ، روڈیس، قبرص اور سسلی کا ایک حصہ عربوں کے قبضہ میں تھا، ان کے علاوہ یونانی ناپومنڈل کے کئی ایک جزیرے بھی ان کے قبضہ میں آ چکے تھے۔ شمالی افریقہ میں آبنائے جبل الطارق سے خاکنائے سویز تک اور ایشیا میں صحرائے سینا سے منگولیا کے میدانوں تک سارے علاقے پر قابض ہو چکے تھے لیکن مشرق اور مغرب دونوں میں نااتفاقی کی وجہ سے یہ عالی شان سلطنت کمزور ہو رہی تھی۔ اس نازک گھڑی میں ہشام کی وفات نے حالات کو اور نازک بنا دیا۔ اس کا بیٹا ولید دوم اپنے باپ کی سی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عام لوگ اس کی زندگی سے متنفر تھے۔ ہشام چاہتا تھا کہ اپنے جانشین کو بدل دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

اپنے چچا کی موت کی خبر سن کر ولید اردن سے دمشق پہنچ گیا۔ اس نے اپنی حکومت کا آغاز ہشام کے خاندان کو محلات میں نکالنے سے کیا۔ ہشام کی تدفین تک بھی کئی ایک ناخوش گوار حالات رونما ہو چکے تھے۔

شروع شروع میں ولید نے سپاہیوں کی تنخواہ بڑھا دی اور محتاجوں کے وظائف میں اضافہ کیا لیکن یہ اچھے کام بہت جلد ولید کی فطرت تلے دب گئے۔ عراق کا سابق گورنر خالد اس وقت دمشق ہی میں رہتا تھا۔ ولید نے اسے یوسف کے حوالے کر دیا۔ یوسف نے اسے مروا دیا۔ اسی طرح یحییٰ کو بھی قتل کر کے اس کے سر کو دمشق میں صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ یحییٰ کے قتل نے خراسان میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اس نے اموی اختتام کو قریب تر کر دیا۔ لوگوں نے بہت زیادہ غم کا اظہار کیا۔ یحییٰ کے قتل کے دن جس قدر لڑکے پیدا ہوئے ان سب کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ جب ابو مسلم نے لوگوں کو اپنے گرد بلایا تو وہ جوق در جوق انتقام لینے کے لئے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے جمع ہو گئے۔ زاں بعد سیاہ رنگ عباسیوں کا نشان بن گیا جن امویوں

Marfat.com

نے یحییٰ کے قتل میں حصہ لیا تھا انہیں چن چن کر قتل کر دیا گیا۔

ہشام نے ثعلبہ کو ہسپانیہ کے گورنر بنائے جانے کی تصدیق کر دی تھی۔ اس نے یمینیوں کی اتنی حمایت کی کہ مصری اور بلادیوں (ہسپانوی مسلمان) اس کے خلاف متحد ہوگئے۔ اس نے اتحادیوں کو ماروہ کی دیواروں تلے شکست دی۔ ثعلبہ نے دس ہزار باغیوں کو گرفتار کرلیا تھا۔ وہ ان سب کو دوسرے دن قتل کرنا چاہتا تھا کہ ہشام کی طرف سے مقرر کردہ گورنر وہاں پہنچ گیا۔ قرطبہ کے قریب ایک لڑائی میں یہ نیا گورنر مارا گیا۔ سولہ ماہ تک ہسپانیہ ایک عارضی گورنر کے ماتحت رہا یہاں تک کہ دسمبر۷۴۶ء میں یوسف ہسپانیہ کا گورنر مقرر کیا۔ یوسف کے تقرر نے دونوں پارٹیوں کے اختلاف کو ختم کردیا دس سال تک یوسف ہسپانیہ کا گورنر رہا۔ اس مدت میں دمشق کی طرف سے ہسپانیہ کے معاملات میں کسی قسم کا دخل نہ دیا گیا۔ اگر ۷۵۵ء میں ہشام کا پوتا عبدالرحمن عباسیوں کے انتقام سے بچ کر ہسپانیہ نہ پہنچ سکتا تو عین ممکن تھا کہ ہسپانیہ میں یوسف اپنی خاندانی حکومت قائم کرلیتا۔ عبدالرحمن کے وہاں پہنچ جانے سے تمام حالات بدل گئے۔ اس اموی شہزادے نے اپنی قابلیت 'صلاحیت اور جرأت سے تمام حالات پر قابو پانے کے بعد ہسپانیہ میں اپنے خاندان کی حکومت قائم کرلی۔ اب ہسپانیہ کی تاریخ مرکزی خلافت کی تاریخ سے ہٹ کر علیحدہ طور پر بیان کی جائے گی۔

جب یوسف اپنے مخالفوں سے لڑ رہا تھا تو پیپن نے حملہ کردیا اور فرانس کے شہروں پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ جن شہروں کی رونق کو عربوں نے دوبالا کیا تھا انہی پیپن کی فوج نے ویرانوں میں بدل دیا۔ اس تباہی سے ان علاقوں میں قحط پڑا جس میں لوگ بھوکوں مرگئے۔ ۷۵۵ء میں عربوں کے پاس صرف نارجون رہ گیا تھا۔ پیپن نے تین سال تک اس شہر کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخرکار فرانکوں نے شہر پر قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں کو چن چن کر قتل کردیا گیا۔ جنوبی فرانس کے چھن جانے کے بعد بلکے کے کئی ایک ساحلی شہروں سے عربوں کا قبضہ اٹھ گیا۔

شمالی افریقہ میں بربریوں اور خارجیوں نے حنظلہ کے اقتدار کو تسلیم کرلیا تھا۔ تجارت اور صنعت نے ایک مرتبہ پھر ترقی کی۔ ۷۴۸ء میں عبدالرحمٰن بن حبیب نے بغاوت کی۔ چونکہ حنظلہ خون ریزی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ ایشیا کی طرف چل دیا۔ عبدالرحمن بن حبیب نے قیروان پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے وائسرائے ہونے کا اعلان کردیا۔ دس سال تک عبدالرحمٰن بن حبیب کا اقتدار رہا۔

Marfat.com

دمشق کے اموی اکابر میں ولید دوم کے عہد میں پہلی مرتبہ شدید اختلاف پیدا ہوا' ولید دوم کی عشرت پسندی سے بڑے بڑے اموی سردار نالاں تھے ان میں سے کئی ایک نے تنگ آکر اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خالد کے قتل سے شام کے بنوحمیر جوش میں آگئے تھے۔ انہوں نے ولید کے خلاف بغاوت کردی۔ اس بغاوت کی رہ نمائی ولید اول کے بیٹے اور عبدالملک کے پوتے یزید نے کی۔ دمشق کے عوام نے بھی یزید کا ساتھ دیا۔ ولید دوم ایک قلعہ میں محصور کرلیا گیا۔ اس نے باغیوں سے صلح کی بات چیت کرنا چاہی لیکن باغیوں نے انکار کردیا۔ قلعہ کا دروازہ توڑ دیا گیاباغیوں نے اس کے سر کو نیزے پر رکھ کر دمشق کے بازاروں میں مظاہرہ کیا۔

ولید دوم کی موت کے بعد باغیوں نے اپنے لیڈر یزید سوم کو تخت پر بٹھایا یزید سوم بہت زیادہ پارسا تھا۔ مذہب کا بہت بڑا پابند تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی ایک خطبہ میں اپنی بغاوت کے اسباب بیان کئے اسی خطبہ میں اس نے قیام امن کا یقین دلایا۔ اگر وہ زیادہ دیر تک جیتا رہتا تو وہ ایک بہت ہی قابل حکمران ثابت ہوتا لیکن اس کا عہد حکومت بہت ہی مختصر تھا۔ حمص اور فلسطین میں بغاوتوں کو دبا دیا گیا۔ چھ ماہ کی مختصر حکومت کے بعد وہ اس دنیا سے چل بسا۔

یزید سوم کے بعد اس کا بھائی تخت نشین ہوا' اس کا اثر دمشق تک ہی محدود تھا۔ اس نے دو ماہ اور دس دن حکومت کی' ابراہیم کا شمار خلفاء کی فہرست میں نہیں ہوتا۔ یزید سوم نے ولید دوم کے بیٹوں کو قید کرلیا تھا مروان نے آرمینیا سے دمشق پر چڑھائی کردی تاکہ ولید دوم کے بیٹوں کو قید سے نکالے۔ ابراہیم اور مروان کی فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ مروان جیت گیا۔ جونہی مروان دمشق میں داخل ہوا۔ ابراہیم ولید کے بیٹوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے بھاگ نکلا۔ ولید دوم کے خاندان کے لوگوں نے ابراہیم کے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ انہوں نے یزید سوم کی قبر کھود کر اس کی نعش کو شہر کے دروازے پر لٹکادیا۔

دمشق میں بدامنی پھیل چکی تھی۔ شہر کے بڑے بڑے لوگوں نے مروان کا خیرمقدم کیا۔ مروان کے خلیفہ ہونے کا اعلان کردیا گیا' بہت جلد لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی کیونکہ انہیں توقع تھی کہ ایک بہادر سپاہی بدامنی میں گھرے ہوئے ملک کو پھر سے باامن بنادے گا۔

Marfat.com

سولھواں باب

امویوں کا زوال

مروان دوم اپنی گورنری کے زمانہ میں آرمینیہ میں بڑی قابلیت اور شجاعت کا ثبوت دے چکا تھا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے حملوں کو کئی مرتبہ پسپا کرچکا تھا۔ وہ اپنی جسمانی طاقت اور قوت کے سبب بہت مشہور ہوچکا تھا۔ وہ ہسپانیہ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا۔ وہ اپنی سادگی میں بھی عام سپاہیوں سے ملتا جلتا تھا۔ اس نے محل کی زندگی میں بھی اپنی سادگی کو قائم رکھا تھا' حالانکہ اس زمانہ میں اس کے خاندان کے حکمرانوں میں عیش و عشرت گھر کرچکی تھی اسے قدیم تاریخ کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ وہ قدیم تاریخ کے بعض اہم واقعات کے متعلق اپنے مشیروں اور مصاحبوں سے بحث کرتا تھا۔ تخت نشینی کے وقت مروان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ لیکن اس کی سرگرمیوں نے ثابت کردیا تھا کہ سن و سال کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اموی خاندان کے بچانے کے لئے بہادری سے زیادہ اس کی قابلیت کی ضرورت تھی جو قبائلی رقابتوں کو مٹاسکتی تھی۔ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح مروان بھی اس صلاحیت سے محروم تھا۔ اگر مروان کے قلب و نظر میں وسعت ہوتی تو ایشیا کی تاریخ یکسر بدل جاتی۔ مروان نے قبائلی تنازعات کو ختم کرنے کی جگہ انہیں تیز کردیا۔ اس نے ۔یمنیوں کی مخالف جماعت کا اس حد تک ساتھ دیا کہ شاعروں تک نے ان کی مظلومی کو بیان کرنا شروع کردیا۔ ان نظموں نے شہریوں اور بدویوں دونوں کے سینوں میں آگ لگادی۔ اب ہر جگہ بنو مضر اور بنو حمیر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔

ایشیائے عرب میں حالات نے نازک صورت اختیار کرلی تھی۔ پارسا اور فضلاء و سیاست سے الگ ہوگئے۔ سیاست کی باگ ڈور اب خودغرض لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ کسی بہت بڑے حادثے کا انتظار ہورہا تھا۔ مروان کے تخت نشین ہوتے ہی حمص اور فلسطین میں بغاوت ہوگئی۔ خارجیوں نے صحرا سے نکل کر امویوں کی مخالفت شروع کردی۔ انہوں نے تھوڑی مدت کے لئے یمن حجاز اور عراق پر قبضہ کرلیا تھا۔ مروان نے خارجیوں کا مقابلہ کرنے میں سپاہیانہ جرأت علاقانہ رہنمائی کا ثبوت دیا' حمص اور فلسطین میں بغاوتوں کو فرد کرنے

کے بعد وہ عراق کی طرف بڑھا۔ اس نے خارجیوں کو دجلہ کے پار بھگا دیا۔ مروان کے ایک جرنیل نے حجاز اور یمن سے بھی خارجیوں کو نکال دیا۔ عراق سے بھاگے ہوئے خارجیوں نے ایران میں پناہ لے کر وہاں کی بے چینی میں مزید اضافہ کیا۔ حجاز اور یمن سے بھاگے ہوئے خارجیوں نے حضرموت میں پناہ لی۔ ان بغاوتوں کے فرد کرنے کے بعد مروان نے یزید بن عمر کو مشرقی مقبوضات کا وائسرائے مقرر کیا۔ اس نے سلطنت کے کام کاج کو اپنے دو بیٹوں عبدالملک اور عبداللہ کے سپرد کر دیا۔ اب مروان نے آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ وہ اپنی آرام گاہ سے اس وقت نکلا جب اسے ایک ایسی مہم پر جانا پڑا جس نے اس کی زندگی اور اس کے خاندان کی حکومت کو یکسر ختم کر دیا۔

جب مروان شام، عراق اور عرب میں بغاوتیں فرد کر رہا تھا تو اس وقت بنو مضر اور بنو حمیر کی باہمی لڑائی اموی اقتدار کو ایشیا میں ختم کر رہی تھی۔ خراسان کا گورنر نصر چونکہ مضری تھا۔ اس لئے وہاں تمام حمیری عناصر اس کی مخالفت پر صف آرا ہو چکے تھے۔ عرب قوم کے ان دو بڑے قبیلوں کی باہمی لڑائی سے عباسی تحریک کے لیڈروں نے فائدہ اٹھانا چاہا اس موقعہ پر ابو مسلم خراسانی نے بغاوت کا پھریرا بلند کر دیا۔ ابو مسلم خراسانی کے متعلق ایک پرانا مؤرخ لکھتا ہے کہ "شدید ترین ناکامی بھی اس کے مزاج میں برہمی پیدا نہیں کر سکتی تھی' وہ بڑی سے بڑی کامیابی کی خبر پاکر بھی اپنے چہرے پر کسی قسم کی مسرت کے آثار نمایاں نہ ہونے دیتا" دونوں قبیلوں کی باہمی رقابت سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ ابو مسلم نے خراسان کو عباسیوں کی تحریک کا مرکز بنایا۔

خراسان کا گورنر نصر ایک قابل اور ذہین انسان تھا۔ اچھے حالات میں وہ اپنی کوئی مفید یادگار چھوڑ سکتا تھا۔ جب مروان خارجیوں سے لڑ رہا تھا تو اس وقت نصر ایک ایسے شخص سے لڑ رہا تھا جس نے تمام یمنی عناصر کو متحد کر رکھا تھا۔ ان حالات میں ابو مسلم خراسانی نے اہل بیت کے نام پر ایک اعلان جاری کیا امویوں کے مخالف عناصر نے متحد ہو کر ہرات اور دوسرے مشرقی مقامات سے عرب دستوں کو نکال دیا۔ کرمانی اور ابو مسلم کی فوجوں نے نصر کو مرو سے نکال دیا ان حالات نے شامیوں کو چوکنا کر دیا لیکن اب وقت گزر چکا تھا معمولی سرکشی نے اب بغاوت کی صورت اختیار کر لی تھی جس میں حجاز اور عراق کے کئی ایک عرب قبائل شریک تھے۔ نصر نے مروان سے امداد طلب کی' لیکن مروان اسی وقت خارجیوں کی بغاوت فرد کرنے میں مصروف تھا نصر نے مروان کو ایک نازک صورت حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اب بنوامیہ کے بیدار ہونے کا وقت ہے اس پر مروان نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ وہ

Marfat.com

نصر کی مدد کرے' لیکن کمک پہنچنے سے پہلے ہی فرغانہ اور خراسان پر ابومسلم کا قبضہ ہوچکا تھا' نصر نے جس کی عمر اس وقت پچاس سال تھی ابومسلم کا مقابلہ کیا نصر نے شکست کھائی وہ بھاگ کر فارس جارہا تھا کہ راہ میں مرگیا۔

جب مشرق میں حالات کی رفتار یہ تھی تو مروان نے بنوہاشم کی تلاش کی جن کے نام پر بغاوت ہورہی تھی اسے پتہ چلا کہ بنوہاشم جنوبی فلسطین کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں مقیم ہیں۔ اس نے ابراہیم کو عباسی تحریک کا امام سمجھتے ہوئے گرفتار کرلیا اس گرفتاری کا ابومسلم کی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہ پڑا۔ مروان کا بیٹا عبداللہ بہت بڑی فوج لے کر روانہ ہوا' کربلا کے میدان میں لڑائی ہوئی جس میں عبداللہ کو شکست ہوئی۔ جب مروان کو معلوم ہوا کہ ابراہیم اور ابومسلم میں خط و کتابت ہورہی ہے تو اس نے ابراہیم کو قتل کروادیا' ابراہیم کی زندگی ہی میں ابوالعباس نے امویوں سے انتقام لینے کا عہد کرلیا۔ وہ اپنے عہد میں اس سختی سے پورا اترا کہ وہ السفاح کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اسی اثنا میں ایران میں امویوں کا اقتدار ختم ہوچکا تھا۔ ۲۵ نومبر ۷۴۹ء کو کوفہ کی جامع مسجد میں ابوالعباس کی خلافت کا اعلان کردیا گیا۔ اس طرح عباسیوں نے خلافت پر قبضہ کرلیا۔

مروان اپنا آرام اور آسائش چھوڑ کر ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں سمیت میدان میں نکلا اور دجلہ کو عبور کرکے فرات کے کنارے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ ابوالعباس کی فوج کے سیاہ لباس نے شامیوں کو حیران کردیا ہوگا' ۲۵ر جنوری ۷۵۰ء کو ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی اور مروان نے شکست کھائی۔ مروان بھاگ کر دمشق پہنچا۔ یہاں اپنے آپ کو غیر محفوظ پاکر وہ فلسطین کی طرف چل دیا۔ اسی اثنا میں عباسیوں نے موصل' حمص اور دمشق پر قبضہ کرلیا۔ دمشق پہنچ کر عباسی فوجوں نے نہ صرف زندوں کا قتل عام کیا بلکہ قبریں کھود کر نعشوں کو سزائیں دیں۔ مروان کا تعاقب بدستور جاری تھا۔ مروان مصر کے ایک چھوٹے سے گاؤں بوصیر کے ایک گرجا میں اترا ہوا تھا کہ اسے عباسیوں کی آمد کی اطلاع ملی' وہ تلوار لے کر باہر نکل آیا وہ بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا' اس کی موت کے ساتھ ہی دمشق میں اموی خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

سفاح کے حکم کے مطابق امویوں کو چن چن کر قتل کیا گیا' عبداللہ بن علی نے بنواُمیّہ کی اسی افراد کو ایک ضیافت پر بلواکر انہیں قتل کروادیا' اس قتل عام سے ہشام کا ایک پوتا عبدالرحمن بچ کر ہسپانیہ پہنچ گیا۔

مروان کی موت کے بعد مشرق میں بنواُمیّہ کی حکومت ختم ہوگئی اس خاندان کے بعض

حکمران بلاشبہ بہت بڑے تھے اور کئی ایک اپنے زمانے کے یورپی بادشاہوں سے زیادہ بڑے نہیں تھے۔ اموی خاندان نے اکانوے سال کی حکومت کی۔ بنو عباس اور بنوامیہ کی ذاتی لڑائیوں نے عربوں کے ذہنی ارتقاء میں نمایاں حصہ لیا۔ اس تصادم سے کئی ایک بڑے آدمی پیدا ہوئے۔

سترھواں باب

اموی دور پر ایک نظر

خلافتِ راشدہ کے دور میں مدینہ کی ساری آبادی خلیفہ کو منتخب کیا کرتی تھی۔ اس انتخاب کو سارے عرب تسلیم کرلیتے تھے اور اس کے ہاتھ پر مسجد نبوی میں بیعت کرتے تھے۔ حضرت معاویہ کے زمانے سے ہر حکمران اپنا جانشین مقرر کرتا تھا۔ سیاسی لحاظ سے اموی حکومت جمہوریت اور بادشاہت کا ایسا مرکب تھی جس میں نہ جمہوریت کے فوائد تھے، نہ بادشاہت کے، خلافتِ راشدہ میں بیت المال عوام کی ملکیت ہوتا تھا اور اسلامی مملکت کے ہر فرد کو مملکت کی اس آمدنی سے وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اموی دور میں بیت المال حکمرانوں کی ملکیت بن گیا۔ اموی دور میں مالیہ کے وہی ذرائع تھے جو خلافتِ راشدہ میں تھے۔ ہر صوبے کے محاصل کو صوبائی خزانے میں جمع کیا جاتا تھا۔ صوبائی اخراجات (جس میں رفاہ عامہ کے کام بھی شامل تھے) وضع کرنے کے بعد بقایا رقم دمشق کے مرکزی خزانے میں جمع کرادی جاتی تھی۔ ٹیکس وصول کرنے کا کام عاملوں کے سپرد تھا۔ عام طور پر ٹیکسوں کی رقم وہی ہوتی تھی جو خلافتِ راشدہ کے زمانے میں مقرر ہوچکی تھی، لیکن جب کبھی ان ٹیکسوں کو کو بڑھانے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ بغاوتوں کی صورتوں میں رونما ہوا۔

اموی سلطنت کو پانچ بڑے بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصہ کا ایک وائسرائے ہوتا تھا۔ ہر وائسرائے کے ماتحت مختلف صوبوں کے گورنر ہوتے تھے ہر حصہ کا سیاسی اور انتظامی کاروبار ،وائسرائے کے سپرد ہوتا تھا۔ ہر صوبے کے گورنر کو بھی انتظامی اختیارات

حاصل تھے۔ لیکن محاصل وصول کرنے والا افسر گورنر کے ماتحت نہیں ہوتا تھا۔ بڑے بڑے شہر کے ججوں کو اختیار تھا کہ وہ اپنے نائب خود مقرر کریں۔ غیر مسلموں کے مقدمات کی سماعت غیر مسلم مجسٹریٹوں کے سپرد تھی۔ جمعہ کی نماز کبھی گورنر پڑھاتا' اور کبھی قاضی' پولیس کا اعلیٰ افسر گورنر کے ماتحت ہوتا تھا۔ ہشام کے عہد میں ایک ملیشیا تیار کیا گیا جس کے فرائض پولیس اور فوج کے فرائض کے بین بین تھے۔ گورنروں کو احکام پہنچانے کے لئے دیوان خاتم کے نام سے ایک علیحدہ محکمہ قائم تھا۔ ہر فرمان کو پہلے ایک رجسٹر میں نقل کیا جاتا اور اس کے بعد اسے متعلقہ گورنر کے پاس سربمہر بھیج دیا جاتا۔ امویوں کے عہد میں ڈاک کا محکمہ بھی جاری تھا۔ اسی پوسٹل سسٹم نے عباسیوں کے عہد میں بہت ترقی کی۔ عبدالملک کے عہد میں حکومت کے تمام بڑے بڑے عہدوں کو عربوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ عراق میں اس کے نائب حجاج نے حکومت کے بڑے بڑے عہدوں سے نہ صرف غیر مسلموں کو الگ کیا بلکہ اس نے غیر عرب مسلمانوں کو بھی حکومت کے بڑے بڑے عہدوں سے الگ کر دیا۔ حجاج اپنے اس اقدام میں اتنا آگے نکل گیا تھا کہ اس نے غیر عرب مسلمانوں پر وہ ٹیکس لگایا جو ذمیوں پر عائد ہوتا تھا۔ عبدالملک کی یہ پالیسی زیادہ دیر تک نہ چل سکی۔ کیونکہ بہت جلد ایرانیوں اور عیسائیوں کو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا گیا۔ لیکن اس پالیسی نے بے چینی کے لئے ایسے بیج بو دیئے تھے کہ آخرکار اس سے اموی سلطنت ختم ہو گئی۔ عبدالملک پہلا مسلمان حکمران ہے' جس نے اپنا آزادانہ سکہ جاری کیا۔ صوبائی گورنر اپنی مقامی ضرورتوں کے مطابق سکے جاری کرتے تھے۔ عبدالملک سے پہلے سرکاری حسابات' ایرانی' یونانی' اور سریانی زبانوں میں رکھے جاتے تھے۔ عبدالملک کے حکم سے سرکاری حسابات عربی زبان میں رکھے جانے لگے۔

سلطنت کے ہر عرب باشندے کے لئے فوجی خدمت لازمی تھی۔ ریزرو فوج میں رہنے کی نسبت جنگی خدمت میں شرکت کے وقت زیادہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ ہر اس شخص کو جو فوجی خدمت کے قابل سمجھا جاتا تھا' حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا۔ امویوں کے سمندری بیڑے کی کمان ایک افسر کے سپرد تھی جسے امیرالبحر کہا جاتا تھا۔

حفاظتی تدابیر کے ماتحت ہر شہر کے گرد فصیل ہوتی تھی۔ مخصوص مصنوعات کے لئے مخصوص بازار ہوتے تھے۔ عرب جہاں کہیں آباد ہوتے وہاں وہ قبائلی تقسیم ملحوظ رکھتے۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک خاص محلہ' بازار' مسجد' مدرسہ اور قبرستان ہوتا تھا۔ اس قسم کے ہر محلے کا اپنا دروازہ اور دربان ہوتا تھا۔

Marfat.com

جب مسلمانوں نے دمشق کو فتح کیا تھا تو اس وقت دمشق ایک بارونق شہر اور رومی گورنر کا صدر مقام تھا۔ امویوں کے عہد میں دمشق دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں شمار ہونے لگا۔ امویوں نے اس شہر کی رونق کو عالی شان عمارتوں' فواروں اور باغوں سے بڑھایا۔ ولید اول نے دمشق کو خوبصورت بنانے میں بہت روپیہ صرف کیا۔ اس نے دمشق میں ایک جامع مسجد بنوائی۔ شہروں کی رونق بڑھانے میں عرب امیر ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ دمشق کے علاوہ اور بھی کئی ایک شہروں کی خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا۔ دمشق میں آب رسانی کا انتظام حیرت انگیز طور پر بہتر تھا۔ بے شمار تالابوں کے علاوہ دمشق میں سات نہریں بہتی تھیں۔ حسن و آرائش میں بادشاہ کا محل اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

خلیفہ کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھائے۔ امیر معاویہ' عبدالملک اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اس فریضہ کو پوری طرح سے ادا کرتے رہے۔ دوسرے اموی خلفاء اس ادائیگی میں باقاعدگی نہیں برتتے تھے۔ اموی خاندان کے پہلے چند حکمرانوں کو فارغ اوقات میں اسلام سے پہلے کے عرب بہادروں کے کارنامے سننے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ وہ شعر و شاعری سے بھی اپنا دل بہلاتے تھے۔ امویوں کے عہد میں دمشق موسیقی کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ گانے والے دور دراز مقامات چھوڑ کر دمشق میں آباد ہو جاتے تھے۔ لوگوں میں گھوڑ دوڑ کا بہت شوق تھا۔ ہشام نے گھوڑوں کی نسل بہتر بنانے کے لئے گھوڑ دوڑ کو عام کر دیا تھا۔ اس کے اصطبل میں چار ہزار گھوڑے تھے۔ بعض اموی شہزادیاں بھی گھوڑے دوڑانے میں بہت مشاق تھیں۔ ہشام کے عہد میں موسیقی کا رواج عام ہو گیا تھا۔ نچلے طبقے کی گانے والیوں کی دمشق میں اتنی تعداد ہو گئی تھی کہ بڑے طبقوں کی خواتین نے اپنے آپ کو گھروں میں مقید کر لیا تھا۔

اموی دربار نے بزنطینی دربار کی بہت سی رسمیں اختیار کر لی تھیں۔ ولید سوم کے عہد میں مرد اور عورتیں الگ الگ ہو گئی تھیں لیکن اس علیحدگی کے باوجود سوسائٹی میں عورتوں کو بہت سے حقوق حاصل تھے۔ اموی عہد میں بعض مشہور خواتین گزری ہیں۔ اموی دور میں مردوں کے لباس میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ ہر شخص اپنے ذرائع کے مطابق کپڑا پہنتا تھا۔ مختلف پیشوں کے لئے مختلف قطع کا لباس مخصوص ہو چکا تھا۔ اموی عہد کے حسین اور دل کش دمشق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کتنا بارونق اور کتنا خوب صورت شہر ہو گا۔

اموی عہد کا سب سے بڑا عالم خالد بن یزید تھا۔ اس عہد میں علم اور ادب نے بھی

Marfat.com

ترقی کی۔ کئی ایک فلسفیانہ اسکول قائم ہوئے۔ معتزلہ تحریک کا آغاز اسی دور میں ہوا تھا۔ یزید سوم اور مروان دونوں معتزلی تھے۔

اٹھارھواں باب

سفاح اور منصور

عباسیوں کے عروج کے ساتھ ہی مغربی ایشیا کی تاریخ اپنا پہلو بدلتی ہے۔ دارالحکومت شام سے عراق میں منتقل ہوگیا۔ امور سلطنت میں شامیوں نے جو اہمیت حاصل کی تھی وہ ختم ہوگئی' ترقی کی لہر مغرب سے مشرق کی طرف دوڑنے لگی' خلافت کی وحدت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ ہسپانیہ نے شروع ہی سے عباسیوں کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ عبدالرحمن نے بہت جلد ہسپانیہ پر قابو پانے کے بعد ایک ایسے خاندان کی بناء ڈالی جو شروع میں عباسیوں کے ماتحت تھا۔ لیکن ایک مدت کے بعد وہاں عباسیوں کا اقتدار برائے نام رہ گیا' سلطنت کی حدود کا کم ہوجانا فائدے سے خالی نہیں تھا' کیونکہ اس سے عباسی خلافت کو اپنی قوت کے مرکوز کرنے اور اپنے ذرائع کو منظم کرنے کا موقعہ مل گیا' اس کے ساتھ ہی خلافت عباسیہ کو اپنی رعایا کی مادی اور ذہنی ترقیوں کے لئے بھی وقت مل گیا۔ اس خاندان کے پہلے نو حکمران (ایک کے علاوہ) غیرمعمولی صلاحیتوں کے مالک تھے اور اعلیٰ درجہ کے مدبّر تھے جنھوں نے رفاہ عامہ کے لئے بہت کچھ کیا اگرچہ ان میں سے بعض کے عہد میں چند ایک جابرانہ افعال بھی سرزد ہوئے لیکن وہ اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق خاندانی پالیسی کے نتائج تھے۔

ایک فرانسیسی عالم اور مورخ کے الفاظ میں "خلافتِ عباسیہ کا پہلا دَور مشرقی عربوں کی شان و شوکت کا زمانہ تھا' فتوحات کا زمانہ گزرچکا تھا تہذیب و تمدن کا دور شروع ہوگیا تھا۔"

ابوالعباس کی خونریزی کا ذکر ہوچکا ہے۔ اسی خونریزی کے سبب اسے سفاح کہا گیا۔ لیکن اپنی ستم رانیوں کے باوجود سفاح ایک فیاض حکمران خیال کیا جاتا ہے۔ جسے اپنے فرائض کے ادا کرنے کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ اسے عیش و عشرت کی زندگی سے کوئی لگاؤ نہ تھا' اپنے زمانہ کی مروّجہ رسم کے برعکس اس نے ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔ سفاح پر اس کی بیوی ام سلمٰی کا بہت زیادہ اثر تھا' لیکن سفاح کے دل میں امویوں کی مخالفت کے جذبات کو کرنے میں ام سلمٰی کا اثر و رسوخ بھی کسی کام نہیں آتا تھا۔

Marfat.com

بنوامیہ کے ساتھ سفاح کی اس بدسلوکی نے قدرتی نتائج پیدا کیے۔ ملک کے مختلف حصوں میں امویوں کے حامیوں نے سر اٹھایا۔ دمشق، حمص، قنسرین، فلسطین اور عراق میں امویوں کے حامی کافی مدت تک لڑتے رہے لیکن آخرکار ان کے سردار نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب سفاح نے اپنے خاندان کے افراد یا اپنے حامیوں کو صوبوں کا حاکم مقرر کیا۔ عراق، آرمینیہ اور آذربائی جان کا حاکم ابو جعفر مقرر کیا گیا، خالد برمکی وزیر خزانہ مقرر کیا گیا۔ وزارت کے فرائض ابو مسلم خراسانی کے سپرد ہوئے۔ ام سلمیٰ کے اثر و رسوخ سے جل کر ابو مسلم خراسانی نے اسے قتل کرواکر اس کے قتل کو خارجیوں کی جانب منسوب کردیا۔ نئے حکمران کے نظم و نسق کے باوجود امور سلطنت میں ابھی کافی خامیاں تھیں، بازنطین نے موقعہ پر عباسی سلطنت کے شمالی علاقوں پر حملے شروع کردیئے، بازنطینی فوج نے شہریوں کا قتل عام کرنے کے بعد تمام علاقے کو ویران کردیا۔ سفاح (۷۴۹-۷۵۴) نے اپنی موت سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ سفاح اگرچہ بنو عباس کا پہلا حکمران ہے لیکن اس خاندان کا حقیقی بانی ابو جعفر منصور ہی کو تصور کرنا چاہئے۔ منصور ہی کی دوراندیشی کا نتیجہ تھا کہ عباسی خاندان اپنا سیاسی اقتدار کھودینے کے بعد بھی ایک مدت تک قائم رہا۔ منصور کے ساتھ ہی ان شاندار خلیفوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو ایشیا کے طول و عرض میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کرچکے تھے۔ انہوں نے اپنے اقتدار کو اپنی قوم کی بہتری کے لئے صرف کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو نئے شہروں نئی سڑکوں نئی سراؤں، نئی نہروں اور نئے اداروں کے قیام میں مصروف کردیا۔ ان کے عہد میں تجارت نے ترقی کی اور مختلف فنون نے فروغ پایا۔ ابو جعفر کا کردار خوبیوں اور کامیوں کا عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ ایک سیاست دان، مدبّر اور حکمران کی حیثیت میں اس کا کوئی جواب نہیں۔ دوراندیشانہ دانائی اور رفاہی سرگرمی میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں۔ منصور ہر اس شخص کے خلاف تلوار اٹھاتا جسے وہ اپنے یا اپنے خاندان کے لئے خطرناک خیال کرتا۔ سیوطی کے الفاظ میں "منصور سے پہلے بنو عباس اور آل علی متحد تھے۔ لیکن اس نے ان میں نااتفاقی کا بیج بویا۔"

سفاح کی موت کی خبر سن کر ابو جعفر مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ مشکل سے تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ اس کے چچا عبداللہ بن علی نے جو سفاح کے عہد میں شام کا گورنر تھا بغاوت کردی۔ منصور نے ابو مسلم کو بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ ابو مسلم نے عبداللہ بن علی کو شکست دی۔ عبداللہ اور اس کے دو بیٹوں کو منصور نے ہاشمیہ کے ایک قلعہ میں قید کردیا۔ لیکن بغداد کے قریب ہی عبداللہ بن علی کا قید رہنا بار خلافت کو خطرات سے خالی

Marfat.com

دکھائی نہ دیا۔ چنانچہ اس کے لئے نمک کی بنیادوں پر ایک مکان بنوایا گیا جس میں اسے تکلیف سے رکھا گیا' پہلی بارش نے مکان کو سطح زمین کے ساتھ ہموار کردیا' بدبخت قیدی ملبہ کے نیچے دب گیا' اس نے امویوں پر جو مظالم کئے تھے' اس کے پیش نظر اس کی یہی تقدیر ہونی چاہئے تھی۔

عبداللہ بن علی کو شکست دینے کے بعد ابو مسلم خراسان جانا چاہتا تھا۔ اس نے عملی طور پر اپنی بادشاہت قائم کررکھی تھی' خراسان میں اس کا بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا' خراسان میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں کئی ایک گروہ اسے پیغمبر مانتے تھے۔ وہ انگلی کے ایک اشارے سے عباسی خاندان کو تباہ کرسکتا تھا۔ جس کے ہاتھ وہ سلطنت کی باگ ڈور دے چکا تھا' اس کا طرزِ عمل بھی اب ناقابل برداشت ہوچکا تھا۔ منصور اب ابو مسلم سے رہائی پانا چاہتا تھا' اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ منصور اسے خراسان نہ پہنچنے دے۔ چنانچہ منصور نے اسے شام کی حکومت پیش کی لیکن ابو مسلم اس چال سے بچ نکلا۔ وہ اپنی فوج سمیت خراسان کی طرف روانہ ہوگیا۔ منصور کے لئے اس کی مخالفت کرنا ناممکن تھا۔ وہ لوگ جو دوسروں کے خلاف سازش کرتے ہیں' عام طور پر خود بھی کسی سازش کا شکار ہوجاتے ہیں۔ منصور کی طرف سے بہت سے وعدوں نے ابو مسلم کے سفر کا رخ بدل دیا' دربارِ خلافت میں اس کا شاندار خیرمقدم کیا گیا' اس کے ساتھ شاہانہ سلوک ہوتا رہا' یہاں تک کہ ایک دن منصور کی موجودگی میں ہی اسے محل کے اندر قتل کردیا گیا۔

جب تک ابو مسلم زندہ تھا منصور اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کرتا تھا' اب اس نے اپنی پوزیشن کو محفوظ خیال کرتے ہوئے اپنے لئے کسی موزوں دارالسلطنت کی تلاش شروع کی' دمشق میں بنوعباس کے لئے خطرہ تھا۔ بصرہ اور کوفہ کے لوگوں کی سیمابی طبیعت ان میں سے کسی ایک کو بھی راجدھانی بنانے کی راہ میں حائل تھی' بہت تلاش کے بعد اس نے اس مقام کو منتخب کیا' جہاں اب بغداد ہے' جو اس زمانہ میں بصرہ سے چھ دن کا دریائی سفر تھا۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد نوشیرواں کی گرمائی راجدھانی تھی' اور اس کے عدل و انصاف ہی کے سبب اسی مقام کا نام باغ داوٗد پڑگیا تھا' ایرانی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ مشہور باغ بھی مٹ گیا' اسی مقام پر خلیفہ منصور کا دارالخلافہ اس قدر تیزی کے ساتھ تعمیر ہوا گویا وہ کسی جادوگر کا کام تھا' منصور کا دارالخلافہ دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر آباد کیا گیا بہت جلد دجلہ کے مشرقی کنارے پر بھی ایک نیا بغداد بس گیا' مغربی کنارے کا شہر منصور کے جانشین کے نام پر مہدیہ کہلاتا تھا' زیبائش اور آرائش میں مہدیہ کسی طرح بھی منصوریہ سے کم نہیں

Marfat.com

تھا، چنگیزی فوجوں کی تباہ کاریوں تک بغداد تہذیب و تمدن کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس شہر کے بہت سے دروازے تھے۔ ہر دروازے کے اوپر ایک مینار ہوتا تھا، جہاں دن تک سپاہیوں کا پہرہ رہتا تھا۔

ابو مسلم کے قتل کے بعد اس کے ساتھیوں نے خراسان میں بغاوت کردی، لیکن انہیں شکست دے کر منتشر کردیا گیا، اسی اثنا میں بازنطین کے شہنشاہ کے حملے کو روکا گیا۔ بزنطینی شاہنشاہ نے منصور کے ساتھ صلح کرلی۔ اب منصور نے ان شہروں کو آباد کرنے پر وقت صرف کیا، جنہیں بازنطینی حملوں نے تباہ و برباد کردیا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کی سرحدوں کے استحکام کے لئے دورہ کیا، اہم سرحدی مقامات پر چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ طبرستان کے پہاڑی لوگوں نے اچانک بغاوت کردی تھی۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے بعد طبرستان اور جیلان کو مستقل طور پر عباسی سلطنت میں شامل کرلیا گیا۔ طبرستان کے باغیوں پر مشکل سے قابو پایا ہی تھا کہ دیلمیوں نے عباسی سلطنت پر حملے شروع کردیئے۔ انہیں شکست دے کر پہاڑوں کی طرف بھگا دیا گیا۔

اب منصور نے اپنی سلطنت کے صوبوں کی نئی تقسیم کی، ہر صوبے میں وقائع نگار مقرر کیے گئے، تاکہ وہ مرکزی حکومت کو تمام ضروری اطلاعات سے باخبر رکھیں۔

اب ہم اس شاندار اور پرشکوہ حکمران کی تاریخ کا ایک ایسا ورق الٹتے ہیں جو رحم دلی سے خالی ہے۔ اس زمانہ میں بنو حسن علیہ السلام اور بنو حسین علیہ السلام مدینہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ زیادہ تر علمی اور دینی سرگرمیوں میں معروف تھے، مدینہ میں بنو حسن علیہ السلام اور بنو حسین علیہ السلام (بنوہاشم) کے اثر و رسوخ سے خائف ہوکر منصور نے محمد بن عبداللہ (بن حسن علیہ السلام، بن حسین علیہ السلام بن علی) اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کو گرفتار کرنا چاہا لیکن وہ بچ کر نکل گئے، منصور نے بنو حسن کے خاندان کے بہت سے افراد کے ساتھ محمد عثمانی کو بھی گرفتار کرلیا اور سب کو کوفہ کے ایک قلعہ میں قید کردیا۔ منصور کی فوج محمد اور ابراہیم کی تلاش میں نکلی، محمد بن عبداللہ نے مدینہ پہنچ کر منصور کو خلیفہ ماننے سے انکار کردیا۔ ابراہیم نے بصرہ میں پہنچ کر اسی قسم کا اعلان کردیا، مدینے کے حاکم کو قید کرلیا گیا۔ چند دنوں کے اندر اندر حجاز اور یمن نے محمد بن عبداللہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ منصور کی فوج نے محمد بن عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو ایک لڑائی میں ختم کردیا۔ اسی اثنا میں ابراہیم بن عبداللہ نے کافی فوج اکٹھی کرلی تھی، اسی فوج نے کئی مرتبہ منصور کی فوج کو شکست دی لیکن ایک لڑائی میں اس فوج کے بہت سے سپاہی اپنے سردار سمیت مارے گئے، اب منصور نے مدینہ اور بصرہ سے انتقام

Marfat.com

لیا۔ بصرہ کے جن لوگوں نے ابراہیم بن عبداللہ کا ساتھ دیا تھا انہیں قتل کردیا گیا' ان کے گھر مسمار کرادیے گئے۔ مدینہ میں بنوحسن ؓ اور بنوحسین ؓ کی جائدادیں ضبط کرلی گئیں۔ منصور نے امام جعفر صادق ؓ کو قتل کی دھمکی دی۔ امام ابو حنیفہ ؒ کو قید کردیا اور امام مالک ؒ کو کوڑے لگوائے جب اس کے سامنے ابراہیم بن عبداللہ کا سر لایا گیا تو اس کو ابراہیم کے باپ عبداللہ کے پاس مدینہ بھجوادیا۔ بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے کا سر لانے والے قاصد کے ہاتھ منصور کو یہ پیغام بھجوایا۔ "اپنے آقا سے کہنا کہ ہماری مصیبت اور اس کی راحت کے دن بڑی تیزی سے گزر رہے ہیں۔ ہم بہت جلد اس عادل مطلق کے سامنے پیش ہونے والے ہیں جو اس کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

اب منصور کا اقتدار مغربی ایشیا اور افریقہ پر مسلم تھا۔ ہسپانیہ اگرچہ اس کے سیاسی اقتدار میں نہیں تھا' پھر بھی اس ملک میں خطبہ منصور ہی کے نام سے پڑھا جاتا تھا' کیونکہ وہ حرمین شریفین کا امین اور محافظ تھا۔

منصور نے اپنے بیٹے جعفر کو موصل کا گورنر مقرر کیا۔ حرب بن عبداللہ اس کا نائب تھا۔ موصل کے مضافات میں حرب بن عبداللہ کا ایک خوبصورت قلعہ تھا' جعفر نے اسی قلعہ میں رہائش اختیار کی۔ جعفر کی بیٹی زبیدہ اسی قلعہ میں پیدا ہوئی تھی۔

منصور کے عہد حکومت میں شمالی افریقہ کے حاکم نے ہسپانیہ کو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن حملہ آور فوج کو عبدالرحمن اموی نے شکست دی۔ جب منصور نے مکے میں اپنا دربار لگایا ہوا تھا تو عبدالرحمن کے ایک خفیہ ایلچی نے عباسی کمانڈر کے سر کو دربار میں پھینک دیا۔ کسی شخص کو بھی یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس نے پھینکا ہے منصور اس واقعہ سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ "شاہین قریش" اور اس کے درمیان ایک سمندر حائل ہے' بحیرہ خزر کے ساحلی خانہ بدوشوں نے جارجیا پر ہلّہ بول دیا لیکن منصور کی فوج نے ان خانہ بدوشوں کو بھگادیا' اسی اثنا میں کردوں نے تکلیف دہ رویّہ اختیار کرلیا تھا۔ منصور نے انکی سرکوبی کے لئے اپنے وزیر خزانہ خالد بن برمک کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ خالد نے آئین شکن کردوں کی سرکوبی کی۔

اب منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ کو مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ اس کی جانشینی سے مستعفی ہوجائے۔ اس نے تشدد آمیز رویہ سے عیسیٰ کو مستعفی ہونے پر مجبور کردیا۔ اور اپنے بیٹے محمد کو المہدی خطاب دے کر اپنا جانشین مقرر کیا۔

۷۶۵ء میں امام جعفر صادق کا مدینے میں انتقال ہوا۔ آپ نے مدینے میں جس علمی

Marfat.com

ادارہ کو قائم کیا تھا اسے آپ کے فرزند امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ نے جاری رکھا۔

۷۶۸ء میں خراسان میں ایک ہولناک بغاوت پھوٹ نکلی' اس بغاوت کا سرغنہ استاد سلیس تھا۔ منصور نے اس بغاوت پر قابو پالیا۔ باغیوں کے سرغنہ کو اس کے خاندان سمیت بغداد پہنچا دیا گیا جہاں ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا گیا۔

منصور کے لئے افریقہ ایک مستقل خطرہ بنا ہوا تھا۔ اغلب نے دو سال تک نہایت کامیابی سے افریقہ پر حکومت کی لیکن وہ خارجیوں کی ایک بغاوت فرو کرتے ہوئے تونس کے قریب مارا گیا۔ خارجیوں نے پھر بغاوت کی۔ انہوں نے قیروان کے لئے بہت بڑا خطرہ پیدا کردیا۔ محاصرہ کے دوران میں عمر مارا گیا۔ قیروان پر باغیوں نے قبضہ کرلیا۔ منصور نے غصہ کھاکر باغیوں کی سرکوبی کے لئے ایک اور فوج بھیج دی۔ جس کی کمان یزید مہلبی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے خارجیوں کو شکست دی۔ ان کے گروہوں کا تعاقب کیا۔ وہ پندرہ سال تک شمالی افریقہ کا گورنر رہا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا داؤد اس کا جانشین بنا۔

منصور نے کوفہ اور بصرہ کے گرد چار دیواری کھینچی' اور اس کے حکم سے مردم شماری کی گئی۔

بازنطینی شہنشاہ نے اپنے معاہدے کے برعکس مسلم مملکت پر حملہ کردیا لیکن اسے شکست کھانی پڑی۔ ایک نئے معاہدے کی رو سے بازنطینی شہنشاہ نے خراج دینا قبول کرلیا۔ منصور نے جب صوبوں کے نئے گورنر مقرر کئے تو مدینہ کا گورنر بنو حسن رضی اللہ عنہ میں سے لیا گیا۔

اس نے اپنی سلطنت کے فروغ کے لئے جو تگ و دو کی تھی اس نے اس کی صحت کو خراب کردیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اب وہ اس دنیا میں بہت تھوڑی مدت زندہ رہے گا۔ اس نے اپنے جانشین کو بلا کر اسے چند ہدایات کیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ جس کام کو تم آج کرنا چاہتے ہو اسے کسی حالت میں بھی کل پر نہ چھوڑو۔

۲۔ سزا دیتے وقت حدِ اعتدال سے کبھی تجاوز نہ کرو۔

۳۔ عوام اور فوج کو ہمیشہ مطمئن رکھو۔

۴۔ اپنا خزانہ کبھی خالی نہ ہونے دو۔

۵۔ اپنا سارا دھیان اپنے کام پر صرف کرو۔ اور صرف ان لوگوں سے مجلس رکھو جن کے مشورے سے تمہیں فائدہ پہنچ سکے۔

۶۔ اپنے دوستوں اور غریبوں کو کبھی نظرانداز نہ کرو۔

۷۔ سرحدوں کی حفاظت مذہبا" تمہارے ذمہ ہے۔

Marfat.com

۸۔ خلیفہ کی نیک نامی کا انحصار اس کے تقویٰ پر ہے۔
۹۔ لوگوں کی اصلاح کا سب سے اعلیٰ طریقہ عدل ہے۔
۱۰۔ جب تم طاقتور ہو تو نرمی برتو۔
۱۱۔ جب لوگ تمہاری اطاعت کریں تم ان سے محبت کرو۔

باپ بیٹے کی اس ملاقات کے بعد باپ بغداد سے مکے روانہ ہوگیا تاکہ اپنی زندگی کے آخری دن وہاں گزارے لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے چل بسا۔ اس کی تدفین کے لئے ایک سو قبریں کھودی گئیں۔ اور خفیہ طور پر ایک قبر میں دفن کردیا گیا تاکہ کسی شخص کو اس کی آخری آرام گاہ کا پتہ نہ چل سکے۔

منصور نے تقریباً" بائیس سال حکومت کی۔ وہ دراز قامت اور خوبرو تھا۔ وہ دن کے ابتدائی حصے میں زیادہ وقت احکام جاری کرنے میں صرف کرتا۔ اور سہ پہر کا وقت اپنے بال بچوں میں گزارتا۔ شام کی نماز کے بعد وہ مراسلات سنتا اور اپنے وزیروں سے بات چیت کرتا۔ ایک تہائی رات تک کام کرنے کے بعد سوجاتا۔ وہ بہت کم خواب تھا۔ صبح کی نماز کے لئے وہ صبح سویرے اٹھتا۔ وہ اپنی فوجوں کا معائنہ کرتا' اور اپنی فوجوں کو نئی قسم کے ہتھیاروں سے مسلح رکھنے کی فکر میں رہتا' حساب کتاب کی پڑتال کرتے وقت ایک ایک پائی تک کا خیال رکھتا تھا۔

ایک مقدمے کے دوران میں چند اونٹ والوں کے کہنے پر مدینہ کے قاضی نے جب منصور کو اپنی عدالت میں طلب کیا تو وہ صرف اپنے حاجب کے ہمراہ مدینہ پہنچا اور عدالت میں جاکر کھڑا رہا' جب منصور عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو قاضی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ منصور نے اتنا خزانہ چھوڑا تھا کہ دس سال کے اخراجات کے لئے کافی تھا۔

Marfat.com

انیسواں باب

مہدی اور ہادی

منصور کی موت پر اس کا بیٹا محمد المعروف مہدی اس کا جانشین بنا مہدی کی ماں یمن کے پرانے خاندان حمیری کی نسل سے تھی۔ مہدی کی پالیسی اپنے باپ سے مختلف تھی۔ اس نے تخت نشینی کے بعد اپنے باپ کی سخت گیری کی تلافی کرنا چاہی' اس نے تمام قیدیوں کو رہا کردیا جنہیں اس کے باپ کے عہد میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اس نے حسن بن ابراہیم کو رہا کر کے ان کے لئے وظیفہ مقرر کیا۔ اس نے حرمین الشریفین کو پرانی مراعات دے دیں۔ اب مکے اور مدینے کو اجازت تھی کہ وہ مصر سے تحائف وصول کر سکیں' اس نے آلِ اہلِ بیت کی وہ جائدادیں واپس کردیں جنہیں اس کے باپ منصور نے ضبط کرلیا تھا۔ وہ جرمانے واپس کردیئے گئے جو منصور نے مختلف افراد سے وصول کئے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر اس نے تین کروڑ درہم حجازیوں میں تقسیم کرنے کے علاوہ صرف اہل مکہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار ملبوسات بانٹے تھے۔ اس کے حکم سے مسجدِ نبوی کی مرمت اور توسیع کی گئی' اس کے عہد میں بڑے بڑے شہروں کی مسجدوں اور مدرسوں کی عمارتوں میں توسیع کی گئی۔ جن شہروں میں مدرسے نہیں تھے وہاں مدرسے جارے کئے گئے۔ اس نے اپنے حفاظتی دستے میں پانسو انصار کو مقرر کیا۔ کوڑھیوں کے لئے پنشن مقرر کی۔ اس نے قادسیہ اور مکے کی درمیانی سڑک کو پختہ بنوایا۔ اس سڑک کے کناروں پر مسافروں کے لئے آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ مسافروں اور زائروں کی حفاظت کے لئے چوکیاں قائم کی گئیں تھیں۔

مروانِ دوم کے ایک بیٹے نے شام میں بغاوت کا قصد کیا' لیکن شکست کھائی اور قید ہوا۔ مہدی نے اسے تھوڑی مدت کے لئے قید میں رکھا اور پھر رہا کردیا۔ مروان کی بیوہ کے لئے شاہی محلات میں رہائش کا پورا پورا انتظام تھا۔

مہدی کے عہد حکومت میں خراسان میں المقنع نے خروج کیا۔ خراسان مدتوں سے نئے نئے فرقوں کے لئے مشہور چلا آتا تھا۔ مہدی کے عہدِ حکومت میں خراسان میں بہت زیادہ ہیجان تھا۔ ہاشم بن حکیم چونکہ اپنی بدصورتی کو چھپانے کے لئے نقاب اوڑھے رکھتا تھا اس

Marfat.com

لئے وہ المقنع کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے اپنے چیلوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ وہ خدا کا اوتار ہے۔ مذہب کا تعلق عمل سے نہیں بلکہ عقیدہ سے ہے۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ وہ ایک مدت تک خلیفہ کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا لیکن آخرکار اس نے شکست کھائی اور مارا گیا۔

مقنع کے ماننے والے سفید لباس پہنتے تھے اس لئے وہ سفید پوش کہلاتے تھے۔ مقنع کی موت کے بعد جرجان میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا' جو سرخپوش کہلاتا تھا۔ عقائد اور سیاسی پروگرام کے پیش نظر ان دونوں جماعتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ سفید پوشوں کی طرح سرخپوشوں کو بھی دبادیا گیا۔ اس زمانے میں مزوک اور مانی کی عدمی کیمونزم عوام میں بہت مقبول ہوچکی تھی' مزوک نے چوتھی صدی عیسوی میں نوشیرواں کے عہد میں انارکزم کی تعلیم دی تھی۔ ایرانی شہنشاہ نے آگ اور تلوار سے اس جماعت کو ختم کردیا۔ رسی جل چکی تھی بل باقی تھے۔ مزوک کی عدمیت اور مانوی فلسفہ کی آمیزش نے خراسان میں جگہ حاصل کرلی تھی۔ یہ تحریک بہت جلد مغربی ایران اور عراق میں پھیل گئی اس جماعت کے ارکان زندیق کہلاتے تھے۔ مہدی نے بڑی سختی کے ساتھ اس تحریک کو کچل دیا۔

بازنطین نے ۷۸۰ء میں عباسی مملکت کے بعض حصوں پر حملہ کیا۔ بازنطین فوج نے کئی ایک سرحدی شہروں پر قبضہ کرکے ان شہروں کو ویران کردیا۔ عربوں نے بازنطینی فوج کو شکست دی اور جوابی کارروائی میں رومیوں کے کئی ایک شہروں کو تباہ و برباد کردیا۔ بازنطین کے نئے حملے نے مہدی کو میدان جنگ میں اتار دیا۔ مہدی نے اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود موصل کی راہ سے جنگ میں پہنچا' حلب کو ہیڈکوارٹر بناکر ہارون کی کمان میں فوج کو رومیوں سے لڑنے کے لئے بھیجا گیا۔ بازنطین کی فوج کو شکست دینے کے بعد مہدی نے بیت المقدس کی راہ لی' ہارون کو مملکت کے غربی علاقہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ آرمینیہ اور آذربائی جان بھی اس علاقہ میں شامل تھے۔ بازنطینیوں نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے پھر ہلہ بول دیا۔ ہارون نے اس فوج کو شکست دینے کے بعد قسطنطنیہ کا رخ کیا۔ عربوں نے باسفورس کے ساحل پر کیمپ لگادیئے بلکہ ایران سے صلح کی درخواست کی۔ بغداد اور بازنطین میں صلح ہوگئی۔

دوسرے سال جب کہ مہدی اپنی مملکت کے مشرقی حصوں کا دورہ کررہا تھا کہ شکار کھیلتے ہوئے زخمی ہوکر مرگیا۔ ہارون اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ ہارون نے شاہی مہر اپنے بھائی ہادی کے پاس بھیج دی۔ تخت نشینی کے وقت ہادی کی عمر چوبیس سال تھی۔ اس نے دوسال سے

Marfat.com

بھی کم حکومت کی۔ کہاجاتا ہے کہ وہ بہت ضدی اور ظالم تھا۔ اسے ادبیات سے بہت لگاؤ تھا۔

ہادی نے اپنے بھائی ہارون کی وفاداری کی قدر نہ کی اور سخت کوشش کی کہ وہ ہارون کی جگہ اپنے بیٹے جعفر کو اپنا جانشین مقرر کرلے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہارون کے مشیر یحیٰی بن خالد برمکی کو قید میں ڈال دیا ہادی اور اس کی ماں میں بھی ناچاقی پیدا ہوگئی تھی۔ یحیٰی کے مشورے سے ہارون اپنی جان بچانے کے لئے بغداد سے باہر چلاگیا۔

ہادی کے عہد حکومت میں مدینے کے حاکم نے بنوحسن رضی اللہ عنہ پر الزام لگاکر ان سے بدسلوکی کی، جس پر امام حسن رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حسین نے بغاوت کردی۔ لڑائی میں بنوحسن کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ بنوحسن کے ایک فرد ادریس نے شمالی امریکہ میں پہنچ کر ادریسی خاندان کی بنیاد ڈالی۔

مہدی نے مرتے وقت (۷۸۶ء) میں اپنے بھائی ہارون کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

Marfat.com

بیسواں باب

ہارون الرشید

اپنے بھائی کی وفات کے بعد (۷۸۶-۸۰۹) تخت نشین ہوا، ہادی کا چھوٹا بیٹا جانشینی کے دعوے سے دستبردار ہوگیا۔ ایشیا میں عربوں کے دورِ حکومت میں ہارون کا عہد بہت شاندار تھا۔ اس شاندار خلیفہ کے نام کے ساتھ الف لیلے کی کہانیوں نے ایک خاص قسم کی جاذبیت اور کشش پیدا کردی ہے۔ خلیفہ ہارون مظلوموں کی حمایت کے لئے رات کے وقت بھیس بدل کر بغداد کے بازاروں میں چکر کاٹتا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہارون کا شمار دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں میں ہوتا ہے، مذہبی فرائض کی ادائیگی میں ہارون نے کبھی کوتاہی نہیں کی، وہ ایک پاکباز اور مخیر انسان تھا، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے اپنے گرد و پیش ایک پرشکوہ ماحول قائم کیا اور اس کے کردار کا سوسائٹی پر گہرا اثر پڑا۔ اس کی شخصیت میں بڑی کشش تھی۔ وہ فطری طور پر ایک سپاہی تھا۔ اس نے کئی بار اپنی فوجوں کی کمان کی۔ اس نے قیامِ امن کے لئے بارہا اپنی مملکت کا دورہ کیا۔ حالات سے آگاہ ہونے کے لئے سرحدی مقامات کو کئی بار دیکھا۔ نظم و نسق کے کام کاج میں اس نے کبھی تھکاوٹ محسوس نہ کی۔ تاجر، طلبہ اور زائر جس آزادی کے ساتھ اس کی مملکت میں سفر کرسکتے تھے، اس سے اس کے عہدِ حکومت کے پرامن ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس نے مسجدوں، اسکولوں کالجوں، سڑکوں، پلوں اور نہروں پر بہت زیادہ روپیہ صرف کیا۔اس کی یہ تعمیرات اس کے عہد امن کی بہترین ضامن ہیں۔ آرٹ اور ادب کی سرپرستی میں وہ اپنے ذہین اور لائق بیٹے مامون سے آگے نہیں تھا، لیکن کردار کی مضبوطی اور ادراک کی بلندی کے پیش نظر عباسیوں میں اس کا کوئی جواب نہیں، ہارون کی حکومت اگرچہ شخصی تھی لیکن اس کے عہد کی خوشحالی اور تہذیبی ترقی شخصی حکومت کی بہت سی خامیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

ہارون الرشید کے عہد حکومت کا راز ان لوگوں کی فہم و فراست میں مضمر ہے جن کے سپرد اس نے اپنے عہد حکومت کے ابتدائی سترہ سالوں میں عنان حکومت کر رکھی تھی، خالد ابن برمک کو سفاح اور منصور کے عہد میں جو پوزیشن حاصل تھی، اس کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔

Marfat.com

اس کے بیٹے یحییٰ کو جو ایک زمانہ میں آرمینیا کا حاکم تھا ہارون کا اتالیق مقرر کیا گیا تھا۔ جب ہارون بالغ ہوا تو اسے خلیفہ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ اب ہارون نے یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنا مشیر مقرر کیا' ہارون اسے ہمیشہ ابا کہہ کر پکارتا اور ہمیشہ اس کے مشوروں پر عمل کرتا' یحییٰ ابن خالد کے مشورے ہارون اور اس کی رعایا دونوں کے لئے بہت مفید ہوتے تھے۔ جونہی ہارون تخت نشین ہوا' اس نے یحییٰ ابن خالد کو اپنا وزیراعظم مقرر کیا۔ یحییٰ ابن خالد کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ اس کا نظم و نسق رعایا کے لئے بہت مفید تھا۔ یحییٰ ابن خالد کے بیٹے فضل، جعفر' موسیٰ اور محمد علم و فضل میں بہت مشہور تھے۔ ان سب میں نظم و نسق کی ساری خوبیاں موجود تھیں۔ فضل کئی سال تک خراسان اور مصر کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ یہی جعفر کئی صوبوں کا حاکم رہ چکا تھا۔ جب شام میں یمن کے دو قبیلوں میں لڑائی چھڑ گئی' تو جعفر نے ان میں سمجھوتہ کروا دیا تھا۔ جب پیری کے سبب یحییٰ بن خالد وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہوا تو جعفر کو وزیراعظم مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنے فرائض کو نہایت کامیابی سے نبھایا۔ سترہ سال تک یہ ذہین اور شاندار خاندان ہارون کی سلطنت پر وفاداری کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ ہارون نے مغربی افریقہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے بہت کوشش کی لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ چنانچہ اس وقت سے شمالی افریقہ ایک خودمختار ملک بن گیا۔ مشرق میں ہارون الرشید کی سلطنت کی حدیں ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھیں)۔

۷۹۱ء میں ہارون نے ملکہ زبیدہ اور اس کے بھائی عیسیٰ بن جعفر کے اصرار پر اپنے بیٹے محمد کو "الامین" کا لقب دے کر اسے اپنا جانشین نامزد کیا۔ سات سال بعد ہارون نے اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو امین کا جانشین مقرر کیا۔ عبداللہ کو مامون کا لقب دیا گیا۔ تیسرے بیٹے قاسم کو مامون کا جانشین مقرر کیا گیا۔ تینوں بیٹوں کو ان کی زندگی میں مملکت کے بڑے بڑے حصوں میں وائسرائے مقرر کیا گیا۔ مغربی علاقے امین کے سپرد کیا گیا' مشرقی علاقہ مامون کے حوالے تھا' اور عراق قاسم کے اقتدار میں تھا۔ ہارون نے مامون کو یہ اختیار دیا تھا کہ اگر وہ مناسب خیال کرے تو قاسم کو اپنی جانشینی سے محروم کر دے' جعفر بن یحییٰ کے سپرد مامون کی تربیت تھی۔ عبدالملک ابن صالح کو قاسم کا اتالیق مقرر کر دیا گیا تھا۔ ۸۰۲ء میں ہارون امین اور مامون کے ہمراہ حج کے لئے گیا۔ ہارون نے خانہ کعبہ میں دونوں بھائیوں کی تصدیق شدہ دستاویزیں رکھ دیں تاکہ دونوں بھائی ہارون کی موت کے بعد اپنے باپ کی وصیت کی مطابق اپنے اپنے عہد پر قائم رہیں۔ اس سال ملکہ زبیدہ نے حج کیا' اس نے پچیس لاکھ دینار خرچ کر کے اہل مکہ کے لئے ایک نہر کھدوائی جو اب تک نہر زبیدہ کہلاتی ہے۔

Marfat.com

۷۹۹ء میں چند خزری قبائل نے آرمینیا کے شمال پر حملہ کردیا۔ انہوں نے آبادیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ ہارون نے بربروں کی بیخ کنی کے لئے اپنے دو جرنیلوں کو بھیجا' جنہوں نے انتہائی تشدد کے ساتھ خزری قبائل کو کچل دیا' اسی سال امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ آپ کے بیٹے امام رضا رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین ہوئے۔

۸۰۳ء میں ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے خلیفہ ہارون الرشید کے شاندار عہد حکومت کو داغدار کردیا۔ سترہ سال تک برامکہ ہارون الرشید کی خدمت کرتے رہے۔ انہوں نے اس خدمت کے دوران میں انتہائی درجہ قابلیت اور وفاداری کا ثبوت دیا' برامکہ کے نظم و نسق نے لوگوں کو خوش حال بنادیا تھا۔ سلطنت مالدار اور مضبوط ہوچکی تھی' قومی دولت میں نمایاں اضافہ ہوچکا تھا۔ مہذب زندگی سے متعلقہ فنون کو ہر جگہ فروغ حاصل ہورہا تھا لیکن برامکہ کی شان و شوکت اور سخاوت نے اس خاندان کے دشمن پیدا کردیئے۔ ان دشمنوں کی انتہائی کوشش تھی کہ وہ برامکہ کو تباہ کردیں۔ برامکہ کے زوال کے بہت سے اسباب بیان کئے گئے ہیں' ابن خلدون اس زمانہ کی متعلقہ داستانوں کا تجزیہ کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ہارون کی بہن عباسیہ کی جعفر بن یحیٰی کے ساتھ شادی کا قصہ من گھڑت ہے۔ اس کے نزدیک برامکہ کے زوال کے یہ اسباب تھے کہ انہوں نے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ان کے اختیار کا یہ عالم تھا کہ ہارون رشید کے بار بار اصرار پر بھی اسے خزانے سے رقم لینا دشوار ہوجاتا تھا۔ ان کا اقتدار حد سے زیادہ تھا' ان کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی' ریاست کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر برمکیوں کا قبضہ تھا' ان کے وفاداروں کا' رعایا کی آنکھیں اس پر لگی رہتی تھیں ہر امیدوار ان کی نگہ کرم کا منتظر رہتا۔ برامکہ اپنی سخاوت کے مظاہرے کرتے شہروں اور دیہات میں ان کی تعریف کے گن گائے جاتے تھے۔ وہ اپنے آقا سے بھی زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز تھے' ان تمام باتوں نے درباریوں کو ان کا مخالف بنادیا۔ ان کا سب سے بڑا دشمن فضل بن ربیع تھا' وہ ہارون کا حاجب تھا' اس نے ہارون کے دل میں برامکہ کے خلاف نفرت پیدا کردی۔ ہارون کے کانوں تک یہ بات پہنچائی گئی کہ برامکہ بنو عباس کے خلاف ایک سازش کررہے ہیں۔ شخصی ناخوشی اور شک و شبہ نے نسلوں کی وفادارانہ خدمات کو بھلادیا' ایک رات ہارون کے حکم سے یحیٰی اور اس کے بیٹوں فضل' موسیٰ اور محمد کو گرفتار کرلیا گیا' اسی رات ہارون نے جعفر بن یحیٰی کے قتل کا حکم دیا۔ ہارون کے ملازم مسرور نے جعفر کو قتل کردیا' ان کی جائداد ضبط کرلی گئی۔ قیدیوں کے ساتھ ایک سال تک اچھا سلوک ہوتا۔ یہاں تک کہ جب عبدالملک بن صالح کو ایک سازش کے الزام میں قید کرلیا گیا تو اس سازش

Marfat.com

کے ڈانڈے مقید بر مکیوں سے ملادیئے گئے۔ اس پر ہارون نے اسیر بر مکیوں پر سختی شروع کردی ۔ بوڑھا یحییٰ ۸۰۶ء میں جیل میں چل بسا۔ تین سال بعد اس کا بیٹا فضل اس سے جا ملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ کی موت کے بعد موسے اور محمد کو رہا کر دیا گیا تھا لیکن عبدالملک بن صالح امین کی تخت نشینی تک قید رہا۔ امین نے اسے رہا کرکے شام کا حاکم مقرر کیا' مامون نے تخت نشین ہوتے ہی بر مکیوں کی جائداد کو واپس کردیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے عہدِ حکومت میں حسبِ معمول خارجیوں نے کئی مرتبہ بغاوت کی' لیکن ہر مرتبہ ان کی بغاوت فرو کردی گئی ان بغاوتوں میں سے ایک بغاوت کی رہنمائی ایک جوان لڑکی لیلیٰ نے کی تھی' اپنے بھائی ولید کی موت کے بعد وہ ہارون کی فوجوں کا ڈٹ کا مقابلہ کرتی رہی' یہاں تک کہ اس نے اپنے ایک عزیز کے کہنے پر ہتھیار ڈال دیئے' عربوں کی یہ جون آف آرک اپنے حسن اور شاعری کی وجہ سے مشہور تھی۔

موصل کے لوگوں کے باغیانہ طرز عمل نے ہارون کو مجبور کردیا تھا کہ وہ موصل کی چار دیواری کو گرادے' شام میں مصری اور حمیری قبائل نے آپس میں لڑنا شروع کردیا۔ ابتداء میں ہارون نے ان دونوں قبیلوں کو لڑنے کی مہلت دی' تاکہ دونوں کمزور ہوجائیں۔ آخر کار ہارون نے مداخلت کرکے اس قبائلی لڑائی کو ختم کردیا۔

خلیفہ مہدی کے عہد حکومت میں بازنطین کی ملکہ ایران سے جو معاہدہ ہوا تھا اسے بازنطین نے توڑ کر مسلمانوں کی مملکت پر حملہ کردیا' ہارون کی فوجوں نے انہیں شکست دی' قبرص پر عربوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا۔ کریٹ پر بھی عربوں نے دھاوا بول دیا تھا' آخر کار بغداد اور بازنطین میں پھر معاہدہ ہوا جس کی رو سے بازنطین سے سابقہ معاہدے کے مطابق خراج دینا منظور کرلیا' جنگی قیدیوں کا باہمی تبادلہ ہوا' پانچ سال بعد مینی فورس نے عہد شکنی کی اور ہارون کو ایک ذلت آمیز خط لکھا۔ اس خط کے جواب میں ہارون نے اپنی فوج کی کمان سنبھالتے ہوئے بازنطین کا رخ کیا' ہارون نے ہرقلہ میں پہنچ کر دم لیا' ادھر سے بازنطینی شہنشاہ بھی اپنی فوج لے کر نکل آیا' ہارون نے مینی فورس کو شکست دی۔ مینی فورس نے صلح کی درخواست کی اور پہلے سے زیادہ سالانہ اخراج دینا منظور کرلیا۔ خلیفہ ہارون نے مینی فورس کی صلح کی درخواست قبول کرکے بغداد کی راہ لی۔ خلیفہ ہارون مشکل سے بغداد پہنچا تھا کہ مینی فورس نے عہد شکنی کی' جب ہارون کو مینی فورس کی اطلاع ملی تو پھر واپس ہوا' ہارون نے مینی فورس کو شکست دی۔ شکست خوردہ شہنشاہ نے پھر صلح کی درخواست کی جسے فاتح خلیفہ نے قبول کرلیا۔ مینی فورس کو جب کبھی موقعہ ملتا وہ عہد شکنی کرتا' ہر مرتبہ ہارون اسے شکست

Marfat.com

دیتا۔

جب ہارون رشید رے کے حاکم کی سرکوبی کے لئے وہاں گیا ہوا تھا تو مینی فورس نے موقعہ پاکر عہد شکنی کی' اس مرتبہ ہارون کے بیٹے قاسم نے مینی فورس کو شکست دی۔ مینی فورس نے پھر صلح کر لی۔ ایک مرتبہ پھر مینی فورس نے عہد شکنی کرتے ہوئے مملکت عباسیہ پر حملہ کیا' اب ہارون نے جہاد کا اعلان کردیا۔ ایک لاکھ پینتیس ہزار فوجیوں اور ہزاروں رضاکاروں نے ایشیائے کوچک پر یلغار کردی' عرب جرنیلوں نے ایشیائے کوچک کے کئی شہروں کو فتح کرلیا۔

مسلمانوں نے بحیرۂ اسود کی بندرگاہ پون تیکا پر قبضہ کرلیا' مینی فورس نے پھر صلح کی درخواست دی۔ خلیفہ نے حسبِ معمول اس درخواست کو پھرمان لیا' لیکن ۸۱۸ء میں بازنطین نے عہد شکنی کی اور مملکت عباسیہ پر حملہ کردیا۔ اسی اثنا میں ہارون کو خراسان کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے جانا پڑا۔ طوس پہنچ کر ہارون بیمار پڑگیا' تین دن بعد ہارون اس دنیا سے چل بسا۔

تاریخی تنقید کے کسی معیار پر بھی ہارون کو پرکھیں' تو وہ دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کی صف میں دکھائی دے گا۔ حال کا ماضی سے مقابلہ کرنا غلطی ہے' انیسوی صدی کے حالات کا ایک ہزار سال پہلے کے حالات سے کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہے

ہارون کے کردار میں جہاں کہیں کوئی خامی تھی تو وہ شخصی حکومت کی پیدا کردہ تھی' اس قدر مطلق العنان اور بااختیار ہونے کے باوجود اس نے اپنی رعایا کی فلاح کے لئے جو کچھ کیا وہ اس کی نیک نامی پر دلالت کرتا ہے۔ اس نے فرائض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی' نظم و نسق کی برائیاں دور کرنے کے لئے وسیع مملکت میں کئی بار دورے کئے' نومرتبہ حاجیوں کے کاروانوں کی رہنمائی کی' اس کا دربار اپنے عہد میں سب سے شاندار تھا جس میں دنیا بھر کے عالم فاضل لوگ موجود تھے' ہارون نے جی کھول کر علوم فنون کی سرپرستی کی۔ ہارون نے سائنس اور لٹریچر کی اعلیٰ ڈگریوں کی طرح موسیقی کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے سندیں مقرر کیں۔

ہارون رشید ہی کے دورِ حکومت میں امام ابویوسف نے حنفی فقہ کی تدوین شروع کی' امام ابویوسف نے اس فقہ کو مکمل کیا' جسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا تھا۔ ہارون کے عہد میں دوسری زبانوں کی علمی کتابوں کے عربی تراجم کے شعبہ میں توسیع کی گئی' اس شعبہ نے آگے چل کر مامون کے عہد میں بہت زیادہ ترقی کی۔ ہارون کے عہد کے چند ممتاز فضلاء

Marfat.com

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن ادریس، عیسٰی بن یوسف، ابراہیم موصلی ہیں۔
ہارون چونکہ خود شاعر تھا اس لئے اس نے شاعروں کی سرپرستی میں بہت زیادہ فراخدلی کا ثبوت دیا تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں مشرق اور مغرب کو جانے والی سڑکیں نکلتی تھیں۔ ہارون کے عہد میں پہلی مرتبہ بغداد میں شہنشاہِ چین اور شارل مین سفیر آئے، ہارون نے شارل مین کو جو تحائف بھیجے تھے ان کی فہرست اب تک محفوظ ہے۔ ان تحائف سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خلافتِ عباسیہ کا تمدن کتنی بلندیوں پر تھا، ان تحائف میں سے ایک کلاک بھی تھا جسے آرٹ کا نادر نمونہ بیان کیا جاتا ہے۔

اکیسواں باب

امین

جب ہارون اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس وقت امین بغداد میں اور مامون مرو میں تھا۔ ہارون کی موت کی خبر صاحب البرید (پوسٹ ماسٹر جنرل) کے ذریعہ بغداد پہنچائی گئی۔ اگلے دن امین کے بھائی صالح نے شاہی مہر کو اس کے حوالے کیا' امین قصرالخلد کو چھوڑ کر قصرالخلافت میں چلاگیا' اگلے دن اس نے نماز جمعہ پڑھائی' خطبہ دیا' اور بیعت کرلی' فوج کے افسروں' رئیسوں اور شہریوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مامون نے اپنے بھائی امین کو تحائف کے ساتھ مبارک باد کا پیغام بھیجا۔

اس موقع پر امین اور مامون کے کرداروں کا موازنہ موزوں رہے گا' دونوں بھائیوں نے اپنے وقت کے بہترین علماء سے تربیت حاصل کی تھی' امین کا اتالیق اس کا ماموں عیسٰی تھا۔ مامون کی تربیت بدنصیب وزیر جعفر نے کی۔ دونوں کو ایک ہی نصاب پڑھایا گیا' اس تعلیم نے امین کو سطحی طور پر آراستہ کردیا' لیکن مامون کے ذہن کو اس تعلیم نے جلادی' جہاں تک خطابت کا تعلق ہے دونوں بھائیوں کا رتبہ برابر ہے لیکن مامون خطیب کے علاوہ مقنن اور فلسفی بھی تھا۔ حافظِ قرآن تھا۔ ہارون ان دونوں بھائیوں کے کردار کے اختلاف کو اچھی طرح جانتا تھا' مرنے سے پہلے اس نے وصیت کی تھی کہ وہ فوج جسے وہ خود اپنے ہمراہ خراسان لے جارہا تھا اور اس کے ساتھ جتنا خزانہ ہے وہ سب کے سب مامون کو دیئے جائیں۔ مشرقی صوبوں کے بچاؤ کے لئے یہ اقدام بہت ضروری تھا' بغداد میں ہارون نے دولت کے جو خزانے چھوڑے تھے وہ امین کے لئے کافی تھے' امین نے چند ایلچی بھیجے تاکہ وہ مامون کی فوج کے ساتھ سازباز کریں۔ فضل بن ربیع جو جعفر برمکی کی موت کے بعد عملی طور پر وزیر حاکم تھا' مامون کو چھوڑ کر امین کے پاس چلاگیا' فضل بن ربیع امین کی کمزوریوں سے خوب واقف تھا اس لئے وہ جانتا تھا کہ امین کا ساتھ دے کر وہ عملی طور پر حکمران بن جائے گا' اس نے فوجیوں کو ترغیب دی کہ وہ ہارون کی وصیت کے برعکس امین کے ساتھ جاملیں۔ فضل بن ربیع فوج اور خزانہ لے کر امین کے پاس پہنچ گیا' امین نے اسے اپنا وزیر بنالیا اور فوج کے سپاہیوں کو دوسال کی تنخواہ پیشگی ادا کردی۔

Marfat.com

فضل بن ربیع، فوج اور خزانے سے محروم ہوجانے کے بعد مامون نے اپنے آپ کو مشکل میں گھرا پایا، اس کے ساتھ ہی خراسان کے بعض مقامی امیروں نے سر اٹھانا شروع کردیا۔ لیکن مامون نے بڑی جرات سے ان امیروں کو مطیع کرلیا، اس مشکل کے زمانہ میں مامون کا مشیر کار فضل بن سہل ایک ایرانی تھا، مامون نے خراسان میں ٹیکسوں کو کم کیا۔ اس نے اہلِ خراسان کو مطمئن کرنے کے لئے کئی ایک طریقے اختیار کئے، اہلِ خراسان اپنے اس بھانجے کے عَلَم تلے جمع ہوگئے، مامون کی ماں ایک ایرانی خاتون تھی اس وقت تک مامون کا رویہ اپنے بھائی امین کے متعلق وفادار نہ تھا۔

جب مامون خراسان میں بہتر نظم و نسق جاری کررہا تھا تو امین اپنی سلطنت کو خراب کرنے میں مصروف تھا، امین کی فوج کے سپاہی لالچیوں کی طرح اپنا مطالبہ بڑھاتے چلے جارہے تھے۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے امین نے خزانے عامرہ کو خالی کردیا، امین کے دربار میں دور دور سے مداری جوتشی آکر مالا مال ہوجاتے، اس نے رقص و سرود کی محفلوں پر بے دریغ دولت بہانی شروع کردی، امین نے بازنطین کی درباری تہذیب کی پیروی میں خواجہ سراؤں کو نہ صرف اپنے حرم میں جگہ دی بلکہ سیاسیات میں بھی ان کی مداخلت کو برداشت کیا، امین نے ایک سو رقاصہ کی ایک ٹولی بنائی، ان لڑکیوں کا لباس بہت قیمتی ہوتا تھا، یہ لڑکیاں اپنے ہاتھوں میں کھجور کی ٹہنیاں لے کر اس انداز میں آگے اور پیچھے حرکت کرتیں، گویا رنگ اور روشنی میں لپٹا ہوا کوئی پریخانہ متحرک ہے، اس نے اپنی محفلِ نشاط کے لئے دجلہ میں پانچ بڑی بڑی کشتیاں تیار کروائیں، غرض عیش و عشرت میں ڈوب کر امورِ سلطنت کو اپنے وزیر فضل بن ربیع کے سپرد کردیا تھا۔

جب لیو بازنطین کے تخت پر بیٹھا تو اس نے بغداد بازنطین معاہدے کی خلاف ورزی کی، اس نے مسلمانوں کے علاقے پر حملے شروع کردیئے امین نے بازنطینی حملوں کی روک تھام کی جگہ اپنے بھائی مامون سے لڑنا شروع کردیا، فضل بن ربیع کو اس امر کا اندیشہ تھا کہ جب کبھی مامون تخت نشین ہوا تو وہ اسے اس کی غداری کی سزا ضرور دے گا چنانچہ اسی اندیشہ کے پیش نظر فضل بن ربیع نے امین کو اکسانا شروع کردیا کہ وہ مامون کو امین کی جانشینی کے حق سے محروم کردے، شروع میں امین نے فضل بن ربیع کے مشورے پر کان نہ دھرا، لیکن بعد میں ایک دوسرے مشیر کے دباؤ سے متاثر ہوکر امین نے مامون کے خلاف مہلک اقدام کیا، مامون کو بغداد میں بلایا گیا لیکن مامون نے اس بناء پر بغداد آنے سے انکار کردیا کہ اس کی غیر حاضری میں خراسان میں بغاوت کا اندیشہ تھا، اس پر امین نے اسے خراسان کی ولایت

Marfat.com

سے محروم کردیا' اور خراسان کی مسجدوں میں جمعہ کے خطبہ میں مامون کا نام لیا جانا ممنوع قرار دے دیا' امین نے قاسم کو بھی اس کی ولایت سے اتار دیا۔

اب امین نے مامون کی جگہ اپنے دودھ پیتے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین نامرد کیا' تھوڑی مدت بعد امین نے اپنے دوسرے بیٹے کو موسیٰ کا جانشین نامزد کردیا۔ مامون نے خراسان کی مغربی حد پر قلعہ بندیاں قائم کردیں' بغداد کی طرف سے کوئی شخص بغیر اجازت خراسان کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتا تھا' دونوں میں دشمنی پیدا ہوچکی تھی' امین نے پچاس ہزار سپاہیوں کے ایک لشکر کو خراسان کی طرف بھیجا' اس فوج کی کمان علی بن عیسیٰ کے ہاتھ میں تھی' رے کے قریب دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی' مامون کے جرنیل طاہر بن حسین نے علی بن عیسیٰ کو شکست دی' امین کا جرنیل لڑائی میں مارا گیا' اس کی فوج منتشر ہوگئی۔ بہت سے سپاہی مامون کی فوج میں شامل ہوگئے جولیس سیزر کی طرح طاہر بن حسین نے اس لڑائی کا نتیجہ ان الفاظ میں لکھ بھیجا۔ "علی بن حسین کا سَر میرے سامنے ہے۔ اس کی انگشتری میری انگلی میں ہے۔ اس کی فوج میرے قبضے میں ہے۔"

فضل بن ربیع نے بغداد میں مامون کی جائداد کو ضبط کرلیا۔ مامون کے دو بیٹے بغداد میں تربیت پارہے تھے۔ امین کے مشیروں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ مامون کے بیٹوں کو یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھے اور اگر اس پر بھی مامون اطاعت پر آمادہ نہ ہوتو انہیں قتل کردیا جائے' امین نے نہ صرف اس مشورے کو مسترد کردیا بلکہ اس قسم کا مشورہ دینے والوں کو قید کردیا۔

امین نے شکست کے بعد کئی ایک فوجیں بھیجیں لیکن ان سب کو طاہر بن حسین نے شکست دی۔ طاہر نے علاقے پر قابض ہونے کے بعد قزوین اور حلوان پر قبضہ کرلیا' اب مامون نے امیرالمؤمنین کا لقب اختیار کیا' سارے ایران نے اس کو خلیفہ تسلیم کرلیا'فضل بن سہل کو تبت سے ہمدان اور بحرہند سے بحیرہ خزر تک سارے علاقے کا ناظمِ اعلیٰ مقرر کیاگیا' وہ بیک وقت امیرالحرب اور امیرالخراج تھا' علی بن ہشام کو وزیرجنگ مقرر کیاگیا۔ حسن بن سہل نائب وزیرمالیات تھا۔

جب مشرق میں یہ واقعات رونما ہورہے تھے تو ایک اموی شہزادے نے شام میں اپنی خلافت کا اعلان کردیا' اس شہزادے کے مقابلے پر ایک دوسرے شخص نے اپنی خلافت کا اعلان کردیا' لیکن ان دونوں دعویداروں کے حامیوں کو بہت جلد منتشر کردیا گیا۔

اسی اثنا میں مامون کے جرنیل نے اہواز' یمامہ'بحرین'عمان اور واسط پر قبضہ کرلیا۔

عرب کے مشرقی ساحل پر مامون کے جرنیل کے قابض ہو جانے کا عباسی مملکت کے دوسرے صوبوں پر گہرا اثر پڑا' کوفہ کے حاکم عباس بن ہادی نے مامون کی خلافت تسلیم کرلی۔ بلوہ کے حاکم منصور بن مہدی اور حجاز کے والی نے بھی مامون کی خلافت تسلیم کرلی۔ مامون نے ان تینوں حکمرانوں کے ساتھ فراخ دلی کا سلوک کیا' اور انہیں ان کے عہدوں پر بحال رکھا اب مامون کے جرنیل طاہر بن حسین نے شمال کا رخ کیا' مدائن پر قبضہ کرنے کے بعد وہ بغداد کے مضافات میں پہنچ گیا' اسی اثنا میں مامون کے دو اور جرنیل بھی طاہر کی فوج سے آملے' اب ان تینوں جرنیلوں نے بغداد کا محاصرہ کرلیا' مامون کی فوج نے کئی مہینے تک بغداد کا محاصرہ کئے رکھا امین نے اپنے حامیوں میں زر و دولت بانٹنی شروع کردی' محاصرے کے دوران میں بغداد کو شدید نقصان پہنچا' حملے اور دفاع میں جو محلات حائل تھے انہیں زمین کے ساتھ ہموار کردیا گیا' آدھا شہر تباہ و برباد ہوگیا' آبادی کی مشکلات بہت بڑھ گئیں' امراء نے امین کا ساتھ چھوڑدیا لیکن عوام امین کے لئے لڑتے رہے' آخرکار امین کو منصور کے بنائے ہوئے ایک قلعہ میں پناہ لینی پڑی' یہاں بھی اسے خطرات کا سامنا تھا' اس کے مشیروں نے اسے شام کی طرف بھاگ جانے کے لئے کہا لیکن اس نے ہتھیار ڈال کر مامون کے پاس پہنچ جانے کو بھاگ جانے پر ترجیح دی چنانچہ بات چیت شروع ہوئی' طاہر نے کہلا بھیجا کہ امین اپنے آپ کو اس کے حوالے کردے لیکن امین اپنے تئیں اس کے حوالے کئے جانے پر رضامند نہیں ہوتا تھا۔

آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے جرنیل کے حوالے کردے اور شاہی مہر اور اپنی تلوار طاہر کو دے دے چنانچہ امین اپنے بال بچوں سے رخصت ہوکر دوسری کرنیل کی کشتی میں پہنچا' اس جرنیل نے امین کا خیرمقدم کیا لیکن چند ایرانی سپاہیوں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کردیئے' کشتی دجلے میں الٹ گئی' امین اور اس کے کئی ساتھی تیر کر دوسرے کنارے جالگے' ایرانی سپاہیوں نے انہیں گرفتار کرکے قید کردیا۔

امین سردی کے مارے کانپ رہا تھا' رات کے وقت چند ایرانی سپاہیوں نے قیدخانہ میں داخل ہوکر امین کو قتل کردیا' اگلے دن ان قاتلوں نے امین کے سر کو بغداد کی فصیل پر لٹکادیا۔

جب مامون کو اپنے بھائی کے اس افسوسناک انجام کا پتہ چلاتو اسے بہت رنج ہوا' مامون نے قاتلوں کو سزا دینے کے لئے فوری اقدام کیا' اور امین کے بیٹوں کو اپنی پناہ میں لے لیا' انہیں زبیدہ کے سپرد کردیا گیا جب یہ بچے جوان ہوئے تو مامون نے اپنی بیٹیوں کی شادی ان

سے کردی

چار سال آٹھ مہینے حکومت کرنے کے بعد امین اپنی عمر کے اٹھائیسویں سال میں اس دنیا سے چل بسا۔

بائیسواں باب

مامون

اگر مامون فوراً ہی بغداد پہنچ جاتا تو آئندہ چند سال کی یورشوں کا سامنا کرنے سے بچ جاتا لیکن اس نے اپنے وزیر فضل بن سہل پر اعتماد کیا اور خود اپنے دربار کے علماء اور فضلاء سے فلسفیانہ مباحث میں مصروف رہا۔ فضل بن سہل کی یہ خواہش تھی کہ مامون مرو ہی میں رہے کیونکہ یہاں رہتے ہوئے سلطنت کا سارا کام کاج اسی کی قبضے میں رہنا ضروری تھا۔ مامون تک مغربی علاقوں کی کوئی اطلاع نہیں پہنچائی جاتی تھی' عراق اور شام میں جو کچھ ہو رہا تھا' اس سے مامون بے خبر تھا' امین کے قتل کے فوراً" بعد امویوں کے حامی نصر نے عراق میں مامون کے خلاف بغاوت کردی' وہ پانچ سال تک شاہی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ عراق کے بعد قری قبائل نے بغاوت کردی' اسی اثنا میں کوفہ میں ابن طباطبا نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ آل بیعت کے ہاتھ پر بیعت کریں' ابن طباطبا نے حسن ابن سہل کو شکست دے کر جنوبی افریقہ پر قبضہ کرلیا۔ جب عراق میں یہ صورتِ حالات تھی تو حجاز میں امام جعفر صادق کے ایک بیٹے کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا اس طرح ایران کی سرحدوں سے یمن تک خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھے لیکن مامون کو اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا جاتا تھا۔ جب عراق میں صورت حالات بہت نازک ہوگئی اور بغداد کے لوگوں نے حسن بن سہل یا فضل بن سہل کی اطاعت سے انکار کردیا' تب کہیں جاکر مامون اصل حالات سے آگاہ ہوا۔

۸۱۵ء میں مامون نے اپنی اس دیرینہ تجویز کو عملی جامہ پہنانا چاہا کہ خلافت کو بنوہاشم کے حوالے کردیا جائے' اس مقصد کے لئے اس نے امام موسیٰ کاظم کے بیٹے علی سوم کو مدینے سے بلوا کر انہیں امام رضا کا لقب دے کر اپنا جانشین نامزد کردیا' چنانچہ امام رضا کے ہاتھ پر مامون کی جانشینی کی بیعت کی گئی' جب یہ خبر بغداد پہنچی تو عباسیوں کو بہت رنج ہوا۔ انہوں نے ابراہیم بن مہدی کو تخت پر بٹھا کر حسن بن سہل کے افسروں کو بغداد سے نکال دیا' بغداد اور آس پاس کے شہروں میں بدامنی پھیل گئی کوئی حکومت موجود نہیں تھی' دن دہاڑے قتل و غارت گری ہونے لگی۔ جب حالات بہت نازک ہوگئے تو اہل بغداد نے اپنے بچاؤ کے لئے

Marfat.com

محلہ وار حفاظتی جماعتیں بنالیں، بغداد کا نظم و نسق اس وقت تک ان جماعتوں کے قبضہ میں رہا، یہاں تک کہ مامون بغداد پہنچ گیا۔

جنوبی عراق اور حجاز میں بھی حالات کی رفتار یہی تھی، ہر شہر میں بدامنی تھی، ہر طرف لوٹ کا بازار گرم تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایرانی وزیر کی بدنظمی کے سبب مامون کی سلطنت پارہ پارہ ہو جائے گی۔

اب امام علی رضا نے مامون کو تمام حالات سے آگاہ کیا، آپ نے مامون کو فضل بن سہل کی کوتاہی، اپنی نامزدگی کے نتائج، ابراہیم مہدی کی تخت نشینی اور امین کے قتل کے بعد کے سارے حالات بتائے۔ خلیفہ یہ باتیں سن کر حیران رہ گیا۔ ان امور کی تصدیق کے لئے چند فوجی افسروں کو بلایا گیا، انہوں نے امام رضا کی ہر بات کی تائید کی، مامون کی آنکھوں سے پردہ اٹھ چکا تھا، اس نے بغداد کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا فضل بن سہل نے ہر اس شخص کو تکلیف پہنچائی، جس نے مامون کو اصل بات سے آگاہ کرنے میں امداد دی، امام رضا نے مامون کو اس کے وزیر کی حرکات سے پھر آگاہ کیا جس پر مامون نے کہا کہ وہ فضل بن سہل کو ایک دم وزارت سے نہیں اتار سکتا، لیکن وہ آہستہ آہستہ اس کے اقتدار کو ختم کردے گا۔ ایرانی وزیر کے دشمن مامون کے اس ارادے سے واقف ہوچکے تھے کہ وہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے۔ مرو سے چند میل دور اس کے دشمنوں نے اسے قتل کردیا، مامون کے حکم سے قاتلوں کو موت کی سزا دی گئی۔

طوس میں ہارون اپنے باپ کی قبر کے پاس رک گیا، یہاں اگست ۸۱۸ء میں امام رضا کا اچانک انتقال ہوگیا، آپ کا بیٹا محمد تقی آپ کا جانشین ہوا مامون نے امام رضا کی موت پر بہت زیادہ افسوس کا اظہار کیا، مامون کے حکم سے امام رضا کا مزار تعمیر کرادیا گیا۔

اب مامون نے بغداد کی راہ لی۔ وہ ہر بڑے شہر میں اس کی اہمیت کی مطابق قیام کرتا۔ نہروان میں مامون نے آٹھ دن قیام کیا، اس مقام پر اس نے فوجی سرداروں، بغداد کے امیروں اور بنو عباس کے ارکان سے ملاقات کی۔

مامون ۸۰۹ء میں بغداد میں داخل ہوا۔ اس کا داخلہ فاتحانہ تھا، بازاروں اور گلیوں کو آراستہ کیا گیا، لوگوں نے زرق برق لباس پہنا، جب مامون کی سواری شہر میں داخل ہوئی تو لوگوں نے خوش آمدید کے نعرے بلند کئے بغداد میں داخل ہوتے ہی بدنظمی کافور ہوگئی، شہر کی حفاظت کے لئے جو کمپنیاں قائم ہوچکی تھیں وہ توڑدی گئیں، مامون نے نظم و نسق کو بحال کرنے کے لئے جدوجہد کی، محاصرے کے دوران میں شہر کو جو نقصان پہنچا تھا اس کی

تلافی کی گئی۔

مامون اپنے حاجب احمد بن ابو خالد کے ہمراہ شہر کا معائنہ کر رہا تھا کہ احمد نے مامون سے بغداد کی تباہی کا تذکرہ کیا' مامون نے جواب میں کہا کہ بغداد میں تین طبقوں کے لوگ ہیں' مظلوم اور ظالم طبقوں کے علاوہ تیسرا طبقہ ایسا ہے جو نہ ظالم ہے اور نہ مظلوم' یہی طبقہ تمام تباہی کا سبب ہے ایک مورخ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

حجاز کی ولایت ایک ہاشمی کے سپرد کی گئی' مامون کے بھائیوں کو کوفہ اور بصرہ کی حکومت دی گئی' طاہر کو نوجوانوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا' اگلے سال طاہر کو مشرقی صوبے کا نائب بنادیا گیا' دو سال بعد طاہر کی موت پر اس کا بیٹا طلحہ نائب مقرر ہوا۔ اس نے سات سال تک نیابت کی۔

طاہر کے ایک دوسرے بیٹے عبداللہ کو مصر اور شام کا والی مقرر کیا گیا۔ عبداللہ نے ایک شدید لڑائی کے بعد نصر عقیلی کو صلح کی درخواست کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کے قلعہ کو مسمار کردیا گیا' اسے مامون کے دربار میں پہنچادیا گیا۔ مامون نے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ عراق میں امن قائم کرنے کے بعد عبداللہ بن طاہر نے مصر کا رخ کیا جہاں شورش پیدا ہوچکی تھی۔ عبداللہ بن طاہر نے ایک ہی لڑائی میں شورش کرنے والے کو تباہ کردیا۔ اسی زمانہ میں ہسپانیہ کے بہت سے مسلمانوں کو وہاں کے اموی حکمران نے جلاوطن کردیا تھا' یہ لوگ اپنے بال بچوں سمیت اسکندریہ پہنچ گئے تھے' ان لوگوں نے اسکندریہ میں فساد شروع کر رکھے تھے' عبداللہ نے جلاوطنوں سے کہا کہ تم غیر مسلح ہوجاؤ' نہیں تو مصر سے نکال دیئے جاؤ گے' انہوں نے کریٹ جانے کی اجازت چاہی جو انہیں مل گئی۔

ان لوگوں کو اس جزیرہ کی فتح کے لئے جس قسم کے سامان کی ضرورت تھی وہ انہیں مہیا کیا گیا' اس جماعت کے ساتھ بہت سے والینٹیئر بھی کریٹ کو فتح کرنے کی مہم میں شامل ہوگئے تھے' وہ نہایت آسانی کے ساتھ کریٹ کے ساحل پر اتر پڑے۔ معمولی سی لڑائی کے بعد اہل جزیرہ کی بیشتر آبادی نے اطاعت قبول کرلی۔ اس وقت سے اب تک جزیرہ کریٹ میں ان عربوں کی اولاد موجود ہے' دو سال پہلے کا ایک جرنیل سسلی کو فتح کرچکا تھا۔

یمن اور خراسان کی بغاوتوں کو نہایت آسانی سے فرو کیا گیا' دونوں مقامات کے باغیوں کے ساتھ مامون نے نرمی کا برتاؤ کیا۔

اسی زمانہ میں مامون کے قتل کی سازش کا انکشاف ہوا' اس سازش میں بنو عباس کے بڑے بڑے سردار شامل تھے' ان سرداروں کو قرار واقعی سزا دی گئی' لیکن اس سازش میں

شریک ہونے والے عام لوگوں کو معاف کردیا گیا۔

۸۲۵ء میں مامون نے اپنے وزیر حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کی' اس شادی کے موقعہ پر دونوں طرف سے انتہائی درجہ شان و شوکت کے مظاہرے کئے گئے' سترہ دن تک حسن بن سہل نے براتیوں کی تواضع کی۔ عوام میں جواہر تقسیم کئے گئے' بوران کا شمار مسلمانوں کی بڑی بڑی خواتین میں ہوتا ہے' بوران نے بغداد میں عورتوں کے لئے کئی ایک شفاخانے کھولے' وہ مامون کی موت کے بعد تقریباً" پچاس سال تک زندہ رہی۔ اس طرح اس نے نہ صرف عباسیوں کا دور عروج دیکھا بلکہ ان کے زوال کے آغاز کو بھی دیکھا۔

مامون کے عہد حکومت کے شروع میں بابک نے ماژندران کے کوہستانوں میں اپنی حکومت قائم کرلی' بابک کا تعلق مجوسیوں کے فرسیہ فرقے سے تھا جو یہودیت عیسائیت اور اسلام کے کسی اخلاقی اصول کو نہیں مانتا تھا۔ بابک اپنے کوہستانوں سے اتر کر آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار مچاتا۔ اس کے ساتھی مردوں کو قتل کردیتے اور عورتوں کو اٹھاکر لے جاتے اس کے ساتھی مسلمانوں اور عیسائیوں پر یکساں ظلم کرتے' اسے شکست دینے کے لئے کئی بار فوج بھیجی گئی لیکن وہ قابو نہیں آتا تھا' وہ کئی سال تک مامون کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا' ایک مرتبہ جب مامون کی فوجوں نے اسے گھیرے میں لے لیا تو اس نے بازنطین سے معاہدہ کرکے بازنطینی فوجوں کو عباسیوں کی مملکت پر حملہ کرنے کے لئے اکسایا۔ بازنطین کے شہنشاہ نے اس فناکار کا ساتھ دینے کے لئے مسلم علاقوں پر حملہ کردیا۔ بازنطینی فوجوں نے مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد کو قتل کردیا۔ بازنطینی حملے کی روک تھام کے لئے مامون نے اپنی فوجوں کی کمان سنبھال لی' مامون نے تین لڑائیوں میں بزنطیوں کو کچل دیا ان شکستوں کے بعد بازنطینی شہنشاہ نے صلح کی درخواست کی۔

اب مامون نے مصر کی راہ لی' ایک ترکی جرنیل افیشن نے الغربا پر قبضہ کیا۔ بازنطینیوں کے حملے کی روک تھام کے لئے مامون نے طرسوس سے ستر میل شمال میں تیانہ کے مقام پر ایک چھاؤنی قائم کی۔

یہ چھاؤنی مشکل سے تیار ہونے پائی تھی کہ مامون کی وفات ہوگئی' ایک دن مامون گرمی سے بچنے کے لئے کئی گھنٹوں تک دریا میں پاؤں ڈالے بیٹھا رہا۔ اسی رات اسے بخار ہوگیا۔ مامون کو طرطوس پہنچایا گیا۔ جہاں چند دن بعد اس نے انتقال کیا۔ مامون کا بھائی معتصم باللہ بھی چونکہ مامون کے ساتھ دریا پر گیا ہوا تھا۔ اس لئے اسے بھی بخار ہوگیا لیکن مامون کی موت سے پہلے معتصم کی حالت اچھی ہوگئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے بھائی کی وصیت کو

Marfat.com

سنا۔

مامون نے مرتے وقت اپنے جانشین سے کہا کہ وہ ہمیشہ رعایا کی خوشحالی کا خیال رکھے! لوگوں کو ظلم و ستم سے بچائے۔ لوگوں سے عدل کرے سزا دیتے وقت قانون کی حد سے کبھی آگے نہ بڑھے۔

مامون اسی دن پیدا ہوا تھا جس دن ہارون تخت پر بیٹھا' اس نے بیس سال اور چھ مہینے حکومت کی' اس عہدِ حکومت میں وہ مدت شامل نہیں ہے جب مکّہ اور مدینہ میں مامون کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا' اور امین بغداد میں محصور ہوچکا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خوب رو اور بارعب تھا۔ ایک مورخ کے الفاظ میں وہ اپنی دانائی' اپنے عزم' اپنی رحمدلی' اپنے عدل' اپنی شان و شوکت اور فراخ دلی میں تمام عباسی حکمرانوں میں ممتاز تھا۔ وہ کئی ایک خوبیوں کا مالک تھا' اس کی خوبیوں کے تذکرے لکھے جاچکے ہیں' بنوعباس میں سے اس سے زیادہ دانا کوئی خلیفہ نہیں تھا۔

Marfat.com

تیئسواں باب

مامون کے عہد پر ایک نظر!

مامون کا دورِ خلافت عربوں کی تاریخ کا ایک شاندار زمانہ ہے۔ مامون کے ۲۰ سالہ عہدِ حکومت میں مسلمانوں نے غور و فکر کے ہر شعبے میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے' یہ کارنامے سائنس اور لٹریچر کی کسی خاص شاخ تک محدود نہیں۔ اس دور میں سائنس اور لٹریچر کے تمام شعبے ان کے مرہونِ منت ہیں۔ سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ انہوں نے فلسفہ اور ادب میں بھی حیرت انگیز کام کیا' ایشیا کی تہذیب کے اس دور میں ریاضیات' ہیئت اور طب نے بڑی ترقی کی' عربوں کا ہسپانیہ اور عیسائیوں کا قسطنطنیہ ان علوم کے وارث بنے' جہاں سے علوم جدید یورپ میں داخل ہوئے' مامون کے خیال میں عوام کی خوشی تعلیم اور تمدن پر مبنی تھی' مامون نے علومِ فنون کی سرپرستی کا انحصار انفرادی حکمرانوں اور جاگیرداروں کی نظر عنایت پر نہ رکھتے ہوئے ان کی ترقی کے لئے مستقل امدادی ادارے قائم کر دیئے تھے' سلطنت کے طول و عرض میں سکول اور کالج قائم کئے گئے' ایک مورخ کے الفاظ میں "ہم تاریخ عالم میں شاید پہلی مرتبہ دیکھتے ہیں کہ ایک دینی اور شخصی حکومت فلسفہ کے ساتھ نہ صرف اپنا رشتہ جوڑتی ہے بلکہ اس کی کامیابی میں پوری طرح سے حصہ لیتی ہے بردباری میں مامون نے کبھی نسلی یا مذہبی امتیاز روا نہیں رکھا تھا' رعایا کے ہر فرد کے لئے سرکاری عہدوں کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔"

مامون نے ایک باقاعدہ کونسل آف سٹیٹ (مجلس مشاورت) قائم کی جو سلطنت کی مختلف قومیتوں کے ارکان پر مشتمل تھی' مجلس مشاورت کے ارکان میں مسلمان' یہودی' عیسائی' صابی اور زرتشی سب شامل تھے' اسلامی عہدِ حکومت میں غیر مسلموں کو ہمیشہ مذہبی آزادی حاصل رہی ہے۔ اس میں اگر کبھی کوئی تبدیلی ہوئی تو اس کا سبب مقامی گورنروں کا طرز عمل ہوتا تھا۔ مامون کے عہد میں غیر مسلموں کے ساتھ حد سے زیادہ رواداری کی جاتی تھی' آتشکدوں اور ہیکلوں کے علاوہ اس کے عہد حکومت میں کلیسوں کی تعداد گیارہ ہزار تھی' بیت المقدس اور انطاکیہ کے بطریق کلیسیا کے سردار تھے۔

Marfat.com

دوسری صدی ہجری کے دوسرے نصف میں واصل بن عطاکی تحریکِ اعتزال شروع ہوچکی تھی، واصل بن عطا اصل میں امام جعفر کا شاگرد تھا۔ اس نے خود سے انسانی عقل کی قدر معلوم کی تھی۔ بعد میں واصل نے حضرت حسن بصری کے لیکچروں میں شمولیت کی، لیکن ایک اختلافی مسئلہ کے سبب وہ حضرت حسن بصری کے حلقہ سے علیحدہ ہوگیا، اسی علیحدگی کے پیش نظر واصل بن عطا کے پیرو معتزلین کہلاتے تھے، معتزلین کے خیال میں "انسان نیکی اور بدی کے اختیار کرنے میں آزاد ہے، انسانی آنکھ خدا کو نہیں دیکھ سکتی خدا کی صفات اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں نیز یہ کہ قرآن مخلوق ہے، انکا یہ خیال بھی تھا کہ انسانی افعال سے متعلقہ قوانین ماحول کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں، مامون نے معتزلین کے خیال قبول کرکے انہیں اپنی سلطنت میں نافذ کرنا چاہا کیونکہ اس کے خیال میں اسلام کے تحفظ اور ترقی کا یہی راستہ تھا مامون نے بغداد کے حاکم کو ایک فرمان کے ذریعہ حکم بھیجا کہ وہ بڑے بڑے علماء کو جمع کرکے ان خیالات کے متعلق ان کی رائے معلوم کرے، بغداد کے بیشتر علماء نے خلیفہ کے خیالات کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا، چند ایک علماء کرام نے مامون کی مخالفت کی، ان سب میں نمایاں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مامون کے دو جانشینوں نے ان کی پیروی کی لیکن ان میں مامون کی سی قابلیت اور صلاحیت نہیں تھی، ان کے عہدِ حکومت میں عقلیت پسند تحریک نے اتنی زیادہ ترقی کرلی تھی، جس کی مثال جدید یورپ میں نہیں ملتی۔ معتزلین مسجدوں میں تقریریں کرتے اور مدرسوں میں درس دیتے، معتزلین کو خلفاء کا قرب حاصل تھا۔ انہوں نے اس قرب کا بڑی عقل مندی سے فائدہ اٹھایا انہوں نے پروفیسروں، مبلغوں، سائنسدانوں، طبیبوں، وزیروں اور گورنر کی حیثیت میں عربوں کی ترقی میں بڑی امداد کی۔"

مامون کا دربار سائنس اور ادب کے علماء سے بھرا ہوا تھا اس کے دربار میں مختلف ملکوں اور قوموں کے فلسفی، ادیب اور طبیب موجود تھے ان میں ہر ایک کی سرپرستی کی جاتی تھی، اس سرپرستی میں کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا، مورخوں، محدثوں اور نجومیوں پر بے شمار دولت صرف کی جاتی تھی، مامون نے اس حکم کو ختم کیا جسے اس کے دادا منصور نے شروع کیا تھا۔ مامون نے اسکندریہ کے مدرسہ کی کتابیں حاصل کیں اور قسطنطنیہ کے شہنشاہ کے ذریعہ اس نے پرانے یونان کے فلسفیوں کی کتابوں کو حاصل کیا جونہی یہ کتابیں بغداد میں پہنچیں، ان کا عربی میں ترجمہ کراکر انہیں عوام تک پہنچادیا گیا یونانی، سریانی کلدانی کتابوں کے تراجم کا شعبہ دوویان نامی برہمن کے سپرد تھا۔ تراجم کے علاوہ مختلف علوم و فنون میں اختراع و ایجاد پر حوصلہ افزائی کی اور تصنیف و تالیف کے کام کے لئے بہت سی آسانیاں مہیا کیں۔

مامون کے عہد میں جو صدرگاہیں بنائی گئی تھیں، ان کے نتائج نے علم و ہیئت میں نمایاں اضافہ کیا، ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی ہندسہ، اقلیدس، فلسفہ ہیئت، بصریات، میکانکس، طب وغیرہم پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں طب کے مطالعہ کے لئے خاص توجہ دی جاتی تھی۔

عربوں کی فتوحات نے قدرتی طور پر پرانے ایران کی زبان اور ادب کو پس پشت ڈال دیا تھا، ایرانیوں نے عربی کی تحصیل میں اپنی مادری زبان کو ترک کردیا۔ لیکن مامون کی سرپرستی نے فارسی کے احیاء کا موقعہ پیدا کیا، اس وقت تک فارسی زبان میں عربی کے ہزاروں الفاظ داخل ہوچکے تھے جدید فارسی شاعری کا بانی عباس مزوری مامون ہی کے عہد میں تھا۔

منگل کے دن خلیفہ کی موجودگی میں بڑے بڑے علماء ادبی فلسفیانہ اور سائنسی موضعات پر بحث کرتے، خلیفہ کی طرف سے علماء کے ناشتہ کا انتظام کیا جاتا۔ یہ بحث مباحثہ مغرب کی نماز تک جاری رہتا، نماز کے بعد علماء کو خلیفہ کی طرف سے رات کے کھانے پر مدعو کیا جاتا، ہفتے کے باقی ماندہ دنوں میں مامون اپنی سلطنت کے کام کاج میں مصروف رہتا، مامون تعزیر کے معاملہ میں بہت نرمی کا برتاؤ کرتا تھا۔

ایک خارجی بلاخوف و خطر خلیفہ کی طرف بڑھا، قالین کے سرے پر رکتے ہوئے اس نے مامون سے کہا۔

"مجھے بتایئے کہ آپ کو یہ جگہ کس نے دی ہے؟ کیا آپ یہاں رائے عامہ کی وجہ سے بیٹھے ہیں یا تشدّد اور قوت کے بل پر؟"

مامون نے جواب دیا:۔ "مجھے یہاں نہ رائے عامہ نے بٹھایا ہے اور نہ تشدّد نے بلکہ اس شخص نے جس نے مسلمانوں پر حکومت کی اور اپنی موت کے بعد مجھے میرے بھائی کا وارث بنایا اور جب مجھے اقتدار مل گیا تو میں نے محسوس کیا کہ مجھے رائے عامہ کی ضرورت ہے لیکن میں نے دیکھا کہ اگر حکومت کو ترک کرتا ہوں تو اس سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے شاہراہیں ڈاکوؤں سے بھر جاتی ہیں امور عامہ میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے، بدامنی کے سبب حج کا راستہ بند ہوجاتا ہے تب میں لوگوں کے تحفظ کے لئے اٹھا تاکہ جب وہ متفقہ طور پر کسی ایک کو اپنا سردار مان لیں تو میں مستعفی ہوجاؤں۔ آج بھی اگر وہ کسی دوسرے شخص پر متفق ہوجائیں تو میں مستعفی ہونے کو تیار ہوں"۔

مامون کا یہ جواب سن کر خارجی یہ کہہ کر چلتا بنا:۔ "آپ پر خدا کا سایہ اور اس کی عنایت ہو"

خارجی کے چلے جانے کے بعد مامون نے اپنا ایک ملازم اس کے پیچھے بھیجا۔ ملازم نے

اس کا پیچھا کیا اور واپس ہوا۔ واپسی پر اس نے مامون کو بتایا کہ جس شخص نے خلیفہ سے بے دھڑک بات چیت کی تھی وہ یورش پسندوں کی ایک جماعت کا سردار تھا' اس جماعت نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مامون کے خلاف بغاوت کرے گی' لیکن آپ کا جواب سن کر اس جماعت نے بغاوت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔

اپنی موت سے چند دن پہلے مامون نے اپنے بھائی معتصم باللہ (ابو اسحاق) کو اپنا جانشین نامزد کیا' نہیں کہا جاسکتا کہ مامون نے اپنے بیٹے عباس کو جسے فوج میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی' اپنا جانشین کیوں مقرر نہ کیا۔ فوج نے شروع میں عباس کے حق میں مظاہرہ کیا لیکن عباس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے چچا معتصم باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس پر فوج نے بھی اپنا مطالبہ واپس لے لیا۔

---

1 جدید تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ قصیدہ جو عباس مروزی کے نام پر مشہور ہے وہ جعلی ہے اور بہت بعد کی تصنیف ہے۔ فارسی شاعری کے کچھ قدیم ترین نمونے علامہ قزوینی نے جمع کئے ہیں اور ان پر ایک سیر حاصل مضمون بھی لکھا۔ دیکھو بست مقالہ قزوینی۔

Marfat.com

چوبیسواں باب

معتصم باللہ

مامون کی وصیت کے مطابق طرطوس میں معتصم باللہ کی خلافت کا اعلان کردیا گیا' اس نے تیانہ کی سرحدی چھاؤنی کو ادھورا چھوڑدیا۔ تمام سامان کو فوج سمیت طرطوس پہنچادیا گیا' سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کام کو چھوڑ کر معتصم نے باقی تمام امور میں مامون کی پیروی کرنے کی کوشش کی' اس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے ترکوں اور دوسرے غیرملکیوں کی ایک باقاعدہ فوج مرتب کی' جو آگے چل کر عباسیوں کی سلطنت کے زوال کا سبب بنی' اس فوج کے افسر براہ راست خلیفہ کے ماتحت تھے' خلیفہ کی عرب اور ایرانی فوجوں کا اس فوج سے کوئی تعلق نہ تھا اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس ترک فوج نے بہت جلد رومی سلطنت کے "پرتوڑی گارڈز" کی صورت اختیار کرلی' جو اپنی مرضی کے مطابق حکمرانوں کو تخت پر بٹھاتے اور پھر اپنی مرضی سے انہیں اتاردیتے' اس ترک فوج کے سپاہی اعلی قسم کا فوجی لباس پہن کر اپنے گھوڑوں کو بغداد کے بازاروں میں سرپٹ دوڑاتے اور ہر اس راہ گیر کو جو سامنے آتا وہ اسے بلاخوف منہ کے بل گراتے ہوئے آگے نکل جاتے' ترک سپاہیوں کے اس طرزِ عمل سے بغداد میں شور مچ گیا' بلوے کے خوف سے خلیفہ اپنی اس ترک فوج سمیت بغداد سے چند دن کے فاصلے پر سامرا میں چلاگیا۔ معتصم نے سامرا میں اپنے لئے ایک محل' ترک فوج کے لئے بارکیں اور گھوڑوں کے لئے اصطبل بنوائے۔ شہر میں ترکی سرداروں کے محل اپنی شان و شوکت میں خلیفہ کے محل سے کسی طرح کم نہیں تھے۔

اس عہد کا ایک نمایاں واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے جاٹوں کا ایک قبیلہ دجلہ کے کنارے پر نمودار ہوا۔ عرب مورخ اسے زط کہتے ہیں یہ جاٹ وہاں کیسے پہنچے اس کے متعلق عرب مورخ بھی کچھ نہیں بتاتے لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ گنتی میں سترہ ہزار تھے۔ جب انہوں نے دھاوے بولنے شروع کئے تو معتصم نے ان کے مقابلہ پر چھوٹی سی ایک فوج بھیجی' انہیں قید کرکے خلیفہ کے سامنے بغداد میں پیش کیاگیا' تاکہ خلیفہ انکی عورتوں

Marfat.com

کا عجیب و غریب لباس دیکھ لے' جاٹوں کو سلیشیا کی سرحد پر آباد کردیا گیا بغیر کسی سبب کے بزنطینیوں نے ان پر حملہ کردیا۔ اس حملے میں جاٹوں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی جو زندہ بچے انہیں تھریس کے علاقوں میں بطور غلام آباد کردیا۔

۸۳۵ ء میں بغداد میں امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا' آپ کے بیٹے علی آپ کے جانشین ہوئے۔

بابک کے حملوں نے بہت سے علاقوں کو تباہ کردیا تھا اس کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے معتصم نے اپنے ترک جرنیل افیشن کو بھیجا' کئی ایک لڑائیوں کے بعد افیشن نے بابک کے قلعہ کو سرکیا' اس کے بیٹے اور کئی ایک دوسرے رشتہ داروں نے ہتھیار ڈال دیئے' ان سب کو بغداد بھیج دیا گیا جہاں معتصم نے ان کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کا برتاؤ کیا' بابک اپنے بھائی سمیت آرمینیہ بھاگ گیا' جہاں ایک آرمنی سردار نے انہیں پکڑ کر افیشن کے حوالے کردیا' انہیں بغداد پہنچایا گیا' چونکہ ان کے جرائم ناقابلِ عفو تھے اس لئے انہیں پہلے بغداد کے بازاروں میں ایک ہاتھی پر سوار کرکے پھرایا گیا اس کے بعد انہیں قتل کرایا گیا۔ افیشن نے سات ہزار کے قریب عیسائی اور مسلمان عورتوں کو بابک کے پنجے سے رہائی دلاکر انہیں اپنے اپنے گھروں میں پہنچایا۔ جب افیشن ماژندران میں بابک کی سرکوبی کررہا تھا تواس کے حلیف شہنشاہ بزنطین نے عباسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر حملہ کردیا اور مسلمانوں کے بہت سے شہروں کو جلاکر عورتوں اور بچوں کو ایک بڑی تعداد کو غلام بناکر اپنے ساتھ لے گیا۔ زباطرہ جہاں معتصم پیدا ہوا تھا جلاکر راکھ کردیا' اس شہر کے مردوں کو یا قتل کردیا گیا' یا انہیں اندھا کردیا گیا' جب معتصم کو ان واقعات کا پتہ چلا تو اس نے انتقام لینے کی قسم کھائی' وہ بڑی تیزی سے اپنی فوج سمیت بزنطینیوں سے انتقام لینے کے لئے روانہ ہوا' خلیفہ کی فوج کے ہراول دستوں نے بزنطین کی فوج کو شکست دی' خلیفہ نے اب شہنشاہ بزنطین تھیوفی لس کے مقام پیدائش عموریہ کا محاصرہ کرلیا' پچاس دن کے بعد یہ شہر فتح ہوا' عربوں نے اس شہر کو سطح زمین سے ہموار کردیا' تیس ہزار اشخاص کو قتل کیا گیا' باقی آبادی کو بزنطینی کمانڈر سمیت بغداد پہنچایا دیا گیا' اب معتصم باسفورس کی طرف بڑھا تاکہ بزنطین کو ایک فیصلہ کن شکست دے لیکن ایک سازش کے انکشاف سے وہ اس ارادے سے باز رہا۔ بعض عرب جرنیلوں نے جو ترک جرنیلوں کے اثر و رسوخ سے حسد کرتے تھے نوجوان عباس کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ معتصم کو قتل کردیا جائے۔ اتفاق سے اس سازش کا انکشاف ہوگیا' معلوم ہوتا ہے کہ اس سازش نے خلیفہ کو اس قدر پریشان کیا ہوگا کہ وہ اپنا پروگرام

ملتوی کرنے پر مجبور ہوگیا' عباس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا گیا' اب معتصم باللہ نے تھیونی لس کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا' خلیفہ سامرا روانہ ہوا۔ ۸۳۹ء میں طبرستان کے ایک مجوسی شہزادے نے بغاوت کردی' اس خیال کے پیش نظر کہ عبداللہ بن طاہر اس بغاوت کو فرو نہیں کرسکے گا اور اس طرح خلیفہ اسے (افیشن) مشرق کا گورنر مقرر کردے گا' افیشن نے باغی شہزادے کو ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر اکسایا' مجوسی شہزادہ کو شکست ہوئی اور اسے قتل کردیا گیا افیشن کو پکڑ کر ایک زندان میں بھوک سے مرنے کے لئے بند کردیا گیا۔

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ۵ جنوری ۸۴۲ء کو معتصم باللہ اس دنیا سے چل بسا۔

معتصم نے اپنی سلطنت کے زرعی امور میں بہت زیادہ دلچسپی لی۔ اس نے اپنی سلطنت کے طبعی ذرائع کو ملک کی ترقی پر صرف کیا۔ جب کبھی معتصم تشدد پر آمادہ ہوتا تو قاضی احمد بن داوٗد اس کے غصے کو فرو کرنے میں کامیاب ہوجاتا۔ قاضی احمد بن داوٗد معتزلین کا ایک بہت بڑا پیشوا تھا۔

Marfat.com

پچیسواں باب

واثق باللہ

معتصم باللہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ اس کا جانشین ہوا بعض مؤرخوں نے واثق کے کردار کو گھناؤنی صورت میں پیش کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک اچھا حکمران تھا' وہ خوش باش رہنے والا ضرور تھا لیکن اس کے ذاتی کرداد پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی تھی' اس نے سائنس اور ادب کی سرپرستی کی' صنعت و تجارت کو فروغ دیا' وہ ادب کا بہت دل دادہ تھا' اسے موسیقی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے سو کے قریب راگنیاں ایجاد کی تھیں' وہ حد سے زیادہ سخی تھی۔ اس کے عہدِ حکومت میں اس کی سلطنت میں ایک بھی گداگر نہیں تھا۔ اس عہد میں بازنطینیوں میں ایک وسیع پیمانے پر جنگی قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔

واثق نے بھی اپنے باپ کی طرح ترکوں کو عربوں اور ایرانیوں پر ترجیح دینے کی غلطی کی' اس نے ایک ترک سردار راشناس کو سلطنت کا نائب (سلطان) مقرر کیا' واثق نے عوام میں اعتزال کو پھیلانے کی کوشش کی' اس کی موت کے ساتھ ہی عباسیوں کی شانِ و شوکت بھی ختم ہوگئی۔

آئندہ دوسوسال میں عباسیوں کی تاریخ ایسے حکمرانوں کو پیش کرتی ہے جو بغیر اقتدار کے تخت پر بٹھادیئے جاتے تھے' اور بغیر کسی کے آنسو بہائے قبر میں اتار دیے جاتے تھے۔

واثق نے سامرا میں وفات پائی۔

Marfat.com

چھبیسواں باب

متوکل سے قائم تک

واثق کی موت کے بعد قاضی القضاۃ' وزیر اور بعض درباریوں نے چاہا کہ اس کے نوجوان بیٹے کو تخت پر بٹھائیں' لیکن واصف ترک نے اعتراض کیا کیونکہ اس کے خیال میں شاہی لباس اس نوجوان پر پورا نہیں اترتا تھا۔ چنانچہ واثق کے بھائی متوکل کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا' متوکل نے پندرہ سال تک حکومت کی۔ اس کے عہدِ حکومت میں عباسیوں کے زوال کا آغاز ہوا۔ اس نے عیش و عشرت میں ڈوب کر اپنی سلطنت کو تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔ ان سب باتوں کے باوجود وہ بہت عقیدہ پرست تھا' اس کے ایک فرمان کے ذریعہ اعتزال کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا' اس نے پرانے عقائد کے نفاذ کا حکم دے دیا۔ معتزلین کو سرکاری عہدوں سے نکال دیا گیا سائنس اور فلسفہ کے متعلق لیکچر دینے ممنوع قرار دے دیئے گئے' قاضی ابوداؤد ان کے بیٹے اور کئی ایک معتزلین کو قید کر لیا گیا' اور ان کی جائداد کو ضبط کر لیا گیا۔ متوکل نے اپنی سختیوں کا دائرہ صرف معتزلین تک ہی محدود نہ رکھا اس نے غیر مسلموں پر بھی سختیاں کیں۔ انہیں سرکاری عہدوں سے برطرف کر دیا اور طرح طرح سے اذیتیں پہنچائیں۔

حضرت علی اور آل رسول کے ساتھ اتنی دشمنی تھی کہ اس نے امام حسین کے روضہ کو مٹا کر وہاں پانی چھوڑ دیا' واثق نے اپنے وزیر کو کم احترام کرنے کے جرم میں موت کی سزا دی' بزنطینیوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر عباسیوں کی مملکت پر حملے شروع کر دیئے' انہوں نے مصر میں دمیاط کو آگ لگا دی اور شلیشیہ کو تباہ و برباد کر دیا' ملکہ تھیوڈورا نے دو لاکھ جنگی قیدیوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کو قتل کرا دیا۔ صرف ان لوگوں کی جان بخشی کی گئی جنہوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ متوکل کا طرز عمل اس قدر تند اور غضبناک ہو گیا تھا کہ اس کے ترک محافظوں نے اسے قتل کر دینے کی سازش کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سازش میں اس کا بیٹا منتصر بھی شامل تھا' چنانچہ ایک رات جب وہ عالم مدہوشی میں تھا تو اس کے ترک محافظوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

Marfat.com

متوکل کی موت کے بعد منتصر کی خلافت کا اعلان ہوگیا' اسے ایک انصاف پسند اور نیک دل حکمران کہا جاتا ہے۔ اسے اپنی رعایا کی بھلائی کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ اس نے حضرت علی ؓ اور امام حسین کے مزاروں کو از سرِنو تعمیر کیا۔ اور اہل بیت کو وہ جائداد واپس کردی جس کو متوکل نے ضبط کرلیا تھا' اس نے غیر مسلموں پر سے پابندیاں اٹھادیں' بدقسمتی سے وہ چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد اس دنیا سے چل بسا۔

اب ترک سرداروں نے جن کے اختیارات بہت وسیع ہوچکے تھے معتصم کے ایک پوتے مستعین کو تخت پر بٹھایا۔ مستعین کو کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ تمام اختیارات ترک سرداروں کے ہاتھ میں تھے۔ منتصر کی موت کے بعد صوبائی گورنر بہت حد تک آزاد حکمرانوں کی حیثیت حاصل کرچکے تھے۔

عبداللہ بن طاہر کی موت کے بعد اس کا بیٹا طاہر اس کا جانشین ہوا تھا۔ اس کا نظم و نسق اپنے باپ کی طرح بہت اچھا تھا۔ بنوطاہر کا صدر مقام نیشاپور تھا جو خراسان کی راجدھانی تھی' ۸۶۲ء میں طاہر کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمد اس کا جانشین ہوا۔ محمد نے ۸۷۳ء تک خراسان پر حکومت کی۔ بنوطاہر کے اقتدار کو دیکھتے ہوئے عباسیوں کے مشرقی صوبے ایک ایک کرکے مرکز سے کٹنے لگے۔

مستعین نے ترک سرداروں سے تنگ آکر بغداد میں پناہ لی۔ اسے خیال تھا کہ بغداد میں عرب اور ایرانی سپاہ اس کی امداد کریں گے' ترک سرداروں نے خلیفہ کو بغداد سے واپس لانے کی کوشش ناکام ہونے کے بعد متوکل کے دوسرے بیٹے معتز کی خلافت کا اعلان کردیا' ترک سردار بغداد کا محاصرہ کرنے کے لئے بڑھے۔ مستعین کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ اگر وہ تخت سے علیحدہ ہوجائے تو اسے مدینہ منورہ میں زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے گی لیکن جب مستعین حجاز جاتے ہوئے واسط پہنچا تو اسے معتز کے بھیجے ہوئے ایک قاتل نے قتل کردیا۔

اب ترک سرداروں میں باہمی جھگڑے شروع ہوگئے۔ واصف اور بغا کو ان کے مخالفوں نے قتل کردیا۔ ایک ترک سردار بابکیال نے وزارت پر قبضہ کرلیا۔ اس نے خلیفہ سے مصر کی نیابت حاصل کرکے مشہور و معروف احمد بن طولون کو اپنا نائب مقرر کیا۔ وزیر کے قتل کے بعد احمد بن طولون مصر کا آزاد حکمران بن گیا' وہ ایک بہت اچھا حکمران ثابت ہوا۔

امام نقی کا ۸۶۸ء میں انتقال ہوا۔ امام حسن عسکری ان کے جانشین ہوئے معتز تقریباً تین سال تک حکمران رہا' اس کی فوجوں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا' جسے وہ پورا نہ کرسکا' فوجوں

Marfat.com

نے اسے محل سے گھسیٹ کر باہر نکالا اور اس کی بہت زیادہ بے عزتی کی اور اسے تخت سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا۔ اسے قید کردیا گیا ' جہاں وہ تھوڑی مدت بعد قتل ہوا' یہ تھی منصور اور ہارون کے جانشینوں کی حالت زار!

معتز کی دست برداری کے بعد ترک سرداروں نے واثق کے ایک بیٹے مہدی کو تخت پر بٹھایا۔ وہ ایک مضبوط کردار کا انسان اور انصاف پسند حکمران تھا' اچھے حالات میں وہ اچھا حکمران ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنے محل سے گویّوں اور ناچنے والیوں کو نکال دیا۔ اس نے قانون کے مطابق حکومت کرنے کی کوشش کی۔ اس بناء پر اس کا ترک سرداروں سے تصادم ہوگیا' اس نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ ان ترک سرداروں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا' جب اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر چلتے بنے تو ترک سرداروں نے اسے گرفتار کرکے تخت سے علیحدگی پر مجبور کردیا' اسے قید کرلیا گیا' تھوڑی مدت بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

اب متوکل کے بیٹے معتمد کی خلافت کا اعلان کیا گیا' معتمد ایک کمزور حکمران اور عیش پسند انسان تھا۔ تاہم اس کا بھائی اپنی زندگی تک سلطنت کے کام کاج کو اچھی طرح سے چلاتا رہا۔ چونکہ معتمد بغداد میں رہتا تھا' اس لئے اس عہد میں ترک سرداروں کا اثر و رسوخ کچھ کم ہونے لگا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مامون کا دور حکومت پھر سے آنے لگا ہے۔

۸۶۴ء میں طبرستان مرکز سے کٹ چکا تھا' حسن بن زید (علوی) نے طبرستان کے لوگوں کو مسلمان کرنے کے بعد وہاں اپنی آزاد حکومت قائم کرلی۔ ۸۷۰ء میں یعقوب ابن لیث نے بنوطاہر سے بجستان چھین لیا۔ اس نے آہستہ آہستہ سارے شمالی ایران پر اپنا اقتدار قائم کرلیا' تین سال بعد اس نے طاہر کے پوتے کو خراسان سے نکال دیا اور تھوڑی مدت بعد طبرستان پر بھی قبضہ کرلیا' ان کامیابیوں سے مسرور ہوکر عراق پر بھی حملہ کردیا لیکن واسط کے قریب معتمد کے بھائی نے اسے شکست دی۔ اب یعقوب بن لیث اپنی مملکت میں واپس آگیا' اگلے سال وہ پھر عراق پر حملہ کرنے کی تیاریاں کررہا تھا کہ مرگیا' اس کے جانشین اور بھائی عمرو بن لیث نے خلیفہ سے صلح کرلی' خلیفہ نے اسے اپنے علاقے کا آزاد حکمران تسلیم کرلیا۔

اسمٰعیل سامانی کے عہد میں ماوراءالنہر تقریباً" آزاد ہوگیا۔ سامان ایک سوداگر تھا جس کے خاندان کے افراد نے مامون کے عہد میں بہت ترقی کی' مامون نے سامان کے پوتے احمد کو فرغانے کا حاکم مقرر کیا' احمد کے بعد اس کا بیٹا نصر اس کا جانشین ہوا۔ اسمٰعیل فاضل اور مضبوط کردار کا آدمی تھا۔ اس نے اپنی ریاست کے استحکام میں بہت کوشش کی' ترکمان قبیلوں

Marfat.com

کو جیحوں کے پار لگادیا' اس نے رعایا پروری سے اپنے خاندان کی حکومت کو مضبوط کیا' خلیفہ نے اسے بھی فرغانہ کا آزاد حکمران مان لیا!

مصر اور شام پر احمد بن طولون کا قبضہ تھا' احمد بن طولون کی موت (۸۸۴) کے بعد اس کا بیٹا حمارویہ اس کا جانشین ہوا' اس نے دمشق میں رہائش اختیار کی۔

ان خاندانوں کی آزاد حکومتوں نے اگرچہ سلطنت کو کمزور کردیا تھا لیکن ان کی آزادی سے ریاستوں کی رعایا کو بھی فائدہ پہنچا کیونکہ ان حکمرانوں نے سائنس اور آرٹ کی سرپرستی کی' ان کے عہد میں صنعت اور تجارت کو بہت فروغ ہوا۔

معتمد کے عہد میں عراق میں حبشیوں نے جو بغاوت کی تھی' اس کے اثرات بہت تباہ کن ثابت ہوئے' اس بغاوت کا لیڈر ایک ایرانی تھا جس نے اپنے ماننے والوں کو ہر حرکت کی اجازت دے رکھی تھی۔ سلطنت کے مختلف حصوں سے حبشی غلام اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ اس نے بہت جلد عراق اور اہواز پر قبضہ کرلیا اور کئی سال تک خلیفہ کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ ۸۸۲ء میں اسے شکست دی گئی' اس کا قلعہ تباہ کردیا گیا' اس کے ساتھی بھاگ گئے اور وہ خود مارا گیا۔

۸۸۳ء میں خلیفہ کی مملکت میں عرب' بابل' عراق' آذر بائیجان' آرمینیہ اور بحیرۂ ہند کے ساحلی علاقے شامل تھے' یہ سلطنت بھی بہت کافی تھی بشرطیکہ اس کا تحفظ کیا جاسکتا۔

بزنطین نے ان شورشوں سے فائدہ اٹھاکر مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع کردیئے۔ شروع شروع میں انہیں بہت زیادہ کامیابی ہوئی لیکن احمد بن طولون نے ان کے حملوں کی پوری طرح سے روک تھام کی۔

امام حسن عسکری نے ۸۷۴ء میں معتمد کے عہدِ حکومت میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد امامت کا منصب آپ کے بیٹے محمد المہدی کو ملا' آپ شیعان علی رضی اللہ عنہ کے آخری امام ہیں۔

۸۹۲ء میں معتمد کی موت پر معتضد اس کا جانشین ہوا۔ معتضد اور اس کے جانشین کے عہد میں سلطنتِ عباسیہ میں کسی قسم کا مزید انتشار پیدا نہ ہوا۔ اس کے برعکس بعض حالات نے خلافت کو مستحکم کردیا جس سے خلیفہ نے بہت سے صوبوں کو از سرِنو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا' معتضد کو سفاح ثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے عباسیوں کی کمزور سلطنت میں پھر سے جان ڈال دی تھی' وہ ایک قابل حکمران اور بہادر انسان تھا' وہ اپنے پیشرو سفاح کی طرح بے رحم ضرور تھا' اس کے خوف سے عباسی سلطنت مزید انتشار سے بچ گئی۔

Marfat.com

اس نے بازنطین کے خلاف کامیاب لڑائیاں لڑیں' ان لڑائیوں میں اس نے بہت سے شہروں کو بازنطینوں سے چھین لیا تھا' اس نے کردوں کو عراق (جزیرہ) سے نکال دیا' موصل کے امیر ہمدان نے آزاد ہونے کی کوشش کی لیکن اسے سختی سے دبا دیا گیا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے پُرامن طریق سے مصر کو دوبارہ خلافتِ عباسیہ سے ملحق کرلیا اور برضاؤ رغبت دس لاکھ دینار سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ خلیفہ نے اس کی لڑکی قطرالندا سے شادی کرلی۔ جس سے تعلقات اور زیادہ استوار ہوگئے۔

معتضد کے طرزِ حکومت میں سخت گیری تھی لیکن اس کے بعض اقدام بلا شبہ بہت مفید تھے۔ اس نے بغداد کو بدمعاشوں او بدچلن اور شریروں سے خالی کیا' یہ لوگ دن کے وقت داستان گوئی یا نجومیوں کا کام کرتے اور رات کے وقت چوری چکاری کرتے۔ بلا وصیت جائداد کے متعلق اس نے نہایت قابلِ قدر اصلاح کی۔ عرب کے قدیم دستور کے مطابق متوفی کی بہن یا لڑکی وغیرہ کی اولاد ترکہ کے حصہ سے محروم کردی جاتی تھی۔ یہ قاعدہ ابتدا میں سُنّی قانون میں رائج ہوا کہ اگر فرقہ ذکور کی جانب سے کوئی رشتہ دار نہ ہو تو جائداد سرکاری ملکیت ہوجایا کرتی تھی۔ معتضد نے لاوارث مال کا محکمہ توڑ دیا اور ہدایت کی کہ اگر ذکور کے حقدار نہ ہوں تو فرقہ اناث کی طرف کے لواحقین کو متوفی کی جائداد دی جائے۔

اب تک شمسی سال کے آغاز پر اس طرح جشن کئے جاتے تھے جس طرح قدیم ایران کرتے تھے۔ نئے سال کے پہلے دن جسے نوروز خاصہ کہتے تھے خلیفہ دربار کرتا۔ نذرانے لیتا اور تحائف دیتا تھا۔ لوگ آپس میں ملاقاتیں کرتے رنگے ہوئے بیضے اور قسم قسم کی مٹھائیاں ایک دوسرے کو بھیجتے۔ آتشبازی چھوڑتے ایک دوسرے پر خوشبو دار عرقیات یا رنگ دار پانی چھڑکتے۔ چونکہ پانی چھڑکنا حدِ اعتدال سے بڑھ گیا تھا اور آتشبازی خطرناک تھی' معتضد نے یہ دونوں رسمیں ممنوع قرار دیں۔ کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابیں فروخت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ نوروز کو مارچ سے ہٹا کر جون میں لے گیا' جو سریانی تقویم کا نیا سال ہے۔

اسی کے عہدِ حکومت میں افریقہ میں فاطمیوں کا زور ہوا اور اشتراکیت پسند قرامطہ نے عرب' شام اور عراق میں ایسی تباہی مچائی جس نے اسلامی دنیا کو بہت نقصان پہنچایا' قرامطہ نے سب سے پہلے کوفہ میں سر نکالا' بہت جلد ان کے عقائد بحرین تک جا پہنچے۔

بحرین مسلمان انقلاب پسندوں کی جائے پناہ رہا ہے۔ بحرین میں ابو سعید جنابی کی سرکردگی میں انہوں نے اتنی قوت حاصل کرلی تھی کہ انہوں نے عراق پر حملہ کرکے خلیفہ کی فوج کو شکست دی۔

Marfat.com

دو سال بعد وہ شام میں داخل ہوگئے' انہوں نے سارے صوبے کو ویران کردیا' ابو سعید کے قتل ہوجانے کے بعد اس کا بیٹا ابو طاہر قرامطہ کا لیڈر بنا' اس کی زیر کمان قرامطہ نے بصرہ پر قبضہ کرلیا اور آس پاس کے علاقوں کو تباہ و برباد کردیا۔ وہ خلیفہ کی فوجوں کو ہر مقام پر شکست دیتے رہے' یہاں تک کہ معتضد کے عہد میں انہوں نے ایامِ حج میں مکے پر حملہ کردیا حاجیوں کو قتل کیا۔ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے کے بعد وہ حجر اسود کو اٹھا کر لے گئے' اب مسلمانوں نے متفق ہوکر انہیں شکست دینے کے لیے اقدام کیا' پندرہ سال کی خونریز لڑائیوں کے بعد ان کا قلع قمع کیا گیا لیکن قرامطہ کی شورش کے تباہ کن اثرات نہ مٹائے جاسکے' عرب شام کا اہم حصہ اور عراق ویران کئے جاچکے تھے۔

ان حالات میں بازنطینیوں نے مسلمانوں کی مملکت پر حملہ کردیا

۹۰۲ء میں معتضد کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مکتفی اس کا جانشین ہوا۔ وہ ایک عقلمند اور عادل حاکم تھا' اس نے بغداد پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے بنوائے ہوئے زیرِ زمین قید خانے توڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنوادیں' معتضد نے اپنے محل کے باغ کے لئے لوگوں سے جو زمینیں چھین لی تھیں' اس نے ان زمینوں کو ان کے وارثوں کے سپرد کردیا' اس نے اپنی رعایا کے دل میں محبت پیدا کرلی!

قرامطہ کی تباہ کاریوں نے خلافت کی فوجوں کو اگرچہ بہت زیادہ مصروف کر رکھا تھا' لیکن اس پر بھی مکتفی نے مصر کو براہِ راست اپنے زیرِ نگیں کیا اور بازنطینیوں کو شکست دی' عربوں نے ان کے اہم شہر والیہ پر قبضہ کرلیا' پانچ سال کی مختصر حکومت کے بعد مکتفی دنیا سے چل بسا' اس کا بھائی مقتدر' جس کی عمر تیرہ سال تھی اس کا جانشین ہوا' اس کے عہدِ حکومت کے شروع میں اس کے وزیروں نے سلطنت کی شان و شوکت کو قائم رکھا لیکن اس کی بے پروائی نے اس کے آخری ایام حکومت میں سلطنت کو زوال کی طرف دھکیل دیا' فاطمی حکمران عبیداللہ المہدی نے سارے شمالی افریقہ کو فتح کرلیا' اس نے بنو اغلب کے آخری حکمران کو شمالی افریقہ سے باہر نکال دیا۔ یہ شہزادہ مصر کی راہ سے عراق بھاگ گیا۔

اسی زمانہ میں میڈیا کے شمالی علاقہ میں آباد دیلمیوں نے اسلام قبول کیا۔ انہی ایام میں بغداد میں بزنطینی سفارت پہنچی' بغداد نے اس سفارت کا شاندار خیر مقدم کیا' اسی سال بغداد میں مقتدریہ ہسپتال کا افتتاح کیا گیا' اس ہسپتال کے لئے سات ہزار دینار سالانہ منظور ہوئے۔

مقتدر کے آخری ایامِ حکومت میں حکومت کی باگ ڈور اس کی ماں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اپنے ہاتھ سے فرمان اور احکام جاری کرتی' جمعہ کے دن وہ قاضیوں اور درباریوں کی

Marfat.com

موجودگی میں اپلییں سنی' مقتدر کے عہد حکومت میں حنبلیوں کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا' حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے پبلک احتساب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا' وہ لوگوں کے گھروں میں داخل ہوکر ہر اس چیز کو ضائع کردیتے جو ان کے ذاتی ذوق کو مجروح کرتی ہوئی دکھائی دیتی' وہ کتب فروشوں کی دوکانوں سے سائنس اور فلسفہ کی کتابوں کو اٹھا کر انہیں بازاروں میں جلادیتے' مقتدر (۹۰۷ ۹۳۲) اپنے ایک درباری کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا' اس کی موت کے بعد قاہر اس کا جانشن ہوا۔ وہ ظالم حکمران تھا' اس لئے جن ہاتھوں نے اسے تخت پر بٹھایا تھا' انہوں نے اسے ۹۳۴ء میں تخت سے اتار کر اندھا کردیا' اس کے عہد حکومت میں مصر پھر آزاد ہوگیا۔

اب ترک سرداروں نے مقتدر کے ایک بیٹے۔ (راضی) کو تخت پر بٹھایا اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی خلفاء کی شان و شوکت اور قوت کا خاتمہ ہوگیا' اس کے تخت نشین ہوتے ہی واسطہ اور بصرہ کے گورنر نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ کمزور حکمران نے اسے امیر الامراء کا خطاب دیا۔ اب خلیفہ کے پاس بغداد اور اس کے مضافات کے علاوہ اور کچھ بھی باقی نہیں تھا' ہر صوبے کے گورنر نے آزادی اختیار کرلی تھی' اس وقت تک ہسپانیہ کے اموی حکمران خلیفہ یا امیر المومنین کے لقب سے گریز کرتے چلے آرہے تھے' لیکن عباسی خلیفوں کی کمزوری نے عبدالرحمن کو خلیفہ کا لقب اختیار کرنے میں رہنمائی کی۔

۹۴۰ء میں راضی کی موت کے بعد مقتدر کا دوسرا بیٹا متقی اس کا جانشین ہوا۔ وہ ترک امیر الامراء کے قبضہ میں تھا' اس کے عہدِ حکومت میں ترک سرداروں کی آپس میں بہت سی لڑائیں ہوئیں' بازنطین نے بھی موقعہ پاکر اولیسہ پر حملہ کرنے سے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کردیا۔

۹۴۴ء میں امیر الامراء نے متقی کے بھائی مکتفی کو اس کا جانشین مقرر کیا' اس نے و یلمی شہزادوں کو بہت بڑے بڑے خطاب دیئے' ان میں سے ایک کو اس نے سلطان کا خطاب دیا' نماز جمعہ میں خلیفہ کے نام کے ساتھ ساتھ سلطان کا نام بھی لیا جانے لگا' سلطنت کے تمام اختیارات سلطان کے ہاتھ میں چلے گئے' سکوں پر بھی اس کا نام کندہ ہونے لگا۔

خلیفہ کو خزانہ عامرہ سے پانچ ہزار دینار سالانہ ملتے تھے' امیر الامراء معز الدولہ اگرچہ علوم و فنون کا سرپرست تھا' لیکن وہ طبیعت کا ظالم تھا۔ سب سے پہلے اسی نے محرم کی دسویں تاریخ کو امام حسین کی یادگار کے طور پر منایا۔

بازنطین کی طرف سے حملوں کی رفتار برابر جاری رہی' مسلمانوں کی کمزور اور بٹی ہوئی

Marfat.com

سلطنت ان حملوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔

امیر الامراء نے سازش کے شبہ پر خلیفہ کو ۹۴۶ء میں تخت سے اتار کر اندھا کردیا' اب مقتدر کے ایک دوسرے بیٹے مطیع کو تخت پر بٹھایا گیا۔ آلِ بویہ تقریباً" ایک سو سال تک برسر اقتدار رہے۔ ترک فوجی سرداروں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ ان میں سے اگرچہ کئی ایک ظالم تھے لیکن ان کے عہدِ امارت میں رعایا کو کافی خوش حالی نصیب ہوتی رہتی۔

معزالدولہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا بختیار امیر الامراء بنا' خلیفہ کی طرف سے عند الدولہ کا خطاب ملا' سات سال کے بعد غرالدولہ نے مطیع کو تخت سے اتار کر اس کے بیٹے طائع (۹۷۴ ۔ ۹۹۱) کو تخت پر بٹھایا آلِ بویہ کی علمی سرپرستی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس عہد میں بڑے بڑے نامور اہل قلم پیدا ہوئے' مسعودی فارابی' متنبّی' ابو الفرج اور دیناوری سب کے سب مطیع کے ہمعصر تھے۔

معزالدولہ کو اس کے بیٹے عزالدولہ نے معزول کردیا' خلیفہ نے مجبور ہوکر اسے تاج الملّت کا خطاب گیا۔ عزالدولہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا صمصام الدولہ اس کا جانشین ہوا۔ خلیفہ نے اسے شمس الملّت کا خطاب دیا۔ صمصام کو اس کے بھائی شرف الدّولہ نے معزول کردیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے ابو نصر کو خلیفہ کی طرف سے بہاؤالدولہ اور ضیاء الملّت کا خطاب ملا۔

عزالدّولہ اور شرف الدّولہ نے بغداد کی علمی سرگرمیوں کو پھر سے تازہ کیا۔ اس عہد میں کئی ایک بلند مرتبہ سائنس دان پیدا ہوئے!

بہاء الدّولہ نے طائع کو معزول کرکے اس کے بھائی قادر کو تخت پر بٹھایا طائع اپنے بھائی کے محل ہی میں رہنے لگا' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادر نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہوگا۔ قادر نے ۱۰۰۲ میں وفات پائی۔

قادر کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت نیک اور پارسا انسان تھا۔ وہ رات کا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتا اور اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ خیرات کرتا اس نے معتزلین کے خلاف کئی ایک رسائل لکھے جن میں اس نے اعتزال کو بدعت قرار دیا!

ستائیسواں باب

خاندانِ غزنویہ!

ماورالنہر اور خراسان پر سامانیوں نے ۸۷۴ سے ۹۹۹ تک حکومت کی۔ اس خاندان کے آخری ایام میں ایک ترک سپاہی نے جس کی زندگی کا آغاز غلام کی حیثیت سے ہوا تھا بہت ترقی کرلی لیکن بادشاہ اس سے ناراض ہوا اور اس غلام کو بخارا سے بھاگنا پڑا' اس سپاہی کا نام الپتگین تھا' اس نے افغانستان کے کوہستانوں میں اپنے لئے ایک چھوٹی سی ریاست کی طرح ڈالی' اس کی راجدھانی غزنی تھی' سامانی بادشاہ نے الپتگین کو مطیع کرنے کی کوشش کی' لیکن وہ سولہ سال تک مقابلہ کرتا رہا۔ ۹۹۵ء میں الپتگین کی موت کے بعد اس کا داماد سبکتگین اس کا جانشین ہوا۔ اس نے بہتر نظم و نسق سے اپنی رعایا کے دل کو ہاتھ میں لے لیا' اور اپنے ہمسایہ لوگوں سے اپنی عزت کرائی۔ خلیفہ نے سبکتگین کو ناصرالدولہ کا خطاب دیا۔ اس طرح اس نے خاندانِ غزنویہ کی بنیاد رکھی۔ اس کی فوجوں نے ہندوکش کو پار کرکے پنجاب پر چڑھائی کی' چونکہ وہ سامانی بادشاہ کی فوج کا طرف دار تھا' اس لئے اس نے اس کی ریاست کو ترکمانوں کے حملے سے بچایا!

اس کی موت کے بعد اس کے دو بیٹوں محمد اور اسماعیل میں تخت نشینی کے لیے لڑائی ہوئی۔ محمد چاہتا تھا کہ دونوں بھائیوں میں باپ کی ریاست تقسیم کرلی جائے مگر اسماعیل نہ مانا۔ محمد لڑائی میں کامیاب ہوا۔ اسی زمانہ میں سامانیوں کی قوت ٹوٹ گئی ۱۰۰۰ء میں محمود نے خراسان پر قبضہ کرلیا۔ خلیفہ نے اس کی حکومت کو تسلیم کرتے ہو اسے یمین الدولہ اور امین الملت کا خطاب دیا۔

سلطان محمد کا عہدِ حکومت ایشیا کی تاریخ میں ایک شاندار دور ہے۔ اس نے غزنی کو خوبصورت بنایا' روم کے پہلے شہنشاہ کی طرح اس کے متعلق بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس نے غزنی کو جو جھونپڑوں کی ایک بستی تھی بڑے بڑے محلات کا شہر بنادیا' وہ علوم و فنون کا سرپرست تھا' اگرچہ اس کی سخاوت میں کبھی کبھی تنگ نظری حائل ہوجاتی تھی لیکن اس پر بھی اس کا دربار عالموں اور فاضلوں کا مرکز تھا' البیرونی' فردوسی' دقیقی اور کئی دوسرے فلسفی اور شاعر اسی کے عہد میں گزرے ہیں

Marfat.com

سلطان محمود کئی مرتبہ ہندوستان میں داخل ہوا لیکن اس نے پنجاب کی سرحدوں کے باہر کوئی مستقل علاقہ اپنی سلطنت میں شامل نہیں کیا۔ جب محمد مشرق میں مصروف تھا تو ترکمانوں کی ایک جماعت میدانوں سے نکل کر ماوراالنہر میں آباد ہوگئی' سلطان محمود نے ان سے اطاعت کا وعدہ لے کر ان سے معمولی خراج لینے پر اکتفا کی یہی سلطان کی غلطی تھی۔

اس جماعت کو کمزور کرنے کی غرض سے سلطان محمود نے ان میں سے ایک قبیلہ کو ان کے سردار سلجوق کی رہنمائی میں خراسان میں جلاوطن کردیا' خراسان میں سلجوقیوں نے طاقت پکڑنی شروع کی' یہاں تک کہ وہ اپنے سابق آقاؤں کے خلاف لڑنے لگے۔ سلطان محمود نے ۱۰۳۰ء میں وفات پائی۔ وہ اپنے بیٹے اور جانشین مسعود کے لئے ایک بہت بڑی سلطنت چھوڑ گیا۔ مسعود نے سلجوقیوں کو خراسان سے نکالنے کی بہت کوشش کی' ھرات کے قریب سلجوقیوں اور غزنویوں میں لڑائی ہوئی جس میں مسعود کو شکست ہوئی۔ اب غزنی سلطنت کے کھنڈروں پر سلجوقیوں نے اپنی سلطنت کی عمارت کھڑی کی' سلطان مسعود کی سلطنت اب افغانستان اور پنجاب تک ہی محدود تھی۔

سلطان مسعود کی موت کے بعد جانشینی کے جھگڑے چلتے رہے یہاں تک کہ سلطان ابراہیم غزنی کے تخت پر بیٹھا سلطان ابراہیم مشہور فلسفی شاعر حکیم سنائی کا دوست اور مربی تھا۔ سلطان ابراہیم نے خراسان کے سلجوقی شہزادے سے صلح کرکے اپنی تمام سرگرمیوں کو ہندوستان کی طرف مبذول کردیا۔

Marfat.com

اٹھائیسواں باب

آل سلجوق

سلطان مسعود کو شکست دینے کے بعد سلجوقیوں نے سلجوق کے پوتے طغرل بیگ کو اپنے قبیلہ کا سردار چن لیا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں "طغرل بیگ ایک عقلمند حکمران' سخی' نیک اور سادہ دل انسان تھا۔ طغرل نے بہت جلد جرجان' عراق' عجم' خوارزم اور دوسرے مغربی صوبوں کو اپنے ماتحت کرلیا آل بویہ کے شہزادوں نے اس سلجوقی سردار کے اقتدار کو تسلیم کرلیا۔ طغرل جب کبھی کوئی شہر فتح کرتا تو وہاں اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنواتا۔ اس کی پاکبازی کی شہرت نے اسے اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے میں بہت مدد دی۔

جب ایران میں آلِ بویہ کا چراغ بجھ رہا تھا' تو اس وقت قادر (۹۹۱ - ۱۰۳۱ء) نے ۸۷ سال کی عمر میں وفات پائی' اس نے تقریباً" ۴۱ سال حکومت کی۔ اس کے عہد حکومت میں کئی ایک ایسے فاضل اور عالم گزرے جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

قادر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا قائم تخت پر بیٹھا' وہ ایک پاکباز' نیک اور رحمدل انسان تھا' اس نے علوم و فنون کی سرپرستی میں خوب حصہ لیا' وہ تقریباً" چوبیس سال تک بغیر کسی دنیوی ثروت کے ایک دینی پیشوا کی طرح کام کرتا رہا' وہ آلِ بویہ کے زیرِ اثر تھا' جب ایک ترک سردار ارسلان بصری نے ملک رحیم کو امارت کے عہدے سے برطرف کردیا تو اس وقت قادر نے سلجوقی حکمران سے امداد طلب کی طغرل بڑی تیزی کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھا۔ اس کے بغداد پہنچتے ہی ارسلان بصری بغداد سے بھاگ نکلا' لیکن جب طغرل کو ایک بغاوت فرو کرنے کے لئے ایران جانا پڑا تو ارسلان پھر بغداد میں آن دھمکا۔ اس نے قادر کو تخت سے ہٹا کر مستنصر کو خلیفہ بنادیا۔

طغرل پھر بغداد کی طرف بڑھا۔ ایک لڑائی میں ارسلان مارا گیا۔ طغرل نے قائم کو پھر تخت پر بٹھا دیا۔ اب ممنون خلیفہ نے سلجوقی حکمران کو اس اسلامی سلطنت کا سب سے بڑا دنیوی حاکم بنادیا جو عباسیوں کے روحانی اقتدار میں تھی۔

بغداد میں طغرل کی تاجپوشی کی رسم بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ خلیفہ نے اپنے ہاتھ

Marfat.com

سے طغرل کے سر پر دو تاج رکھے' جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ طغرل کا اقتدار عربوں اور ایرانیوں دونوں پر ہے' منادی کرنے والوں نے طغرل کے مشرق و مغرب کے سلطان ہونے کا اعلان کردیا۔

طغرل کی سرکردگی میں سلجوقی ایشیا میں غالب قوم بن گئے۔ سلجوقیوں کا قبیلہ ترکی نسل سے تھا۔ اگرچہ ترک اور مغل ایک ہی اصل سے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق تھا' مغل ایشیا کے انتہائی کناروں میں نیم بربریت کی زندگی گزارتے تھے۔ مغرب میں رہنے والے قبیلوں کا جب عربوں سے میل جول ہوا تو وہ کافی مہذب ہوگئے' ان ترک قبیلوں میں سلجوقی سب سے زیادہ متمدن تھے' انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ جب عرب پُر امن ایام میں فنون کو ترقی دے رہے تھے تو اس وقت سلجوقی اسلام کی مملکت پھیلانے میں مصروف ہوگئے' گیارہویں صدی کا پچھلا نصف ان کی تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار زمانہ ہے۔

بزنطین نے خلافت کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عباسیوں کی مملکت پر پھر سے حملے شروع کردیئے تھے۔ دسویں صدی کے آخری بزنطین کی سلطنت ایک طرف انطاکیہ تک' دوسری طرف آرمینیا کی سرحد تک پھیل چکی تھی۔

۱۰۶۰ء میں طغرل نے بزنطین کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا' طغرل نے بزنطینیوں کو کیادوشینہ اور فرغنہ سے باہر نکال دیا' لیکن ان علاقوں کو اس کے جانشین الپ ارسلان نے مستقل طور پر فتح کیا' ۱۰۶۳ء میں طغرل کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا الپ ارسلان اس کا جانشین ہوا' ابن الاثیر کے الفاظ میں "الپ ارسلان ایک عقلمند حکمران اور نیک دل انسان تھا۔ خلیفہ نے اسے سلطان کا خطاب دیا۔"

الپ ارسلان جارجیا اور آرمینیہ کو فتح کرنے کے بعد آذربائیجان کا رخ کرنے والا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بزنطینی شہنشاہ ارمانوس دو لاکھ سپاہی لے کر ایشیائے کوچک میں اس ارادے سے پہنچ چکا ہے کہ بغداد کو تباہ کرنے کے لئے آگے بڑھے' اس سے بہتر اور مسلح فوج اس وقت تک فتح کرنے یا لوٹ مار کے لیے قسطنطنیہ سے کبھی نہیں نکلی تھی' بزنطینیوں کے بڑھنے کے ساتھ ہی مسلمان پیچھے ہٹ کر ملازجرد میں رک گئے۔ یہ مقام موجود ارض روم اور وان کے درمیان واقع تھا' اسی مقام پر عرب فوج کی امداد کے لئے سلطان الپ ارسلان بھی پہنچ گیا۔ اس لڑائی میں ایشیاء میں بزنطین کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا۔ مسلمانوں نے بزنطینی فوج کو شکست دی۔ شہنشاہ کو پکڑ کر سلطان کے خیمہ میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا!

Marfat.com

ایک طویل بات چیت کے بعد سلطان اور شہنشاہ میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے شہنشاہ نے اپنی لڑکیوں کی شادی سلطان کے بیٹوں سے کرنی منظور کی۔ اس نے دس لاکھ اشرفی بطور تاوانِ جنگ اور تین لاکھ ساٹھ ہزار اشرفی سالانہ بطورِ خراج دینا منظور کیا۔ اس نے سارے جنگی قیدیوں کو رہا کرنے کا بھی اقرار کیا۔ اب شہنشاہ کو سلطان کی فوج کی حفاظت میں قسطنطنیہ کی طرف روانہ کردیا گیا۔ لیکن اسے راستے میں معلوم ہوا کہ اس کی رعایا نے اسے معزول کردیا ہے' اس موقعہ پر سلطان نے شہنشاہ کی فوجی امداد کرنا چاہی لیکن اس سے پہلے کہ سلطان شہنشاہ کی امداد کرنے پاتا ارمانوس گرفتار ہوکر اندھا کردیا گیا تھا۔

ملازجرد کی لڑائی کے بعد الپ ارسلان نے ایشیائے کوچک کی حکومت کو اپنے چچا زاد بھائی سلیمان کے سپرد کردیا' سلیمان ایک عقلمند حکمران اور ایک بہادر سپاہی ثابت ہوا۔ اس نے اپنی فتوحات کو شمال میں ہیس پونٹ مغرب میں بحیرہ روم تک پھیلا کر بزنطین کے حکمرانوں سے خراج وصول کیا۔ اس نے نیقیہ کو اپنی راج دھانی بنایا۔ جب نیقیہ پر صلیبیوں نے قبضہ کیا تو اس وقت ایشیائے کوچک کی مسلم حکومت کا صدر مقام قونیہ کو بنایا گیا' ایشیائے کوچک پر سلیمان کی اولاد کا قبضہ رہا یہاں تک کہ تاتاریوں نے اس خاندان کی حکومت کو ختم کردیا۔ عربوں کی تاریخ میں یہ حکمران سلاطینِ روم کہلاتے تھے۔ یہ بادشاہ اپنی قوت اور اپنی تہذیب کے بہت سے آثار چھوڑ گئے ہیں۔

الپ ارسلان کے عہد میں حکومت کے نظم و نسق کا سارا کام اس کے وزیر خواجہ حسن نظام الملک کے سپرد تھا۔ الپ ارسلان کی موت (۱۰۷۳ء) کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ اس کا جانشین ہوا!

تین سال بعد خلیفہ قائم بھی اس دنیا سے چل بسا۔ اس کا پوتا مقتدی اس کا جانشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت مقتدی کی عمر صرف انیس سال تھی۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت نیک دل اور پارسا انسان تھا۔ اس نے امن عامہ کے لئے بغداد سے تمام بدچلن لوگوں کو نکال دیا۔ اس زمانہ میں حنبلیوں اور حنفیوں میں جو فسادات ہوئے ان سے بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اس زمانہ میں اسلامی دنیا کا مرکز خلیفہ کی جگہ سلطان ملک شاہ تھا۔

ملک شاہ کی حکومت کے شروع میں چند ایک بغاوتیں ہوئیں جنہیں اس نے فرو کردیا۔ اپنے بھائی کی بغاوت فرو کرنے کے سلسلہ میں اس نے امام رضا کے مقبرہ پر جو دعا مانگی اس سے اس کے اخلاق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس نے اپنی دعا میں یہ کہا تھا'' — خدا! اگر میرا بھائی مسلمانوں پر حکومت کرنے میں مجھ سے زیادہ اہل ہے تو میرے بھائی کو فتح عنایت

Marfat.com

کر" بہتر حکمرانی میں بہت کم بادشاہ اس کے مرتبہ تک پہنچے ہیں۔ اس نے نظام الملک کو بدستور وزیر بنائے رکھا۔ یحییٰ برمکی کے بعد نظام الملک ایشیا کا سب سے بڑا وزیر تھا۔ اس کی قابلیت اور صلاحیت کا ثبوت اس کی کتاب "سیاست نامہ" میں ملتا ہے۔

سلطان کی وسیع سلطنت میں امن و امان قائم تھا۔ یہ سلطنت چین سے بحیرۂ روم اور جارجیا سے یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ ملک شاہ نے بارہ مرتبہ اپنی سلطنت کا دورہ کرکے ہر صوبے کی ضرورتوں اور تقاضوں پر غور کیا۔ تجارتی اور زیارتی سڑکوں پر اس نے ہارون اور مامون کی طرح آرام گاہیں بنوائیں' اور سوداگروں اور مسافروں کی حفاظت کے لئے اس نے سڑکوں پر پولیس کی چوکیاں قائم کیں۔

ملک شاہ کا عہدِ حکومت بہت شاندار تھا۔ لوگ خوش حال تھے۔ کاروبار کو فروغ حاصل تھا۔ علم و ادب ترقی پر تھے۔ فارسی زبان نے اسی عہد میں نمایاں ترقی کی۔ ایشیاء کے شہروں میں بڑے بڑے کالج' مسجدیں' محل اور ہسپتال تھے۔ سلطنت کے طول و عرض میں نہروں اور سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ سلطان نے اپنے وزیر کے مشورہ سے تقویم (کیلنڈر) میں جو تبدیلی کی اس کی اہمیت کو ساری دنیا نے محسوس کیا۔ اس کام کے لیے عمر خیام کی صدارت میں بڑے بڑے سائنسدانوں کی ایک کانفرنس کی گئی ملک شاہ کے خطاب کی نسبت سے یہ اصلاح شدہ کیلنڈر تقویم جلالی کہلاتا ہے۔

روم کے سلطان سلیمان نے اپنی مملکت کی حدود کو کاریہ تک بڑھا کر کئی ایک جزیروں پر قبضہ کرلیا تھا' بزنطین کے تین شہنشاہوں نے ایک دوسرے کے بعد شاہ کو خراج دیا۔ سلیمان نے بزنطینیوں کو انطاکیہ سے نکال دیا

۱۰۶۱ء میں نارمنوں نے سسلی پر حملہ کیا تھا' عربوں کے باہمی اختلافات سے نارمن لوگوں نے بہت فائدہ اٹھایا لیکن اس کے باوجود کئی سال تک سسلی میں لڑائی ہوتی رہی۔ تیس سال کی لڑائی کے بعد کاؤنٹ راجر نے ۱۰۹۱ء میں سسلی پر قبضہ کرلیا۔

Marfat.com

انتیسواں باب

حسن بن صباح

ملک شاہ کے عہدِ حکومت کے آخری دنوں میں اسلامی تاریخ کے فنکار حشیشین "حسن بن صباح کے پیرو" ماژندران کے کوہستانوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہی کوہستان ایک زمانہ میں بابک اور اس کے ساتھیوں کی آماجگاہ رہ چکے تھے۔ اخوت کی یہ تحریک جو بعد میں ایشیا اور یورپ دونوں میں رائج ہوئی حسن بن صباح کی قائم کردہ تھی۔ حسن بن صباح نظام الملک کا ہم مکتب تھا' جب حسن بن صباح سلجوقی سلطنت میں اعزاز حاصل کرنے میں مایوس ہوگیا تو پھر وہ زہر اور خنجر کے بے خوف استعمال سے اس سلطنت کو تباہ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ وہ مصر کے فاطمی خلفاء کا پیرو بن کر مشرق میں ان کا داعی بن گیا۔ اسے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو اسماعیلیہ حلقہ میں داخل کرے۔

اس وقت اسماعیلیہ تحریک میں صرف دو درجے تھے۔ داعی اور رفیق۔ جب داعی تحریک کے خفیہ عقائد تسلیم کرلیتا تو پھر اسے رفیق بنا کر خفیہ سوسائٹی میں شامل کرلیا جاتا تھا۔ حسن بن صباح نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ اسے اپنا کام چلانے کے لیے ایک تیسرے درجہ کی بھی ضرورت ہے۔ ایک ایسا درجہ جس کے ارکان اپنے حاکموں کا ہر حکم چون و چرا کئے بغیر مان لیں۔ اس درجہ کے لوگ فدائی کہلائے جانے لگے۔

اس برادری کا سب سے بڑا سردار "سیدنا" کہلاتا تھا اسے عام طور پر شیخ الجبل بھی کہا جاتا تھا' فدائی اس کے باڈی گارڈ ہوتے تھے جو اس کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے ہروقت تیار ہوتے تھے ۔ سردار کے بعد داعی الکبیر ہوتا تھا۔ اس تحریک کے تین بڑے مرکزوں جبل' کوہستان اور شام کے لئے ایک ایک داعی الکبیر مقرر تھا۔ ان کے ماتحت ایک اور جماعت تھی جو لوگوں کو اس تحریک میں شامل کرتی۔ یہ داعی کہلاتے تھے۔ ان فنکاروں کو ملاحدہ کا نام دیا گیا۔

حسن بن صباح نے اپنی طاقت کے زور پر ماژندان کا ایک قلعہ الموت اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اس قلعہ میں بیٹھ کر اس نے سوسائٹی پر حملے شروع کئے۔ ملک شاہ نے حسن بن صباح کے خلاف دو مرتبہ فوج بھیجی لیکن وہ اس سوسائٹی کا قلعہ قمع کرنے سے پہلے اس دنیا

Marfat.com

سے رخصت ہوگیا' ۱۰۹۱ء میں حسن بن صباح کے ایک فدائی نے نظام الملک طوسی کو قتل کردیا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں "نظام الملک کو عوام اور خواص دونوں میں مقبولیت حاصل تھی۔ اس کے تینوں بیٹے ملک شاہ کے جانشینوں کے وزیر بنے۔"

نظام الملک کی موت کے بعد ملک شاہ بغداد میں آیا تاکہ بزنطینی شہنشاہ کام نیس کی بیٹی سے شادی کرے۔ لیکن موت نے یہ شادی نہ ہونے دی۔ اگر یہ شادی ہوجاتی تو اس کا مشرق اور مغرب دونوں پر گہرا اثر پڑتا۔ ملک شاہ نے اکیس سال حکومت کرنے کے بعد انتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

ملک شاہ کی وفات کے بعد سلجوقی سلطنت کی شان و شوکت ختم ہوگئی۔ ملکہ ترکان خاتون کی درخواست پر خلیفہ نے ملک شاہ کے چھوٹے بچے کو سلطان تسلیم کرلیا۔ خلیفہ نے اس بچے کو "ناصرالدنیا والدین" کا خطاب دیا لیکن اس بچے کو بہت جلد اپنے بڑے بھائی برکیاروق کے لئے جگہ خالی کرنا پڑی۔ خلیفہ نے اسے "رکن الدین" کا خطاب دیا۔ بھائیوں کی خانہ جنگی کے دوران میں حسن بن صباح کی تحریک کو کامیابی کا اچھا خاصا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے شمالی ایران' عراق اور شام کے مضبوط قلعوں پر قبضہ کرکے دنیائے اسلام کے بہترین افراد کو قتل کرنا شروع کردیا۔

۱۰۹۴ء میں مقتدی کی موت کے بعد اس کا بیٹا مستظہر اس کا جانشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف انیس سال تھی' بہتر زمانے میں وہ بہتر حکمران ثابت ہوسکتا تھا اس عہد میں صلیبی لڑائیاں شروع ہوئیں۔

تیسواں باب

پہلی صلیبی جنگ

خلیفہ مستظہر باللہ ہی کے عہد میں مغربی ایشیا پر تعصب اور جہالت کا وہ طوفان اٹھ آیا جو نصرانیت کی تاریخ میں مقدس لڑائیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے' یورپی تاریخوں میں ان لڑائیوں کے گرد رومان کا ایک ہالہ کھینچ دیا گیا ہے' ہر اس سپاہی یا نائیٹ کو جس نے ان لڑائیوں میں حصہ لیا رستم زماں بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ صداقت کے پیش نظر میرا یہ فرض ہے کہ میں اس تصویر کا دوسرا رخ پیش کروں اور اختصار کے ساتھ ان لڑائیوں کے تباہ کن اثرات' تباہی مچانے والوں کے ظالمانہ کردار اور ان کی بربادیوں کی تصویر پیش کروں' جو ان لڑائیوں کی وجہ سے مغربی ایشیا پر نازل ہوئیں۔

ایک باخبر مورخ کے الفاظ میں "صلیبی لڑائیاں تاریخ عالم میں دیوانگی کا ایک باب ہیں تین سو سال تک عیسائیوں نے یکے بعد دیگرے مسلمانوں پر حملے کئے' یہاں تک کہ ناکامی نے ان حملوں کو روک دیا اور توہم پرستی کی عمارت اپنے ہی بوجھ تلے دب گئی' یورپ میں انسانی آبادی اور دولت میں نمایاں کمی ہو گئی' یورپ اگرچہ مجلسی تباہی سے بچ گیا' لیکن پھر بھی اس کا مجلسی دیوالیہ نکل گیا' لڑائی' بھوک اور بیماری نے لاکھوں کو ختم کر دیا' ہر وہ ظلم جس کا تصور کیا جاسکتا ہے' اسے صلیبیوں نے بلا خوف روا رکھا۔"

اسلامی حکومت کے قائم ہوتے ہی عیسائیوں کے ساتھ بہت ہی رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں پوری پوری مذہبی آزادی حاصل تھی' ان کے شہری حقوق بھی سلامت تھے' وہ سلطنت کے طول و عرض میں آزادانہ حرکت کر سکتے تھے' انہیں غیر ملکی ہم مذہب حکمرانوں سے خط و کتابت کرنے کی پوری پوری اجازت تھی' جن قوانین کے ماتحت مسلمان جائداد خرید سکتے ہیں' انہی قوانین کے مطابق عیسائیوں کو بھی املاک خریدنے کی اجازت تھی' بڑے بڑے سرکاری عہدے (سوائے چند ظالم گورنروں کے عہد حکومت میں) ان پر کھلے ہوئے تھے' ان کے عبادت خانے ہر جگہ موجود تھے' دور دراز کے عیسائی بلا روک ٹوک فلسطین میں زیارت کے لئے داخل ہوسکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب فتوحات نے ارضِ مقدس کی زیارت کے لئے بہتر مواقع پیدا کر دیئے تھے' اگر عرب عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے

Marfat.com

درمیان امن و امان قائم نہ رکھتے تو ان مخالف فرقوں کے لوگ بیت المقدس ہی میں ایک دوسرے کا خون پی لیتے۔ بیت المقدس مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے نزدیک متبرک تھا۔ اس شہر کا ایک حصہ بطریق اور دوسرا پادریوں کے لئے وقف کردیا گیا تھا۔

جب ۹۶۹ء میں فلسطین اور شام پر فاطمیوں کا قبضہ ہوا تو اس سے عیسائیوں کو بہت زیادہ فائدہ ہوا کیونکہ مصر کے فاطمی حکمرانوں نے عیسائیوں کی تاجرانہ سرگرمیوں کی سرپرستی کی لیکن کسی نوعیت کی بربادی بھی عیسائیوں کو مطمئن نہیں کرسکتی تھی کیونکہ وہ بیت المقدس میں مسلمانوں کی موجودگی برداشت نہیں کرسکتے تھے' عیسائی زائرین عربوں کی حفاظت میں بیت المقدس پہنچائے جاتے وہ عربوں کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے دلوں میں عربوں سے نفرت کا جذبہ لے کر واپس جاتے۔ لاطینی دنیا سے عیسائیوں کے انبوہ ارض مقدس میں داخل ہونے لگے۔ گیارہویں صدی میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی۔

اسی زمانہ میں ترکمانوں کے ایک خاندان ارتوک نے فلسطین پر قبضہ کرلیا تھا۔ یہ خاندان سلجوقی حکمرانوں کی زیادہ اطاعت نہیں کرتا تھا' اجنبیوں کی کثرت سے فلسطین میں آمد اور ان کے جوش و خروش کو جاہل ترکمان سمجھنے سے قاصر رہے' زائرین کے قافلوں کو کبھی کبھی لوٹ لیا جاتا تھا' لوٹ مار کی ان داستانوں کو مبالغہ آمیز رنگ میں پیش کیا جانے لگا' ان داستانوں نے فرنگیوں کی اسلام دشمنی کو چمکایا۔ مارچ ۱۰۹۵ء میں پوپ اربن دوم نے ایک کونسل بلائی۔ دوسری کونسل اسی سال نومبر میں بلائی گئی۔ اس کونسل میں پوپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "ان کافروں سے جہاد کرو جو حضرت مسیح کی خانقاہ پر قابض ہوگئے ہیں' تم میں سے جو بھی اس جہاد میں شریک ہوگا' اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کردوں گا۔ تم میں سے جو مارا جائے گا اسے بہشت میں جگہ دوں گا۔"

اس صلیبی لڑائی کا اولین محرک مذہبی تعصب تھا' لیکن اس میں ملک گیری اور لوٹ مار کے محرکات بھی شامل تھے' ان لڑائیوں میں شریک ہونے والوں کے سفلی جذبات کو یونان کی عورتوں کے سحرکارانہ حسن اور مشرق کی خوشبودار شرابوں کے تذکرے سے ابھارا گیا۔ لالچ' ہوس اور شہوت نے اس مذہبی یلغار کا ساتھ دیا۔

ہیلم کے الفاظ میں "تعصب پر مبنی جوش کو ابھارنے کے لئے ہر امکانی ذریعہ استعمال کیا گیا۔" جونہی ایک صلیبی اپنے گلے میں صلیب لٹکالیتا وہ قرض اور ٹیکس سے آزاد ہوجاتا' وہ کلیسا کی حفاظت میں چلا جاتا' ان دنیاوی فائدوں کے علاوہ ان کے گناہوں کی معافی اور ان

Marfat.com

کے جنت میں داخل ہونے کا بھی انہیں یقین دلایا جاتا تھا۔ "اس امر پر کسی کو بھی شبہ نہیں تھا' اس لڑائی میں جو بھی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔"

پہلا انبوہ جس نے والٹر کی رہنمائی میں فلسطین کا قصد کیا تھا' بلغاریہ کے عیسائیوں کے ہاتھوں قتل ہوا' راہب پیٹر نے دوسرے گروہ کی رہنمائی کی' اس گروہ میں مختلف قوموں کے چالیس ہزار بچے' عورتیں اور مرد تھے' جب صلیبی فوج مالی ویلے پہنچی تو اس نے پہلے صلیبیوں کا انتقام لینے کے لئے اس شہر پر حملہ کردیا۔ سات ہزار شہریوں کو قتل کردیا۔ انہوں نے شہر میں ہر قسم کی بدتمیزی مچائی۔ راہب پیٹر کے لشکر نے ہنگری اور بلغاریہ کو ویران کردیا' الکسی اس نے انہیں اپنے شہر میں داخل کئے بغیر باسفورس پار کرنے کے لئے جہازوں پر بٹھادیا۔ ایشیاء کے ساحل پر اترتے ہی انہوں نے زیادتیاں شروع کیں۔ میشو کے الفاظ میں "انہوں نے ایسے ایسے ظلم کئے جنہیں دیکھ کر قدرت بھی کانپ اٹھی۔ انہوں نے دودھ پیتے بچوں کو قتل کیا' ان کے جسم کے ٹکڑوں کو ہوا میں پھینک دیا"۔ اسی قسم کے ظلم کرتے ہوئے وہ نیقیہ کی دیواروں تک جاپہنچے' سلطان نے پندرہ ہزار سپاہیوں سے ان پر حملہ کیا' صلیبیوں کے لیڈر ریجی نلڈ نے اپنے بعض ساتھیوں سمیت اسلام قبول کرلیا' باقی ماندہ کو مٹادیا گیا۔

ایک تیسرا گروہ جس میں سوسائٹی کے "ذلیل اور پاجی لوگ" شامل تھے ایک جرمن راہب گاؤش فل کی سرکردگی میں روانہ ہوا۔ وہ شرابی' زانی اور بدکار تھے میشور کے الفاظ میں "وہ بداخلاقی میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ وہ قسطنطنیہ اور یروشلم کو بھول گئے۔ ہر گروہ جس راہ سے گزرتا' وہاں ویرانی' تباہی اور خرابی کے نشان چھوڑ جاتا"۔ اہل ہنگری ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے' بلگریڈ کے میدان صلیبیوں کی ہڈیوں سے بھر گئے۔ گاؤش فل کے چند ساتھی اس تباہی کی کہانی بیان کرنے کے لئے بچ گئے۔ چوتھا گروہ انگلستان' فرانس' فلانڈرز اور لورین سے اٹھا تھا۔ ان کے نزدیک یہ وحشی انسانوں کا ایک اور جتھہ تھا چونکہ ترک بہت دور تھے' اس لئے انہوں نے یہودیوں کو قتل کرنا شروع کردیا' رائین اور موزیل کے کناروں پر کئی شہروں میں کولون کی طرح ہزاروں یہودیوں کو قتل کردیا گیا' ملز کے الفاظ میں "یہ ملعون گروہ لوٹ مار مچاتا ہوا جنوب کی طرف بڑھا۔ لیکن ممربرگ میں ہنگریوں نے انہیں تباہ کردیا۔"

اگلے سال یورپ کے جاگیرداروں نے منظم حملے کی تیاری شروع کی۔ ان کے سفر مشرق کے ساتھ بہت سے مظالم وابستہ ہیں' گاڈفرے بوئی لونی کی سرکردگی میں صلیبیوں کا یہ گروہ

قسطنطنیہ پہنچ گیا' الکسی الس نے بڑی ہوشیاری سے قسطنطنیہ کو ان کے حملے سے بچا کر صلیبیوں کو باسفورس کے پار بھیج دیا۔ مئی ۱۰۹۷ء میں صلیبی سپاہی نیس کے میدانوں میں جمع ہوئے۔ ان کی تعداد سات لاکھ تھی' یہ تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس سے سلجوقیوں کی بڑی سے بڑی فوج کو شکست دی جاسکتی تھی'

سلطان کی راجدھانی نیقیہ کو صلیبیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہوگیا' بزنطینی شہنشاہ الکسی الس نے سلجوقی حکمران کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا' کہ وہ نیقیہ کو اس کے حوالے کردے۔ اس کے علم کو نیقیہ پر لہراتا دیکھ کر یہ جنونی لشکر دیوانہ ہوگیا' لیکن شہر کو بچالیا گیا۔ نیقیہ سے صلیبی لشکر انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ ایشیا میں جس راہ سے وہ گزرتے وہ ویران کردیا گیا' نو مہینے انطاکیہ کا محاصرہ جاری رہا۔ صلیبیوں کے پاس خوراک کمیاب ہوگئی۔ انہوں نے انسانی گوشت کھانا شروع کردیا

مردوں کی اعضاء تراشی ان کا مشغلہ تھا' دو ہزار ترک جنگی قیدیوں کے سر قلم کردیئے گئے' ان میں سے کئی سروں کی نمائش کی گئی۔ بعض کو انہوں نے اپنے خیموں کے باہر لٹکادیا۔ انہوں نے کئی ایک سروں کو شہر میں پھینک دیا' سلجوقی امیر کا بیٹا انطاکیہ میں لڑتا ہوا صلیبیوں کے ہاتھ آگیا۔ صلیبیوں نے اس کے خاندان کو اس امر پر آمادہ کرنا چاہا کہ اگر شہران کے حوالے کردیا جائے تو وہ اسے رہا کردیں گے جب اس کے خاندان نے صلیبیوں کے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کردیا تو انہوں نے نوجوان قیدی پر سختی شروع کردی۔ ایک مہینہ تک ہر روز اس پر کوئی نہ کوئی سختی کی جاتی' آخر کار وہ اسے فصیل کے نیچے لے گئے اور وہاں اس کے ماں باپ اور دوستوں کے سامنے قتل کردیا' اس وحشت اور بربریت کے ساتھ بد اخلاقی کا بھی اتنا ہی زور تھا۔ ایک مورخ کے الفاظ میں "تاریخ میں اس سے زیادہ بدچلنی کی مثال مشکل سے ملے گی!"

میشو کے الفاظ میں "اگر معاصرانہ یادداشتوں پر اعتماد کیا جائے تو پھر کہنا پڑتا ہے کہ بدنام بابل کی تمام برائیاں ان صلیبیوں میں موجود تھیں۔"

سلجوقی جرنیل قربوغا کی نالائقی کے سبب شہر کو رہائی دلانے کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ یہ نالائق جرنیل اپنے ماتحت افسروں سے بدسلوکی کرتا تھا۔ اس لئے وہ جان توڑ کر نہ لڑتے۔ آخر کار فریب دے کر حملہ آوروں نے شہر پر قبضہ کرلیا' ایک غدار ارمنی فیروز نے رات کے وقت فصیل کے نیچے رسے لٹکا دیئے جن کے ذریعے حملہ آور فصیل پر چڑھ گئے۔ انہوں نے کئی برج فتح کیے اور وہاں کے محافظوں کو قتل کردیا' اس اثنا میں ایک پھاٹک کھلا اور

Marfat.com

ساری فوج شہر میں داخل ہوگئی اب انہوں نے قتل اور لوٹ مار کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جس کے تذکرے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بوڑھوں کی ضعیفی، بچوں کی بے بسی اور عورتوں کی کمزوری ان لاطینی وحشیوں کے دل میں ذرہ بھر رحم پیدا نہ کرسکی، کوئی گھر ان کی دستبرد سے نہ بچ سکا۔ مسجد کو دیکھتے ہی وہ وحشی اور زیادہ غضب ناک ہوجاتے۔

مرمریں محل سے لے کر جھونپڑے تک سب تباہ برباد کردیئے گئے کشادہ بازاروں اور تنگ گلیوں میں ہر جگہ انسانی خون بہنے لگا، انطاکیہ سے صلیبی سپاہی معرہ النعمان کی طرف بڑھے، یہ شہر شام کے بارونق شہروں میں سے تھا، صلیبیوں نے یہاں ایک لاکھ انسانوں کو قتل کیا، گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ جوان اور خوبصورت لوگوں کو انطاکیہ کی غلاموں کی منڈی میں فروخت کرنے کے لئے الگ کردیا، بوڑھوں اور بچوں کو قتل کردیا گیا، ملز کے الفاظ میں معرہ النعمان میں صلیبی سپاہی نہ صرف مردم خوری کرتے تھے بلکہ ان کے کیمپوں میں انسانی گوشت کھلم کھلا بکتا تھا، اسی مقام سے صلیبی یروشلم کی طرف بڑھے۔ انہوں نے اس پر بھی قبضہ کرلیا۔

یروشلم میں جو قتلِ عام کیا گیا، اسے میشو ان الفاظ میں پیش کرتا تھا:۔

"عربوں کو بازاروں اور گھروں میں قتل کیا گیا، مفتوح لوگوں کے لئے یروشلم میں کوئی جائے پناہ نہیں تھی، بعض لوگوں نے فصیلوں سے کود کود کر اپنے آپ کو ہلاک کردیا۔ کئی ایک لوگ اپنی جان بچانے کے لئے محل میں داخل ہوگئے میناروں پر چڑھ گئے۔ مسجدوں میں جا چھپے، لیکن صلیبیوں نے انہیں کہیں بھی نظرانداز نہ کیا۔ مسجد عمرؓ میں صلیبیوں نے وہ ظلم کئے جن سے ڈیٹس بھی شرماتا ہے۔ پیادہ اور سوار سپاہی پناہ گزینوں کے ہجوم پر پل پڑے۔ اس ہنگامے میں مرنے والوں کی چیخوں کے علاوہ اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ انسانی نعشوں کو روندتے ہوئے صلیبی سپاہی ان کا پیچھا کرتے جو جان بچا کر بھاگنا چاہتے، ریمان جو ایک عینی شاہد ہے لکھتا ہے کہ "مسجد کی ڈیوڑھی میں گھوڑوں کی باگ تک خون پہنچ گیا تھا۔"

قتل عام کا سلسلہ صرف اتنی دیر رکا رہا جب تک کہ صلیبی سپاہی نماز شکرانہ میں مصروف رہے، نماز شکرانہ کے بعد صلیبیوں نے قتل عام کا پھر سلسلہ شروع کردیا۔ میشو کہتا ہے:۔

"اب وہ تمام قیدی جو پہلے قتل عام سے بچ گئے تھے، قتل کردیئے گئے ان لوگوں کو بھی قتل کردیا گیا، جنہیں زرِفدیہ کے لالچ میں گرفتار کر رکھا تھا۔ عربوں کو فصیلوں، برجوں اور چھتوں پر سے سر کے بل زمین پر پھینکا جاتا۔ انہیں زندہ جلایا جاتا۔ تہہ خانوں سے نکال کر

قتل کر دیا جاتا۔ نہ عورتوں کی آہ و زاری' نہ بچوں کی چیخ پکار' نہ وہ منظر جہاں مسیح نے اپنے قاتلوں کو معاف کیا تھا' ان کے دل میں کسی قسم کا رحم پیدا نہ کر سکی!"

ملز کے الفاظ میں :۔

"اس امر کا فیصلہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں پر کسی قسم کا رحم نہ کیا جائے' چنانچہ ان محکوموں کو عام راستوں پر اکٹھا کر کے قتل کر دیا جاتا۔ دودھ پیتے بچوں کو ان کی ماؤں سمیت قتل کر دیا جاتا' لڑکوں اور لڑکیوں کو مار دیا جاتا یروشلم کے بازاروں کے علاوہ مضافات میں انسانی نعشوں کے انبار لگ گئے تھے' کسی دل نے رحم نہ کھایا اور ستر ہزار لوگوں کو شہر میں قتل کیا گیا۔"

یہودیوں کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کیا گیا' ان کے عبادت خانوں کو آگ لگادی گئی میشو کے الفاظ میں:۔

"ہمعصر عیسائی مورخ ان ہولناک واقعات کو سلامت طبع اور سکونِ قلب سے بیان کرتے ہیں' نہایت ہولناک مناظر پیش کرتے وقت بھی وہ خوف یا رحم کے جذبات کو پاس تک نہیں بھٹکنے دیتے۔"

گاڈ فری بوئی یروشلم کا بادشاہ بنایا گیا۔ ایک سال بعد بالڈون اس کا جانشین ہوا۔ اس نے قیصریہ کا محاصرہ کر لیا۔ قیصریہ کے حفاظتی دستے نے بہادرانہ مدافعت کے بعد آبرو مندانہ شرائط پر ہتھیار ڈال دیے ۔ ان شرائط کے مطابق شہر کے دروازے کھول دئے گئے۔ لیکن فرنگیوں نے شہر میں داخل ہو کر معاہدے کی ذرا بھر پروا نہ کی اور نہتے لوگوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔"

طرابلس' صور اور عبیدا کا بھی یہی حشر ہوا' اس زمانہ میں شام کے ساحلی علاقہ میں بڑے بڑے بارونق شہر آباد تھے' ناصر خسرو طرابلس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"طرابلس ایک خوبصورت شہر ہے' اس کے مضافات لہلہاتے ہوئے سرسبز کھیتوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ انگوروں کی بیلیں' کماد' نارنجی' کھجور اور دوسرے ثمردار درختوں کے باغ عجیب بہار دکھاتے ہیں۔ یہ شہر بہت بڑا اور بارونق ہے جس میں پانچ پانچ اور چھ چھ منزلہ مکان بنے ہوئے اور دکانیں اتنی شان دار ہیں کہ ان پر محلات کا گمان ہوتا ہے' منڈیاں کھانے پینے اور پہننے سے متعلقہ اشیا سے بھری پڑی ہیں' چوکوں اور گلیوں میں فوارے جاری ہیں۔ اس شہر کی خوبصورت جامع مسجد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اسی شہر میں ایک کتب خانہ کے علاوہ ایک کالج اور ایک کارخانہ کاغذ سازی ہے۔ جس میں سمرقندی کاغذ سے بھی بہتر

Marfat.com

کاغذ تیار ہوتا ہے۔"

۱۱۰۹ء میں صلیبیوں نے تانسر کی زیر کمان اس شہر کا محاصرہ کرلیا کئی ماہ تک محاصرہ جاری رہا' آخر کار صلیبیوں نے اس پر قبضہ کرلیا' اہلِ شہر کو قتل کردیا گیا۔ کتب خانہ کالج اور کارخانہ تباہ کردیا گیا۔

اس طرح فلسطین اور شام کا کچھ حصہ فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا' ان علاقوں میں انہوں نے اپنے ملک کے جاگیری نظام کو رائج کیا۔ مسلم آبادی کو غلام بنالیا گیا' اس زمانہ کے یورپی دستور کے مطابق غلاموں کو زنجیروں میں باندھ کر نیلام کیا جانے لگا' امیر اسامہ نے چند سال بعد بیت المقدس کی زیارت کی اور اس قسم کے ہزاروں غلاموں کو خرید کر رہا کرایا۔

اس نے جو حالات لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹمپلرز کسی حد تک مہذّب تھے' لیکن یہ نووارد صلیبی جاہل' اکھڑ اور ظالم تھے۔

Marfat.com

اکتیسواں باب

عماد الدّین زنگی!

ارادۃً" یا اتفاقاً" ایشیا پر حملہ کرنے کے لئے عیسائیت کے پاس اس سے بہتر کوئی دوسرا موقع نہیں تھا' جاگیردارانہ نظام نے سلجوقی سلطنت کو اسی طرح کھوکھلا کردیا جس طرح اس نے کارلونجی سلطنت کو کھوکھلا کیا تھا' الپ ارسلان نے ایشیائے کوچک کی حکومت اپنے بھتیجے سلیمان کے سپرد کی تھی۔ ملک شاہ نے اپنے بھائی تتش کو شام دے دیا تھا' یہ دونوں شہزادے سلطان کے اقتدار کو تسلیم کرتے تھے۔ ایک دو حکومتوں کے علاوہ جزیرہ شام اور فلسطین کئی ایک جاگیرداروں میں بٹے ہوئے تھے' ان جاگیرداروں کا صرف ایک ہی فرض تھا' کہ وہ سلطان کو فوجی امداد دیں' جب تک نظام الملک اور ملک شاہ زندہ رہے' یہ شہزادے اور جاگیردار سلطان کی اطاعت کرتے رہے۔ لیکن ان کی موت کے بعد ہر طرف نااتفاقی چھا گئی۔ امن کی جگہ بدامنی قائم ہوگئی' شروع میں ترکان خاتون اور برکیاروق میں لڑائی ہوئی۔ لیکن ترکان کے بیٹے محمود کی وفات کے بعد خلیفہ مقتدی نے اسے سلطان کا خطاب دے دیا' اس کے بعد برکیاروق اور اس کے چچا تتش میں ٹھن گئی۔ تتش کی شکست اور موت سے بھی سلطنت میں امن اور خوشحالی پیدا نہ ہوسکی' کیونکہ برکیاروق اور اس کے بھائی محمد میں لڑائی چھڑ گئی۔ یہ لڑائی کئی سال تک رہی۔

صلیبیوں کی تباہ کاریوں سے ہراساں اور پریشاں ہوکر پناہ گزینوں نے بغداد میں داخل ہونا شروع کردیا' رمضان کا مہینہ تھا' جب بے یار و مددگار انسانوں نے صلیبی مظالم بیان کئے تو سارے شہر پر حزن و ملال طاری ہوگیا' لوگوں نے جامع مسجد میں جمع ہوکر رونا شروع کردیا' خلیفہ نے اپنے تین ایلچی برکیاروق اور محمد کے پاس بھیجے تاکہ وہ بہت جلد اپنے جھگڑے چکا کر مشترکہ دشمن کی طرف بڑھیں' خلیفہ کی اس اپیل کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ برکیاروق کے وزیر کے قتل کے ضمن میں دونوں بھائیوں نے پھر لڑنا شروع کیا' ایک مؤرخ افسوس ناک انداز میں لکھتا ہے۔

"کہ سلاطین کے باہمی اختلاف نے فرنگیوں کو موقعہ دے دیا کہ وہ اسلامی ممالک پر قابض ہوجائیں۔"

Marfat.com

برکیاروق کی موت ۱۱۰۴ء کے بعد محمد کو سلطان بنایا گیا' وہ چودہ سال تک سلطانی کرتا رہا' اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ بہادر' نیک' مخیر اور عادل تھا۔ ہم عصر شاعر اس کی سخاوت کا عام تذکرہ کرتے تھے۔

سلطنت کی سیاسی حالت ایک مشترکہ دشمن کی موجودگی میں بھی اتحاد پیدا کرنے کے ناقابل تھی' شام اور عراق کے شہزادوں کا آپس میں اختلاف تھا' حلف کا حکمران غدار نکلا' دوسرے حکمران اگرچہ سلطان کی اطاعت کا دم بھرتے تھے' لیکن انہیں قومی بہبود کی نسبت ذاتی مفاد سے غرض تھی' فاطمی خلافت کے انتشار نے شام کے شہروں اور فلسطین کی بستیوں کو صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کے ناقابل بنا رکھا تھا' فاطمی خلیفہ ان حالات سے غافل قاہرہ میں بیٹھا اپنے دشمنوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا۔

ایک دو مرتبہ سلطان محمد کے کہنے پر یہ حکمران اپنے اختلافات مٹا کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہوگئے' ۱۱۱۲ء کے آغاز میں یروشلم کے حاکم بالڈون نے دمشق کے علاقہ پر حملہ کیا' دمشق کا حکمران چونکہ اکیلا بالڈون کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا' اس لئے اس نے موصل کے حکمران مودود سے امداد طلب کی' چنانچہ جولائی ۱۱۱۳ء میں موصل دمشق اور دوسری ریاستوں کے حکمران فلسطین کی طرف بڑھے' طبریہ کے قریب فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ صلیبی فوج کے بہت سے سپاہی دریائے بیرون میں ڈوب مرے۔

اسی اثنا میں مصریوں کو بھی صلیبیوں کے مقابلہ میں ساحلی علاقے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن صلیبیوں کی پشت پر سارا یورپ تھا' انہیں بدستور کمک مل رہی تھی' ادھر عرب سرداروں کی نااتفاق اور مودود کے قتل سے فرنگیوں کو اپنے نقصانات کی تلافی کا موقعہ مل گیا۔

اس طرح صلیبیوں کا اقتدار بڑھتا چلا گیا' وہ یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرتے چلے گئے انہوں نے سارے علاقے کو ویران کردیا۔

۱۱۱۸ء میں سلطان محمد نے وفات پائی' ایک سال بعد خلیفہ مستظہر بھی اس دنیا سے چل بسا' مستظہر نے ۲۵ سال حکومت کی' اس کا بیٹا آسرشد باللہ اس کا جانشین ہوا۔

سلطان محمد کی وفات کا عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کی تقدیر پر اثر پڑا۔ سلطان کی موت کے بعد اس کا بیٹا سنجر امیرالامرا مقرر ہوا۔ سلطان کے بیٹے محمود نے اس کی جاگیر سنبھالی' سلطان محمود کے عہدِ حکومت میں اسلام کا وہ سپوت پیدا ہوا جس نے نہ صرف فرنگیوں کا مقابلہ کیا بلکہ انہیں ان کے مقبوضات کے آخری گوشہ زمین سے بھی محروم کردیا۔ عماد الدین زنگی (عیسائی مورخوں کا زنگوین) سلطان ملک شاہ کے ایک امیر آق سنقر کا بیٹا تھا۔

Marfat.com

اس امیر نے ملک شاہ کی وفات کے بعد پُر آشوب زمانہ میں بڑے شاندار کارنامے دکھائے تھے' جب وہ مرا تو زنگی چودہ سال کا تھا' اس نے اپنے باپ کی جاگیر سنبھالی۔ اس نے ریاست کے انتظام میں بہت زیادہ قابلیت کا ثبوت دیا۔

سلطان محمود نے اسے واسط کا شہر بھی دے دیا' چار سال بعد موصل اور بالائی عراق کا نظم و نسق بھی اس کے سپرد کردیا گیا' خلیفہ کی طرف سے اسے اتابک کا خطاب دیا گیا' عماد الدین زنگی نے موصل کے اتابک خاندان کی بنیاد رکھی اس زمانہ میں صلیبیوں کی قوت اور مسلمانوں کی کمزوری کو ابن الاثیران الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

" صلیبیوں کی فوج بہت بڑی تھی' ان کی لوٹ کھسوٹ میں ہر روز اضافہ ہوتا تھا' ان کے مقبوضات بالائی عراق سے مصر کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے تھے' وہ لوٹ مار مچاتے ہوئے نصیبین کے دروازوں تک پہنچ گئے تھے' انہوں نے صحرائی راستوں کے علاوہ دمشق جانے والی تمام سڑکوں کو مسدود کر رکھا تھا' ان کے ہاتھ سے نہ موصل محفوظ تھے اور نہ ملحد!"

اتابک زنگی نے ملکی نظام اور فوج کو بہتر بنانے کی طرف توجہ کی' چنانچہ وہ بہت جلد صلیبیوں کو عراق سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا' اس نے موصل کے مضافات کے دو شہروں پر قبضہ کرلیا اور ریاست موصل پر پوری طرح تسلط جمالیا"

۱۱۲۸ء میں حلب کے باشندوں کی درخواست پر اس نے اس شہر پر بھی قبضہ کرلیا۔ دوسرے سال اتابک زنگی نے صلیبیوں سے دو اور شہر چھین لئے۔ اویسہ کے صلیبی حکمران سے اس نے جو عارضی صلح کی تھی اس مدت میں وہ اس خانہ جنگی میں حصہ لیتا رہا جو سلطان محمود کی موت کے بعد شروع ہوگئی۔ محمود کا بھائی مسعود اس کا جانشین بنا' لیکن سلجوق شاہ نے بغاوت کردی۔ ایک مختصر سی لڑائی کے بعد وہ متحد ہوکر اپنے چچا سنجر سے الجھے۔ سنجر نے انہیں شکست دی۔ سنجر نے باغیوں کے ساتھ نرم برتاؤ کیا اور ان کی جاگیروں کو ان کے حوالے کردیا' اس کے بعد خلیفہ مسترشد اور مسعود میں لڑائی چھڑ گئی' مسترشد کو قید کرلیا گیا' مسعود کے خیمہ میں اسے قتل کردیا گیا۔

مسترشد کے بعد راشد اس کا جانشین بنا' راشد چند مہینوں سے زیادہ حکومت نہ کرسکا' راشد اور سلطان مسعود میں اختلاف اس حد تک بڑھا کہ راشد بغداد چھوڑنے پر مجبور ہوگیا' اس پر سلطان مسعود نے راشد کو برطرف کرکے مقتفی بالامراللہ کو خلیفہ مقرر کیا' سلجوقی حکمرانوں کے اقتدار میں کمی آتے ہی خلیفہ نے عراق اور مکہ میں اپنی پوزیشن مضبوط کرلی۔

اتابک زنگی (عماد الدین) زیادہ دیر تک مشرقی معاملات میں نہ الجھا رہا۔ اس نے شام میں

کارہائے نمایاں کرنے تھے' صلیبیوں کو کمک مل چکی تھی' وہ جوش و خروش کے مظاہرے کر رہے تھے' انہوں نے بوزہ پر قبضہ کرکے وہاں کی ساری آبادی کو قتل کردیا تھا۔ بچوں اور عورتوں کو غلام بنالیا گیا۔

اس کے بعد وہ شیزر کی طرف بڑھے' انہوں نے شیزر (سیزاریہ) کا محاصرہ کرلیا۔ اتابک زنگی نے صلیبیوں کے تعاقب میں کئی شہروں پر قبضہ کرلیا بعلبک کو صلاح الدین ایوبی کے باپ نجم الدین ایوب کے سپرد کردیا گیا۔

دوسرے سال اس نے بارین میں صلیبیوں کو شکست دی' ۱۱۴۴ء میں اس نے اویسہ کو فتح کرکے صلیبیوں کو ایک شدید شکست دی' اس فتح کے بعد اتابک زنگی نے صلیبیوں سے ان کے مظالم کا انتقام لینا چاہا۔ لیکن اس کی انسانی دوستی اس کے انتقام پر غالب آئی۔ تمام قیدیوں کو رہا کردیا گیا۔

اویسہ میں ایک حفاظتی دستہ مقرر کرکے اتابک آگے بڑھا اور کئی ایک شہروں کو فتح کیا' اس نے قلات جابر کا محاصرہ کرلیا ہوا تھا کہ اس کے ایک غلام نے اسے سوتے میں قتل کردیا اور اپنے زمانہ کا ایک بہت بہادر انسان یوں دنیا سے رخصت ہوا۔ عماد الدین زنگی کا اپنی رعایا کے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا' اس کے عہد میں کھیتی باڑی اور تجارت کو فروغ ہوا۔ بنجر علاقوں میں کاشتکاری کی گئی۔ صلیبیوں نے جن علاقوں اور شہروں کو برباد کیا تھا وہ اتابک کی کوششوں سے پھر آباد ہوئے' اس کے وزیر جمال الدین الجواد کی کوششوں سے علوم و فنون کو بہت فروغ دیا گیا' عماد الدین زنگی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ مجھے گھوڑے کی زین' حریر و پرنیاں کے بستر سے زیادہ نرم اور میدان جنگ کی پکار دلکش راگ سے زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔

عماد الدین زنگی نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔ سیف الدین غازی سب سے بڑا تھا۔ وہ موصل کا حکمران بنا' نور الدین محمود حلب پر قابض ہوا دوسرے دو بیٹوں کے نام قطب الدین مودود اور نصرت الدین تھے۔ نورالدین ایک بہادر سپاہی کے علاوہ فاضل اور علم دوست تھا' اس نے اپنی سلطنت کے ہر حصہ میں کالج اور ہسپتال قائم کئے اس کے دربار میں بہت سے علماء اور فضلاء موجود تھے' اس نے سب سے پہلے ہائی کورٹ (دارالعدل) قائم کیا۔

شہر صور کا پادری ولیم اس کی بہادر' سخاوت اور علم دوستی کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد رفاہ عامہ تھا' جونہی نورالدین نے حلب کی حکومت سنبھالی' صلیبیوں نے اویسہ کے حفاظتی دستے اور شہر کی مسلم آبادی کو قتل کردیا۔ نورالدین عقاب کی طرح جھپٹا' اس نے صلیبی سپاہیوں اور سازشیوں کو قتل کردیا۔

Marfat.com

اویسہ پر مسلمانوں کے دوبارہ قابض ہونے کے بعد دوسری صلیبی جنگ شروع ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

بتیسواں باب

دوسری صلیبی جنگ

اویسہ پر مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ ہوتے ہی یورپ میں اسلام کے خلاف ایک نئی صلیبی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں' کلیروا کے سینٹ برنارو نے لوگوں کو اس جنگ کی ترغیب دی' چنانچہ ۱۱۴۷ء میں کونارو سوم' شہنشاہ جرمنی اور لوئی ہفتم نے اس "مقدس جنگ" میں اس لئے حصہ لیا تاکہ عیسائیوں کو ان کی بدبختی سے بچایا جائے۔" ہمعصر مورخوں کا بیان ہے کہ ایک جھنڈے تلے نو لاکھ صلیبی سپاہی اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے شام اور فلسطین کی طرف بڑھے۔

لوئی ہفتم کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی جس نے آگے چل کر انگلستان کے ہنری دوم سے شادی کرلی۔ اس کے دیکھا دیکھی بہت سی عورتیں بھی لشکر میں شریک ہوگئیں۔ جرمن سپاہیوں میں بھی کئی ایک مسلح عورتیں تھیں' فرانسیسی بھی کسی طرح اس جنسی اختلاط سے پیچھے نہیں تھے۔ ان عورتوں کی موجودگی نے اخلاق پر کافی ضرب لگائی۔ ان دونوں فوجوں کا جو حشر ہوا سب کو معلوم ہے' دونوں حکمرانوں کو شام جاتے ہوئے بہت زیادہ تباہ کن شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کورونا کی فوج کا بیشتر حصہ لیودیشیہ کی لڑائی میں تباہ برباد ہوگیا تھا۔ لوئی کی فوجوں نے ساحلی راستہ اختیار کیا تھا' لیکن اس کی فوجوں کو بھی سلجوقیوں نے تباہ و برباد کردیا۔ جب لوئی انطاکیہ میں پہنچا تو اس کی تین چوتھائی فوج تباہ ہوچکی تھی' اس زمانہ میں انطاکیہ کی چار دیواری کے اندر یورپ کی کئی ایک ایسی خواتین تھیں جنہیں اپنے حسن پر اپنے خاندان پر ناز تھا' لیکن ان میں سب سے حسین لوئی کی بیوی ایلینئر تھی۔ انطاکیہ میں صلیبی سپاہیوں نے اخلاقی قیود کو توڑ دیا۔ انطاکیہ کا حاکم ریحان عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ ملکہ ایلینئر نے اپنی آزادانہ روش سے ہر شخص کو بدنام کیا۔

Marfat.com

انطاکیہ یں کافی دیر ستانے کے بعد ان کی متحد فوجیں دمشق پر چڑھ آئیں۔ صلیبیوں نے کئی مہینے دمشق کا محاصرہ کئے رکھا لیکن سیف الدین غازی اور نور الدین محمود کمک لے کر پہنچ گئے۔ صلیبیوں نے محاصرہ اٹھا کر فلسطین کی راہ لی' کونارو اور لوئی یورپ چلے گئے' دوسری صلیبی جنگ کا یوں خاتمہ ہوا۔

Marfat.com

تینتسواں باب

نور الدین محمود

اب نورالدین محمود نے فرنگیوں پر غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ اس نے فرنگیوں کے اس قلعہ پر قبضہ کرلیا' جو شام کی سرحد پر واقع تھا' یہ قلعہ فرنگیوں کا ایک مضبوط اڈہ تھا' چند ماہ بعد نورالدین محمود نے انہیں انطاکیہ کے قریب زاغرا میں شکست دی۔ ایک دوسری لڑائی میں انطاکیہ کا عیسائی حکمران ریحان مارا گیا۔ اس کی فوج کا بیشتر حصہ قتل کردیا گیا۔

۱۱۴۹ء میں اس نے افاسیہ (اپامیز) کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ دو سال بعد جوسکلین دوم کے ہاتھوں نورالدین کو شکست ہوئی' لیکن بہت جلد نورالدین نے جوسکلین کو گرفتار کرلیا' اس گرفتاری کو عرب ایک بہت بڑی کامیابی خیال کرتے تھے کیونکہ ابن الاثیر کے الفاظ میں۔

"جوسکلین فرنگیوں میں سے ایک بہت بڑا شیطان تھا۔ مسلم دشمنی میں وہ تمام فرنگیوں سے بڑھا ہوا تھا' جب کبھی فرنگی کسی مہم پر روانہ ہوتے تو وہ اسے کمانڈر بناتے' کیونکہ وہ اس کی بہادری' اسلام دشمنی اور مسلم کشی کے قائل تھے۔"

اس دشمن کی گرفتاری نے نورالدین کے کام کو سہل کردیا' چنانچہ اس نے بہت تھوڑی مدت میں صلیبیوں کے کئی قلعوں پر قبضہ کرلیا' ایک دوسری لڑائی میں نور الدین کے ہاتھ انطاکیہ کا بہت زیادہ حصہ آگیا۔

عسقلان پر عربوں کے قابض ہوجانے کے بعد صلیبیوں نے دمشق پر چڑھائی ترک کردی تھی' اسی اثنا میں نورالدین کو اہل دمشق کا یہ پیغام ملا کہ وہ بہت جلدی دمشق پہنچ جائیں' چنانچہ جونہی نورالدین دمشق پہنچا اسے دمشق کا حاکم تسلیم کرلیا گیا۔ اس پُرامن فتح کے بعد نورالدین کو خلیفہ کی طرف سے الملک العادل کا خطاب ملا' نورالدین اور صلیبیوں میں تھوڑی مدت کے لئے صلح ہوگئی تھی' اس مدت میں نورالدین نے کئی ایک ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کو پھر سے بنوایا۔

۱۱۶۰ء میں خلیفہ مقتفی نے وفات پائی' اس کا بیٹا مستنجد باللہ اس کا جانشین ہوا۔ ۱۱۶۶ء میں نورالدین نے مصر کی طرف مہم بھیجی' اس مہم کا فرنگیوں اور عربوں دونوں پر گہرا اثر پڑا' فاطمی خاندان مٹ رہا تھا' حکومت پر اس کے وزیر شاور کا پورا پورا قبضہ تھا' جب شاور سے

اس مہم کی خبر پائی تو وہ دمشق پہنچ گیا۔ یہاں اس نے نورالدین سے وعدہ کیا کہ وہ صلیبیوں کے مقابلہ پر مصری فوجوں کو بھیجا کرے گا۔ اس نے مصر کے کئی ایک علاقوں کو نورالدین کے حوالے کر دینے کا بھی وعدہ کیا۔ نورالدین نے صلاح الدین کے چچا شیرکوہ کی کمان میں ایک دستہ مصر بھیج دیا' جونہی شاور مصر پہنچا' اس نے وعدہ خلافی شروع کر دی' فرنگیوں سے مل کر شیرکوہ سے کہا کہ وہ مصر سے نکل جائے' شیرکوہ کے دستے نے اتحادیوں کا خوب مقابلہ کیا۔ لیکن گنتی میں تھوڑے ہونے کے سبب شیرکوہ نے مصر کو خالی کر دیا۔

اگست ۱۱۶۴ء میں نورالدین کو صلیبیوں اور یونانیوں کی متحدہ فوج سے لڑنا پڑا' اتحادیوں کو شکست ہوئی' اس لڑائی میں بہت سے صلیبی سردار قید کر لئے گئے' نورالدین کے ہاتھ کئی ایک نئے شہر آ گئے۔

۱۱۶۷ء میں شیرکوہ پھر مصر میں داخل ہوا' شاور نے پھر فرنگیوں کو امداد پر بلایا۔ یروشلم کے صلیبی حکمران نے شاور کی امداد کے لئے فوج بھیج دی' شیرکوہ کے جارحانہ اور مدافعانہ کارناموں اور اس کی آخری فتح جو اس نے بابین میں حاصل کی' اس کی فوجی قابلیت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے' شیرکوہ کے ایک ہزار سواروں کا فرنگیوں اور مصریوں کی متحدہ فوج کو شکست دینا ایک بہت بڑا کام تھا' اس کامیابی کے بعد شیرکوہ نے سکندریہ پر قبضہ کر کے اسے اپنا صدر مقام بنالیا' اسی اثنا میں شیرکوہ اور اتحادیوں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ یروشلم کا صلیبی حکمران اپنی فوج کو مصر سے واپس بلالے گا اور شیرکوہ اسکندریہ کو خالی کر دے گا۔ لیکن فرنگیوں نے اس معاہدے کے ساتھ ہی شاور سے ایک علیحدہ معاہدہ کر لیا۔ جس کی رو سے ان کی فوجوں کو مصر کے کئی ایک شہروں میں رہنا تھا' فرنگیوں اور مصریوں کا یہ خفیہ معاہدہ شیرکوہ کے معاہدے کے سراسر خلاف تھا' قاہرہ میں مقیم صلیبیوں کا طرزِ عمل اس قدر بگڑ چکا تھا کہ فاطمی خلیفہ نے نورالدّین سے امداد چاہی۔ چنانچہ نورالدین نے شیرکوہ کو پھر مصر بھیجا' اس کے مصر داخل ہوتے ہی فرنگی لوٹ کھسوٹ کا مال لے کر مصر سے بھاگ گئے

۸ جنوری ۱۱۶۹ء کو شیرکوہ قاہرہ میں دوبارہ داخل ہوا۔ فاطمی خلیفہ اور قاہرہ کے عوام نے شیرکوہ کا خیرمقدم کیا۔ مصر کے فاطمی حکمران نے شاور کو قتل کروایا اور شیرکوہ کو مصر کا وزیراعظم اور کمانڈر انچیف اور امیرالجیوش مقرر کیا' دو ماہ بعد شیرکوہ کی وفات پر اس کے بھتیجے صلاح الدین یوسف کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ فاطمی خلیفہ نے اسے الملک الناصر کا خطاب دیا۔

صلاح الدین نے اپنی وسعت قلبی کے سبب لوگوں کے دل موہ لئے۔ جب مصر کے

Marfat.com

فاطمی حکمران کی موت کا وقت قریب آتا دکھائی دیا' تو صلاح الدین نے مصر پر عباسی خلیفہ کا روحانی اقتدار قائم کرلیا۔

۱۱۷۰ء میں خلیفہ مستنجد نے وفات پائی' اس کا بیٹا المستضی باللہ اس کا جانشین ہوا۔ ابن الاثیر مستنجد کو ایک اچھا خلیفہ اور رعایا پرور حکمران لکھتا ہے۔

۱۱۷۰ء میں عماد الدین زنگی کا تیسرا بیٹا قطب الدین مودود اس دنیا سے رخصت ہوا۔ سیف الدین غازی دوم اس کا جانشین بنا۔ سیف الدین غازی دوم کے عہد حکومت میں موصل میں گڑبڑ پیدا ہوگئی' نورالدین اپنے بھتیجے کی مملکت کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچا' اس نے سیف الدین کو پھر موصل کے تخت پر بٹھایا' موصل کی فوج کو قابو میں رکھا۔

مصر کے آخری فاطمی حکمران کی موت کے بعد' مصر میں بغداد کے عباسی خلیفوں کا اقتدار قائم ہوگیا' اب صلاح الدین عملی طور پر مصر کا حکمران بن گیا' نور الدین محمود کی موت تک وہ مصر میں اس کی نیابت کرتا رہا' لیکن اس کے بعد وہ مصر کا آزاد حکمران بن گیا۔

۱۱۷۴ء میں اس نے اپنے بھائی توران شاہ کو یمن فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس مہم میں اسے کامیابی حاصل ہوئی۔

نور الدین محمود کی موت کے بعد صلاح الدین نے مصر' نوبہ' حجاز اور یمن پر اپنا تسلط جمالیا' نور الدین نے اپنے پیچھے ایک بیٹا اسماعیل (الملک الصالح) چھوڑا جس کی عمر بارہ سال تھی۔

Marfat.com

چوتیسواں باب

صلاح الدین ایوبی

صلاح الدین ایوبی نے نورالدین محمود کے بیٹے ملک صالح کو اپنی وفاداری اور اپنی خدمات کا یقین دلایا اور اسے بہت سے تحائف بھیجے' مصر میں ملک صالح ہی کے نام پر خطبہ پڑھا جاتا تھا' سکوں پر بھی اسی کا نام کندہ تھا۔ چونکہ ملک صالح چھوٹی عمر کا تھا' اس لئے اس کے باپ کے خلیفوں نے آہستہ آہستہ اپنے اپنے اقتدار کو بڑھانا شروع کردیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صلاح الدین نے ان لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھا کہ تم سازشوں سے باز آجاؤ۔ ورنہ مجھے خود دمشق آنا پڑے گا۔ اس پر ایک امیر ملک صالح کو حلب لے گیا' اب دمشق پر فرنگی حملے کا امکان بڑھ گیا' چنانچہ صلیبیوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ ایک بہت بڑی رقم دے کر صلیبیوں سے رہائی حاصل کی گئی' اب صلاح الدین دمشق کی طرف بڑھا۔ دمشق پر اس کا قبضہ ہوگیا' وہ نورالدین محمود کے محل میں داخل نہ ہوا۔ اس نے اپنے باپ کے مکان میں رہائش اختیار کی' ملک صالح سے ملاقات کرنے کے لئے اب صلاح الدین حلب کی طرف بڑھا۔ ادھر اس کے وزیر نے کم عمر حکمران کو صلاح الدین کے خلاف بدگمان کر رکھا تھا' چنانچہ جب صلاح الدین حلب کے باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو ملک صالح نے حلب کے لوگوں کو اس کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرلیا' صلاح الدین نے حلبی فوج کو شکست دی۔ اب وزیر نے صلاح الدین کو قتل کرانے کی سازش کی' لیکن وہ اس میں ناکام رہا' اب ملک صالح کے نااہل ولی نے صلیبیوں کو حمص کے قریب شکست دی اس نے حلب کا محاصرہ کرلیا ملک صالح کی درخواست پر اس نے حلب کے آس پاس کے تمام شہر اسے واپس کردیئے۔ ایک معاہدے کی رو سے اس نے دمشق کو اپنے مملکت میں شامل کرلیا۔ خلیفہ نے صلاح الدین کو سلطان کا خطاب دیا۔ ۱۱۸۳ء تک مغربی ایشیاء کے تمام حکمرانوں نے صلاح الدین کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرلیا۔

اسی اثنا میں یورپ سے صلیبیوں کی ایک بھاری تعداد شام کے ساحلی شہروں میں اتر چکی تھی۔ ۱۱۸۷ء میں سبیل اور گائی دی نورستان یروشلم کی ملکہ اور بادشاہ تسلیم کئے جاچکے تھے'

ایک سال پہلے صلیبی اس معاہدے کو توڑ چکے تھے جو سلطان صلاح الدین اور فرنگیوں میں ہوچکا تھا' صلیبیوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کے ایک تجارتی کارواں کو لوٹ کر بہت سے لوگوں کو قتل کردیا تھا' صلاح الدین نے یروشلم کے حکمران سے اس نقصان کی تلافی چاہی' جب صلیبی حکمران نے کوئی جواب نہ دیا تو سلطان صلاح الدین عہد شکن کو سزا دینے کے لئے میدان میں اتر پڑا۔ ۳ جولائی ۱۱۸۷ء کو طبریہ کے میدان میں دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ دس ہزار صلیبی سپاہی مارے گئے' ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قید کرلیا گیا' اس فتح کے بعد نابلس رملہ' یافہ' بیروت اور دوسرے شہروں نے صلاح الدین ایوبی پر اپنے دروازے کھول دیئے' سلطان نے بہت جلد عسقلان پر بھی قبضہ کرلیا۔

اب سلطان نے بیت المقدس (یروشلم) کی طرف توجہ کی' سلطان نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے صلیبیوں کے سامنے بہت اچھی شرطیں پیش کیں لیکن صلیبیوں نے ایک شرط بھی نہ مانی' اس پر صلاح الدین نے ارادہ کرلیا کہ وہ گاڈفرے بوئی لونی کے قتل عام کا انتقام لے گا' اب سلطان کی فوجوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا' چند دن بعد صلیبیوں نے سلطان سے رحم کی درخواست کی' سلطان نے عیسائیوں کو شہری حقوق دے کر انہیں مملکت میں رہنے کی اجازت دے دی' صلیبی سپاہیوں پر یہی شرط عائد کی گئی کہ وہ چالیس دن کے اندر اپنے بال بچوں سمیت یروشلم سے نکل کر صور یا طرابلس کو چلے جائیں' سلطان نے دس ہزار سپاہیوں اور ان کے عزیزوں کا زرِ فدیہ اپنے پاس سے ادا کرکے انہیں شہر چھوڑنے کی اجازت دلوائی' ہزاروں کو بغیر زر فدیہ لئے ہوئے چھوڑ دیا گیا' سلطان نے ان بے سرو سامان انسانوں کی مدد کی' اس نے بیٹوں کو ماؤں کے حوالے کر دیا' بیویوں کو شوہر واپس کردیئے۔ جو قید میں رہے' ان سے بہتر سلوک کیا۔ جب تک سارے صلیبی یروشلم سے باہر نہ نکل گئے اس وقت تک سلطان صلاح الدین نے دمشق میں قدم نہ رکھا' فرنگیوں نے جن مسجدوں' مدرسوں اور کالجوں کو ویران کردیا تھا' ان کی مرمت کروائی' صلیبیوں کی ظالمانہ حکومت کی جگہ عادلانہ حکومت قائم کی' بیت المقدس سے نکل کر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے شام کے کئی ایک ساحلی علاقوں کو صلیبیوں سے آزاد کرایا۔

پینتیسواں باب

تیسری صلیبی جنگ

بیت المقدس پر مسلمانوں کے قابض ہوجانے سے یورپ میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ کلیسا والوں نے شہزادوں اور عوام کو ایک نئی صلیبی جنگ کے لئے تیار کرنا شروع کردیا' چنانچہ انہیں اس میں پوری پوری کامیابی ہوئی' عکّہ کے قریب کمک پہنچنی شروع ہوگئی' اس مہم میں یورپ کے تین بادشاہوں نے شرکت کی' فریڈرک باربروسا شہنشاہ جرمنی' فلپ اگسٹس شاہ فرانس اور رچرڈ (شیر دل) شاہ انگلستان اپنی اپنی فوج لے کر ارضِ مقدس کی طرف بڑھنے کی تیاریاں کرنے لگے' اگر اس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی مصر اور شام کے بیڑوں کو متحد کرکے فونیشیہ کے ساحل کی ناکہ بندی کردیتا تو اس طرح ایک طرف فلسطین میں موجودہ صلیبی محصور ہوجاتے اور دوسری طرف یورپ کے صلیبیوں کا ساحل پر اترنا دشوار ہوجاتا۔

۲۹ اگست ۱۱۸۹ء کو صلیبیوں نے عکّہ کا محاصرہ کرلیا' جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو اس محاصرے کا پتہ چلا تو اس نے ایک جنگی کونسل بلائی اس کا اپنا خیال یہ تھا کہ صلیبیوں کا راستہ کاٹ دیا جائے' لیکن کونسل کے بہت سے ارکان نے اس رائے کا اظہار کیا کہ عکّہ کا محاصرہ کرنے والی صلیبی فوج پر حملہ ہونا چاہیے' چنانچہ صلاح الدین اپنی فوج لے کر عکّہ کی طرف بڑھا جب سلطان وہاں پہنچا' تو اس نے عکّہ کو صلیبیوں کے محاصرے میں پایا' مسلمانوں کو خشکی کی راہ سے مدد مل رہی تھی' صلیبیوں کو بحری راہ سے کمک پہنچ رہی تھی' صلاح الدین نے محاصرین پر حملہ کردیا' پہلے حملے میں مسلمانوں اور عکہ کے درمیان رسل و رسائل پیدا ہوگئے' اگلے دن صلیبیوں نے حملہ کیا' لیکن پسپا کردیئے گئے۔

صلیبیوں کی یہ خواہش تھی کہ سلطان کی فوج کو مزید کمک پہنچنے سے پہلے شکست دی جائے' چنانچہ انہوں نے سلطان کی فوج پر ایک بہت بڑا حملہ کیا' اس حملے میں دس ہزار صلیبی سپاہی کام آئے' لاشوں کی کثرت سے سلطان کے خیموں میں وبا پھوٹ نکلی۔ چنانچہ سلطان نے اپنے خیمے پیچھے ہٹالئے' اب صلیبیوں نے عکّہ پر حملہ کیا' سلطان کے حملے سے محفوظ ہونے کے لئے انہوں نے اپنے خیموں کے اردگرد خندق کھودلی۔

Marfat.com

۱۱۹۰ء میں صلاح الدین ایوبی اپنے پہاڑی مورچہ سے اتر کر عکّہ کے میدان میں پہنچ گیا' صلیبیوں نے لکڑی کے بڑے بڑے میناروں میں اپنے سپاہیوں کو بھر دیا تھا' تاکہ وہ عکّہ کی فصیل کی حفاظتی چوکیوں پر حملہ کرسکیں' ایک دمشقی انجینئر نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جس کے ذریعہ فصیل پر سے ان چوبی میناروں پر آگ پھینکی جاتی تھی' اس شعلہ بازی سے صلیبیوں کے مینار جل کر راکھ ہوجاتے اسی اثنا میں مصری بیڑہ کمک لیکر عکّہ کی طرف بڑھا' ایک سمندری لڑائی میں صلیبی بیڑے کو شکست ہوئی مصری بیڑہ عکّہ کی بندرگاہ میں داخل ہوا۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ فریڈرک باربروسا ایک بہت بڑی فوج لے کر فلسطین کی طرف بڑھ رہا ہے' اب سلطان نے مسلم حکمرانوں سے امداد طلب کرنے کے لئے اپنے سفیر بھیجے' لیکن ان میں سے کوئی بھی اس آڑے وقت میں اس کے کام نہ آیا۔ سلطان کو یورپ کی متحدہ فوجوں سے اکیلے لڑنا پڑا۔

جرمنی کے شہنشاہ فریڈرک باربروسا کی قسمت میں منزل تک پہنچنا نہیں تھا' وہ ایک دریا پار کرتا ہوا ڈوب گیا' اس کی فوج میں ابتری پھیل گئی بہت سے سپاہی گھروں کو لوٹ گئے' اس کی تھوڑی سی فوج اس کے بیٹے کی کمان میں انطاکیہ پہنچ سکی' یہ فوج انطاکیہ سے پھر فلسطین کی طرف بڑھی' اس فوج نے آخرکار وطن جانے کی ٹھان لی' جن جہازوں میں یہ فوج سوار تھی ان میں کئی ایک راہ میں ڈوب گئے۔

۲۵ جولائی ۱۱۹۰ء کو صلیبیوں نے عکّہ پر پھر ہلہ بول دیا' لیکن انہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ صلیبیوں نے حوصلے ہار دیئے تھے' دو دن بعد الکندہیری (کاؤنٹ ہنری آف شمپین) اپنی فوج سمیت عکّہ پہنچ گیا۔ اس نے سلطان صلاح الدین کی فوج پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا' صلاح الدین اپنے پہاڑی مورچہ کی طرف ہٹ گیا' اب صلیبیوں نے موقعہ پاکر عکّہ پر پھر حملہ شروع کردیا لیکن عکّہ کے محصورین نے بڑی جرأت سے اس حملے کا مقابلہ کیا' اب کاؤنٹ نے عکّہ کی ناکہ بندی کرلی' لیکن سلطان نے بیروت کی راہ سے عکّہ کے محصورین کو امداد پہنچادی۔

اب فرنگیوں نے پوپ سے درخواست کی' پوپ نے صلیبیوں کو کمک پہنچادی کمک ملتے ہی کاؤنٹ ہنری نے صلاح الدین کے مورچوں پر حملہ کردیا۔ سلطان بیمار ہونے کی وجہ سے اس معرکے میں شریک نہ ہوسکا' وہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا نظارہ کرتا رہا' صلاح الدین کے بیٹوں علی' خضر اور غازی نے کاؤنٹ ہنری کو شکست دی' صلیبی اپنی خندقوں کی طرف ہٹ گئے' جاڑا شروع ہوچکا تھا صلیبیوں نے اپنے جہازوں کو آس پاس کے یونانی جزیروں میں بھیج

دیا۔ بہار کے شروع میں ہی یہ جہاز کمک لے کر عکہ پہنچ گئے' عکہ اور سلطان کی افواج کے درمیان رسل و رسائل کاٹ دیئے گئے۔

۹ اپریل ۱۱۹۱ء کو فرانس کا بادشاہ فلپ آگسٹس بہت بڑی فوج سمیت پہنچ گیا۔ سلطان نے اپنے ماتحت حکمرانوں کو کمک بھیجنے کے لئے کہا لیکن اس کمک کے بھیجنے سے پہلے شاہ انگلستان رچرڈ کی آمد سے صلیبیوں کی قوت بڑھ چکی تھی۔

فلپ اور رچرڈ دونوں بیمار پڑ گئے' جب صلاح الدین کو ان کی بیماری کی خبر ملی تو اس نے انہیں لبنان کی برف' مفرح شربت اور تازہ پھل بھیجے' جب تک یہ دونوں بادشاہ بیمار رہے' صلاح الدین انہیں اس قسم کی چیزیں بھیجتا رہا۔ اب صلیبیوں نے بڑی سختی سے عکہ کا محاصرہ کرلیا' تھوڑی مدت تک تو حفاظتی دستہ ان حملوں کا مقابلہ کرتا رہا' سلطان کے ماتحت حکمرانوں کی طرف سے عکہ کو کمک نہ پہنچی' صلاح الدین کی کئی ایک کوششوں کے باوجود صلیبیوں نے عکہ کا محاصرہ نہ اٹھایا' عکہ کے محاصرے کو دو سال ہو چکے تھے' جنگ' وبا اور قحط نے محصورین کے حوصلے پست کردیے۔ آخرکار حفاظتی دستے کے کمانڈر نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ کسی شہری کو قتل نہیں کیا جائے گا' محصورین نے دو لاکھ اشرفیاں بھی دینے کا وعدہ کیا تھا' رقم کے ادا کرنے میں جب تھوڑی سی دیر ہو گئی تو انگلستان کے شیر دل بادشاہ نے حفاظتی دستے کے بہادر سپاہیوں کو قتل کروادیا۔

رچرڈ کی زیر کمان اب صلیبیوں نے عسقلان کا رخ کیا' ایک سو پچاس میل کی مسافت میں سلطان کو رچرڈ سے گیارہ لڑائیاں کرنا پڑیں' جب صلاح الدین کو اس بات کا پورا پورا یقین ہوگیا کہ وہ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ عسقلان کو صلیبیوں کے ہاتھ میں جانے سے نہیں روک سکتا' تو وہ بڑی تیزی سے عسقلان کی طرف بڑھا' عسقلان کی شہری آبادی کو وہاں سے نکالنے کے بعد صلاح الدین نے عسقلان کو زمین کے ساتھ ہموار کردیا۔

جب رچرڈ وہاں پہنچا تو اس نے نہ صرف شہر کو ویران اور خالی پایا' بلکہ اپنے مقابلہ پر ایک شجاع اور دلیر انسان کو پایا' صلاح الدین کی بہادری سے متاثر ہوکر رچرڈ نے صلح کی درخواست کی' چنانچہ سلطان کے بھائی سیف الدین (الملک العادل) اور رچرڈ میں سمجھوتہ کی بات چیت ہوئی۔ ہمفری نے ترجمان کے فرائض ادا کئے۔

پہلی ملاقات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ رچرڈ کے طرز عمل سے مایوس ہوکر ایک دوسرے صلیبی سردار نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے الگ ہوکر صلح کرنے کی بات چیت شروع کردی' اس پر رچرڈ نے "اپنے بھائی اور دوست" ملک العادل اور سلطان سے پھر خط و کتابت

شروع کردی' اس مرتبہ رچرڈ نے یہ شرطیں پیش کیں کہ جن ساحلی شہروں پر صلیبیوں کا قبضہ ہے وہ ان کے پاس ہی رہنے چاہئیں' ان کے علاوہ یروشلم اور مقدس صلیب کو عیسائیوں کے حوالے کردیا جائے۔ سلطان نے یروشلم کا مطالبہ مسترد کیا لیکن مقدس صلیب واپس کرنے کی شرط مان لی' اب رچرڈ اور ملک العادل میں پھربات چیت شروع ہوئی۔

سلطان کی منظوری حاصل کرنے کے لئے دونوں میں جو سمجھوتہ ہوا اس کی اہم دفعات یہ تھیں:۔

"شاہ رچرڈ کی بیوہ بہن کی شادی ملک العادل سے کی جائے گی' رچرڈ اپنی بہن کے جہیز میں ان ساحلی شہروں کو دے جن پر ان کا قبضہ ہے۔ سلطان اپنے بھائی ملک العادل کو وہ شہر دے جنہیں وہ فتح کرچکا ہے۔ یروشلم پر ملک العادل اور اس کی بیوی کا مشترکہ قبضہ رہے گا۔ بیت المقدس ایک آزاد شہر قرار دیا جائے جس میں دونوں مذہب کے ماننے والوں کو شہری آزادی حاصل ہوگی' قیدیوں کا عام تبادلہ ہوگا' مقدس صلیب کو عیسائیوں کے حوالے کردیا جائے گا' عیسائیوں کے دو حلقوں ہاس پی ٹیلروں او ٹمپلروں کو بدستور مراعات حاصل ہوں گی۔"

سلطان نے اس معاہدے میں دونوں قوموں میں قیام امن کی جھلک دیکھتے ہوئے اسے تسلیم کرلیا' اگر رچرڈ کے پادری اس معاہدے کو مان لیتے تو وہ خلیج جو آج تک عیسائیوں اور اسلام میں حائل ہے' مدتوں پہلے ختم ہوچکی ہوتی' رچرڈ نے پادریوں کی مخالفت سے ڈر کر اپنے بھائی اور دوست ملک عادل کو عیسائی ہوجانے کے لئے کہا۔ ملک عادل نے انکار کردیا۔

رچرڈ نے یروشلم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی کے بعد وہ فلسطین کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوگیا' اب اس نے سلطان صلاح الدین کو نئی شرطیں لکھ بھیجیں۔

"مجھے آپ کی دوستی اور مروت کی ضرورت ہے' میں اس ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا' میں جانتا ہوں کہ جس طرح میں اپنے سپاہیوں کو مروانا نہیں چاہتا اسی طرح آپ بھی اپنی فوج کی سلامتی چاہتے ہیں' میں نے جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے میں انہیں اپنے بھانجے ہنری کو دے کر آپ کے سپرد کر رہا ہوں' وہ آپ کی اطاعت کرے گا' اور آپ کی مشرقی مہموں میں آپ کا ساتھ دے گا۔ آپ سے صرف یروشلم کے کلیسا کا مطالبہ کرتا ہوں۔"

سلطان صلاح الدین نے اپنے مشیروں سے مشاورت کرنے کے بعد رچرڈ کے اس خط کا

Marfat.com

موافقانہ جواب دیا' رچرڈ دوبارہ آیا۔ اس مرتبہ رچرڈ نے عسقلان' داروں اور غزہ کا مطالبہ کیا۔ سلطان نے جواب میں لکھ دیا کہ وہ انطاکیہ کے حکمران سے علیحدہ صلح کرے گا نیز وہ صرف لیدہ کا شہر رچرڈ کے حوالے کرسکتا ہے۔

سلطان صلاح الدین کو معلوم ہوا کہ صلیبی فوج بیروت کی طرف بڑھ رہی ہے' چنانچہ صلاح الدین میدان میں اتر پڑا' یافہ پر قبضہ کرلیا گیا' لیکن بہت جلدی رچرڈ یافہ کے قلعہ پر قابض ہوگیا' اب شاہِ انگلستان نے ملک عادل کے نمائندوں سے کانفرنس کرنی چاہی' رچرڈ نے ملک عادل کے نمائندوں کے سامنے سلطان صلاح الدین کی بہادری کی بہت تعریف کرتے ہوئے وفد کے امیر سے کہا۔" خدا کے لئے سلطان سے صلح کرنے کے لئے کہو۔" اس درخواست کے جواب میں سلطان صور سے قیصریہ تک کا ساحلی علاقہ رچرڈ کو دینے کے لئے تیار ہوگیا۔ رچرڈ نے یافہ اور عسقلان بھی طلب کئے۔ صلاح الدین یافہ دینے پر رضامند ہوگیا۔ رچرڈ نے بھی عسقلان کا مطالبہ ترک کردیا۔ اس کے بعد ایک اعلان کیا گیا جس میں بتایا گیا کہ:۔

"مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح ہوچکی ہے۔ دونوں قوموں کے مقبوضہ ملکوں میں شہری آزادی جاری رہے گی۔ دونوں ملکوں کے لوگ ایک دوسرے کے ملک میں آزادی کے ساتھ آجاسکیں گے۔" اس اعلان کو دونوں قوموں کے لوگوں نے سنا اور خوشی کا اظہار کیا' دور دراز ملکوں سے آنے والی کمک کو واپس بھیج دیا گیا۔

اس اعلان کے چند دن بعد رچرڈ انگلستان چلا گیا' اور تیسری صلیبی جنگ کا خاتمہ ہوا' اس جنگ میں دونوں طرف کا بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا' مشرق اور مغرب کے کئی گھرانے تباہ و برباد ہوگئے' جرمنی کا ایک بہت بڑا شہنشاہ ہلاک ہوا' فرانس اور انگلستان کے ہزاروں بہادر سپاہی مارے گئے تیسری صلیبی جنگ میں صلیبیوں کو صرف یہ کامیابی ہوئی کہ عکہ پر ان کا قبضہ ہوگیا۔

رچرڈ کے چلے جانے کے بعد صلاح الدین ایوبی نے تھوڑی دیر بیت المقدس میں آرام کیا۔ اس کے بعد وہ سواروں کے ایک دستہ کو لے کر تباہ شدہ ساحلی علاقوں کا معائنہ کرنے کے لئے نکلا' صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس میں ایک ہسپتال اور ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس کے بعد اس نے دمشق کی راہ لی۔ دمشق ہی میں اسلام کا یہ بہادر سپاہی ۴ مارچ ۱۱۹۳ء کو اس دنیا سے رخصت ہوا۔ ایک مسلمان مورخ کے الفاظ ہیں:۔

"خلافت راشدہ کے بعد صلاح الدین کی وفات اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک روح

Marfat.com

فرسا سانحہ تھا' سلطنت کے طول عرض پر غم اور رنج کے بادل چھاگئے۔ دمشق پر حزن و ملال مسلّط تھا' اس کے جنازے میں شامل ہونے والے زار زار رو رہے تھے۔"

وفات سے پہلے سلطان صلاح الدین ایوبی نے بلا امتیاز مذہب و ملّت غریبوں میں دولت لٹادی۔ جس ایلچی نے بغداد میں سلطان کی وفات کی خبر پہنچائی تھی اس کے پاس ایک زرہ بکتر ایک گھوڑا' ایک دینار اور چھتیس درہم تھے' یہی سلطان صلاح الدین ایوبی کا ترکہ تھا۔"

صلاح الدین ایوبی ایک بہادر سپاہی' ایک عادل حکمران اور ایک رحم دل انسان تھا' اس کے کردار کا اندازہ اس کے ہمعصر مورخوں کی کتابوں سے لگایا جاسکتا ہے وہ پاکبازوں اور عالموں کا دوست تھا' وہ ان سے فیاضانہ سلوک کرتا تھا' ہر ذہین انسان جس کی اس کے دربار تک رسائی ہو اس کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہے۔ اس نے اپنی سلطنت کے طول و عرض میں مدرسوں اور ہسپتالوں کا ایک سلسلہ جاری کردیا تھا' اس کا وزیر قاضی الفاضل بھی علوم و فنون کا سرپرست تھا۔

Marfat.com

چھتیسواں باب

عباسیوں کا زوال

صلاح الدین ایوبی نے اپنی موت سے پہلے اپنے جانشین کو نامزد نہیں کیا تھا۔اس کی سلطنت اس کے تین بڑے بیٹوں میں بٹ گئی' سلطان کے بھائی ملک عادل کا تسلّط عراق کے کافی حصہ پر تھا۔ یمن پر بھی سلطان صلاح الدین کے ایک اور بھائی کی حکومت تھی' اگر تقسیم سلطنت کے باوجود سلطان صلاح الدین کے بیٹے متحد رہتے تو شاید ان کی سلطنت باقی رہتی' سلطان کے بھائی ملک عادل نے نااتفاقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی مملکت کو بڑھانا شروع کردیا۔ فروری ۱۲۰۹ء میں ملک عادل نے قاہرہ کو اپنا صدر مقام بنایا' بہت جلد شام' مشرقی عراق اور یمن پر بھی اس کا تسلّط قائم ہوگیا' ملک عادل اپنے بھائی کی طرح علوم و فنون کا سرپرست تھا' اس کی سلطنت میں اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری تھا

صلاح الدین کی وفات کے دو سال بعد پوپ نے چوتھی صلیبی جنگ شروع کروادی۔ رچرڈ اور صلاح الدین کے بعد بڑی بڑی لڑائیاں ختم ہوچکی تھیں۔ اب صرف معمولی معمولی لڑائیاں باقی رہ گئی تھیں۔ صلیبیوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے بیروت پر قبضہ کرلیا' ملک عادل نے انہیں شکست دی

تین سال بعد پوپ نے پانچویں صلیبی لڑائی شروع کروادی' پوپ نے یورپ کے تمام حکمرانوں سے امداد کے لئے کہا' رچرڈ نے پوپ کی اپیل کو مسترد کردیا' لیکن یورپ کے دوسرے حکمرانوں نے پوپ سے تعاون کیا' چنانچہ ایک فوج مشرق پر حملہ کرنے کے لئے بڑھی' شام کی طرف بڑھنے کی جگہ اس فوج نے قسطنطنیہ کا رخ کیا' اس عیسائی فوج نے عیسائیوں کے شہر قسطنطنیہ کو آگ لگادی' صلیبیوں نے ہر اس یونانی کو قتل کردیا جو ان کے سامنے آیا۔

۱۲۱۹ء میں چھٹی صلیبی جنگ شروع ہوئی' اس مرتبہ اس مقدس فوج میں عورتیں بچے' بوڑھے اور اندھے شامل تھے' ہنگری' آسٹریا' لوریا اور زیرین جرمنی کے حکمرانوں نے مل کر مشرق پر چڑھائی کردی۔ اس صلیبی فوج نے مصر کا رخ کیا' صلیبیوں نے دمیاط کا محاصرہ کرلیا۔

ملک عادل شمالی شام سے مصر کی طرف چلا آرہا تھا کہ راہ میں فوت ہوگیا' اس کی موت کے بعد اس کی سلطنت اس کے بیٹوں میں بٹ گئی' اٹھارہ مہینوں کے محاصرے کے بعد صلیبیوں نے شہر پر قبضہ کرلیا' شہر میں داخل ہوکر صلیبیوں نے اپنے روایتی مظالم کی یاد تازہ کردی' ستر ہزار کی آبادی میں سے صرف تین ہزار بچ نکلے' صلیبیوں نے انہیں بھی پکڑ کر قتل کردیا' اب صلیبی فوج نے قاہرہ کا رخ کیا' لیکن شکست کھاکر واپس ہوئی۔

صلیبی فوج کے واپس ہوتے ہی ملک عادل کے بیٹوں میں لڑائی شروع ہوگئی

المستضی باللہ کی وفات (۱۱۸۰ء) کے بعد اس کا بیٹا ناصر اس کا جانشین ہوا۔ ناصر نے ۴۷ سال حکومت کی' اس نے ایک بہت بڑی فوج تیار کی تھی۔ اس کی سلطنت میں لوگ خوشحال تھے۔ ۱۲۲۵ء میں اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا ظاہر اس کا جانشین ہوا۔ ایک سال حکومت کرنے کے بعد وہ انتقال کرگیا' اور اس کا بیٹا مستنصر اس کا جانشین ہوا' اس نے دجلہ کے مشرقی کنارے پر ایک بہت بڑا کالج قائم کیا' اس نے تاتاریوں کے حملے سے بچنے کے لیے ایک فوج بھی منظم کرلی' اس کی وفات (۱۲۴۶ء) کے بعد اس کا بیٹا مستعصم اس کا جانشین ہوا۔

مستعصم آخری عباسی خلیفہ تھا' اس کے عہد میں تاتاریوں نے ہلاکو کی زیر کمان بغداد کو تباہ و برباد کردیا'۔ مستعصم کا عہد بیرونی شورش اور اندرونی بدامنی کا زمانہ تھا۔ حنبلی' حنفی آپس میں لڑتے' شیعہ' سنی ایک دوسرے سے جھگڑتے بغداد میں ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا' مستعصم نے اپنی باپ کی فوج کو منتشر کرکے اس بدامنی کو بڑھادیا' سینوں اور شیعوں کے ایک فساد میں خلیفہ نے شیعوں پر سختی کی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کے ایک شیعہ وزیر علقی نے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔

اس زمانہ میں ہلاکو اپنے بھائی کی طرف سے ایران کا گورنر تھا' چنانچہ وہ بغداد کی طرف بڑھا' تاتاریوں نے بغداد کا محاصرہ کرلیا' خلیفہ کے پاس تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی فوج نہیں تھی' تاتاری فوج نہایت آسانی سے بغداد میں داخل ہوگئی' بغداد میں کئی دن قتل عام جاری رہا۔ ابن خلدون کے الفاظ میں "بغداد کی بیس لاکھ آبادی میں سے سولہ لاکھ کو قتل کردیا گیا۔ ہلاکو نے ۲۷ جنوری ۱۲۵۸ء کو خلیفہ کو مروا دیا۔ بغداد کی تباہی کے بعد مغربی ایشیا پر ادبار کے بادل چھاگئے۔"

بغداد کو تباہ و برباد کرنے کے بعد تاتاری فوج نے فرات پار کرکے عراق کے شہروں کو ویران کردیا' آخر کار مصر کے سلطان نے تاتاریوں کو ناصرہ (فلسطین) کے قریب شکست دی'

Marfat.com

تین سال تک کوئی خلیفہ نہیں تھا' یہاں تک کہ سلطان مصر کی کوششوں سے ۱۲۶۱ء میں مصر میں دوسری عباسی خلافت قائم کی گئی۔ اس خلافت کے آخری خلیفہ سے عثمانی سلطان سلیم نے اپنے نام پر خلافت منتقل کرالی۔

Marfat.com

سینتیسواں باب

عباسیوں کا نظم و نسق

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حجاج کے زمانہ کے بعد (عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) کے عہد کے ماسوا شام کے عربوں نے سلطنت کے نظم و نسق پر پورا پورا قبضہ کر رکھا تھا۔ ریاست کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر شامی عرب قابض تھے۔ یہ پالیسی اس وقت تک کامیاب رہی جب تک کہ ماتحت قومیتوں نے قوت اختیار نہیں کی تھی' اس تبدیلی سے جس نے امویوں سے حکومت چھین لی تھی' شامی عربوں کی اجارہ داری بھی ختم کردی تھی' اب غیر عرب مسلم قومیتوں کو بھی اسلام کی عظیم الشان سلطنت کے بڑے بڑے عہدے ملنے شروع ہوگئے۔ یہ اقدام جمہوریت کے حق میں ایک بہت بڑا انقلاب تھا' عباسی خلافت جو مساوات پر مبنی تھی' پانچ سو سال تک قائم رہی اس خلافت کا خاتمہ صرف ایک بیرونی حملہ کرسکا۔

خلیفہ ایک دنیاوی حکمران ہی نہیں ہوتا تھا' بلکہ وہ مسلمانوں کا روحانی پیشوا بھی تھا' اموی عہد کی طرح عباسی دور خلافت میں بھی عام طور پر یہ ہوتا رہا ہے کہ خلیفہ اپنی موت سے پہلے اپنا جانشین نامزد کردیتا تھا۔ جب کسی خلیفہ کی جانشینی کی نامزدگی کا اعلان ہوجاتا تو فوج اور سول کے تمام حکام اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے' حکمران خلیفہ کی موت کے بعد اس جانشین کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی جاتی۔

عباسی خلافت کی سیاسی تنظیم کی بنیاد منصور نے رکھی۔ اس نظام میں خلیفہ کو مقتدر اعلیٰ کی حیثیت حاصل تھی' لیکن اس کے ساتھ ہی اس سیاسی نظام کے مختلف شعبوں پر وزیر مقرر تھے' ماموں کے عہد میں عباسی حکومت نے دستوری نوعیت حاصل کرلی تھی' ایک باقاعدہ کونسل آف اسٹیٹ (مجلسِ مشاورت) موجود تھی' مجلسِ مشاورت کے نمائندوں کو ہر مسئلہ پر آزادی کے ساتھ رائے دینے یا بحث کرنے کا حق حاصل تھا' جب سیاسی لحاظ سے عباسی خلافت کمزور ہوگئی تو اس مجلسِ مشاورت نے مذہبی علماء کی ایک مجلس کی صورت اختیار کرلی' صلاح الدین ایوبی کی مجلسِ مشاورت کے باقاعدہ اجلاس ہوتے تھے' صلیبی جنگوں کے زمانے میں بھی سلطان صلاح الدین اس مجلسِ مشاورت کے فیصلوں پر عمل کرتا رہا' اس کے علاوہ پہلے آٹھ عباسی خلیفوں نے اپنے صوبائی گورنروں پر پورا پورا قابو رکھا لیکن اس کے

Marfat.com

بعد جب خلافت کمزور پڑ گئی تو ان صوبائی گونروں نے آہستہ آہستہ آزادی حاصل کرلی، ابتدائی عباسی خلیفوں کی یہ پالیسی تھی، کہ سلطنت کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنایا جائے، چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لیے مزید فتوحات کا خیال چھوڑ دیا تھا، بالائی مصر، ویلم اور کابل میں اس لئے اقدام کیا گیا تھا کہ ان علاقوں میں قبائلی شورش پیدا ہوچکی تھی، بزنطین کے ساتھ محض اس وجہ سے لڑنا پڑتا تھا کہ وہ ہمیشہ عہد شکنی کرکے عباسی سلطنت پر حملہ کردیتا تھا۔

نظم و نسق کے تمام بڑے بڑے عہدوں کے دروازے مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندووں پر کھلے ہوئے تھے، منصور اپنے کسی گورنر کو ایک صوبے میں زیادہ مدت تک نہیں رکھتا تھا، ہر صوبے میں ایک قاضی القضاۃ (چیف جج) ہوتا تھا، ایرانیوں میں وزارت کا منصب اگرچہ بہت پرانا تھا لیکن عربوں میں سب سے پہلے عباسیوں کے دور میں اسی نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ سلطنت کے مختلف شعبوں کے ہر صوبے میں دوسرے شعبوں کے علاوہ ایک محکمہ ڈاک بھی ہوتا تھا، فوج اور پولیس کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ایک علیحدہ محکمہ تھا، ہر شہر کی میونسپل پولیس ایک افسر کے ماتحت ہوتی تھی، جسے محتسب کہا جاتا تھا، تجارتی کاروبار کے لئے سوداگروں کی ایک سنڈیکیٹ ہوتی تھی۔

زراعت کی ترقی کے لئے ایک الگ شعبہ تھا، صنعت و حرفت کی نگرانی کے لئے بھی ایک الگ محکمہ قائم کیا گیا تھا، مال گزاری کا محکمہ بہت مضبوط تھا۔ فوج کا محکمہ بہت بڑا ہوتا تھا، فوجی افسروں کی مدد کے لئے انجینئروں کی ایک جماعت موجود رہتی تھی، جنگی ہسپتالوں کا بھی اعلیٰ انتظام تھا، ساحلی علاقوں کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط بیڑا موجود رہتا تھا، بحریات اور بحریہ کی بہت سی موجودہ یورپی اصطلاحات، عربی سے ماخوذ ہیں، بیڑے کے کمانڈر کو امیرالماء کہا جاتا تھا، ایڈمیرل اسی امیرالماء سے ماخوذ ہے۔

اڑتیسواں باب

عباسی عہد میں علوم و فنون

ایک مورخ کے ملفاظ میں "بغداد عراق کی آنکھ اور علوم و فنون کا مرکز ہے۔" یاقوت اپنے جغرافیائی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ "منصور نے ایک جدید شہر کی بنیاد رکھی جس کے ارد گرد ایک مضبوط فصیل اور اس کے آگے ایک گہری خندق تھی، اس شہر کے چار بڑے بڑے دروازے تھے، شہر کے عین وسط میں قصرِ خلد تھا، خلیفہ کے محل کے قریب ہی ایک جامع مسجد تھی، اس مسجد کے آس پاس امیروں وزیروں کے محلات، اسلحہ خانہ، خزانہ اور دوسرے سرکاری دفاتر تھے، شہر کا یہ حصہ مدینۃ المنصور کہلاتا تھا، مہدیہ کے آباد ہوجانے کے بعد یہ شہر دو نصف دائروں پر مشتمل ہوگیا تھا، جن میں ایک دجلہ کے بائیں کنارے اور دوسرا دائیں کنارے پر تھا، اس شہر کا قطر بارہ میل تھا۔ ایام عروج میں بغداد کی آبادی بیس لاکھ تھی۔ مشرقی کنارے کا نصف قطر یعنی مہدیہ شان و شوکت میں مغربی نصف قطر سے بہتر تھا، شہر کے اسی حصہ میں سلطنت کے بڑے بڑے لیڈروں کے محلات تھے۔ حفظان صحت کے پیش نظر شہر کے کئی حصوں کا انتظام ایک ناظم کے سپرد تھا، شہر کے کئی ایک مشہور چوکوں میں سے ایک کا نام مامونیہ تھا۔

شہر میں آب رسانی کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا، ہر مکان کو کافی پانی مہیا کیا جاتا تھا، شاہی محل کے سامنے کا وسیع میدان مربع کہلاتا تھا، اس میدان میں فوج کی پریڈ ٹورنامنٹ اور گھوڑ دوڑ ہوتی تھی، روشنی کے لئے گلیوں اور بازاروں میں لیمپ نصب کئے ہوئے تھے، منصور ہمیشہ فوجی وردی میں اپنی فوج کا معائنہ کیا کرتا، ہارون اور مامون اور معتصم فوجی کھیلوں میں حصہ لیتے تھے، دمشق کی طرح بغداد میں بھی گھوڑ دوڑ کا بہت شوق تھا۔ مربع میں پولو کا مقابلہ بھی ہوتا تھا جس میں خلیفہ ہارون بھی حصہ لیتے تھے، مہدیہ میں بھی ایک بہت بڑا میدان تھا، جہاں سپاہیوں کی بارکیں تھیں، شہر میں چونکہ مختلف قومیں آباد تھیں اس لئے ہر قوم کے مفاد کا تحفظ ان اقوام کے سرداروں کے سپرد تھا۔ یہ سردار اپنی اپنی قوم کے طرز عمل کے ذمہ دار ہوتے تھے، بغداد میں محلات کی اتنی کثرت تھی کہ اسے شہرِ محلات کہا جاتا تھا، بیشتر محل سنگ مرمر کے بنے ہوتے تھے، بغداد کی عمارتوں کا طرز تعمیر دمشق سے ملتا جلتا تھا، عام طور پر

Marfat.com

عمارتیں کئی کئی منزلہ اونچی ہوتی تھیں' ان عمارتوں کی آرائش و زیبائش میں ایرانی اثرات صاف صاف دکھائی دیتے تھے' محلات اور حویلیوں کی آرائش کے لئے قیمتی سامان خریدا جاتا تھا' قصرِ خلافت اپنی شان و شوکت اور زیبائش میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا' جمعہ کی نماز سے پہلے فوج پریڈ کرتی' جس میں سلطنت کے بڑے بڑے عہدہ دار شریک ہوتے تھے۔

عید الفطر کی تقریب پر خلیفۃ المسلمین عمائدِ سلطنت کو اپنے ہاں مدعو کرتے۔ اس زمانہ کے امیروں کبیروں کا وہی لباس ہوتا' جسے خلیفہ وقت اختیار کرتے۔ علماء اور فضلاء کی جماعت کا لباس مختلف ہوتا تھا' عباسی عہد میں شرفا کا لباس ڈھیلے پاجامے' قمیص' خفتان قبا' عبا' جبہ اور کلاہ پر مشتمل ہوتا تھا' اس عہد میں موزے کا عام رواج تھا' مختلف پیشوں کے لوگوں کا لباس بھی مختلف ہوتا تھا' جوتوں کے ساتھ ساتھ بوٹوں کا بھی عام استعمال تھا' بنو عباس کے عہد یں عورتوں کے لباس میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں' امیر گھرانے کی عورتیں موتیوں میں جڑی ہوئی ٹوپیاں پہنتی تھیں۔

عباسی دور کے ابتداء میں عورتوں کی پوزیشن ویسی ہی تھی جیسی کہ بنو امیہ کے عہد میں مردوں اور عورتوں کی' مکمل علیحدگی قادر باللہ کے عہد میں ہوئی

خلیفہ منصور کے عہد میں دو شہزادیاں مردوں کا لباس پہن کر بزنطین کے خلاف لڑنے والی فوج میں شامل ہوئیں' ہارون کے عہد میں بھی کئی ایک عورتیں فوجی دستوں کی کماندار تھیں' خلیفہ مقتدر کی والدہ عدالت عالیہ میں اپیلوں کی سماعت کرتی اور غیر ملکی سفیروں سے تبادلہ خیال کرتی تھی' ہارون اور مامون کے عہد میں علمی مجلسوں کے دوش بدوش عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں' ملکہ زبیدہ ایک بلند مرتبہ شاعرہ تھیں' اس نے ہارون اور مامون کو جو خطوط لکھے تھے' ان میں اس کی قابلیت کا بہتر ثبوت موجود ہے' بوران کا تذکرہ کیا جاچکا ہے' عبیدہ نے طنبورہ بجانے میں اتنی مہارت پیدا کرلی تھی' کہ وہ اس عہد کی تاریخ میں الطنبورہ کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب الاغانی کا مصنف اس کے کمالات کا اعتراف کرتا ہے' اسی عہد کی ایک اور شاعرہ فضل شعر و شاعری میں بڑے بڑے شاعروں کے ہم پلہ خیال کی جاتی ہے' چھٹی صدی ہجری میں شیخہ' بغداد کے کالجوں میں تاریخ اور ادب پر لکچر دیا کرتی تھی' اسی صدی کی ایک مشہور خاتون زینب بہت قانون دان تھی' جو بغداد کے کالجوں میں قانون کی تعلیم دیتی تھی' صلاح الدین ایوبی کے عہد میں ایک ترکی خاتون حدیث کا درس دیتی تھی۔ ماں کے فرائض میں بچوں کی دیکھ بھال ہوتی تھی' لڑکیوں کو صالح خواتین بننے کی تعلیم دی جاتی تھی۔

Marfat.com

بنو اُمیّہ ہی کے عہد میں کرسیوں اور اٹھی ہوئی نشستوں کا رواج ہوگیا تھا' لیکن عباسیوں کے عہد میں دیوان صفہ کا رواج عام ہوگیا تھا' ان صفوں کے سامنے کھانے کے لئے میز بچھا دیئے جاتے تھے' واثق نے اپنے لئے سونے کی میز بنوائی تھی تیر اندازی 'پولو' ہاکی' جرید' گھوڑ دوڑ اور کشتی کے مقابلوں کے لئے بغداد اور دوسرے بڑے شہروں میں ٹورنامنٹ کرائے جاتے تھے' کرکٹ اور ٹینس بھی اپنے ابتدائی شکل میں موجود تھے' امراء شکار سے تفریح کا کام لیتے تھے' بیشتر عباسی خلفاء کو شکار کا شوق تھا' سلطان صلاح الدین ایوبی کو شکار کا اس حد تک شوق تھا کہ وہ ایک مرتبہ شکار کھیلتا ہوا اتنی دور نکل گیا کہ وہ صلیبیوں کے نرغہ میں آگیا تھا' عباسی دور میں امراء کے مکان علمی مباحثہ اور مجلسی تعلقات کے مرکز ہوتے تھے' ان مکانوں میں مختلف علمی مسائل پر اظہار خیال کرتے۔ خلیفہ مامون کے عہد سے بغداد اور دوسرے شہروں میں لٹریری کلب عام ہوگئے تھے' ان کلبوں میں سائنس اور فلسفہ کے مسائل پر مذاکرات اور مباحثات ہوتے' ان کلبوں کو دبانے کی بہت کوشش کی گئی' لیکن وہ بغداد کی تباہی تک جاری رہے' اس زمانہ کی سوسائٹی میں کتب فروشوں کو بہت بڑی پوزیشن حاصل تھی' ان کی دکانیں طلباء اور فضلا کے مراکز بنی رہتیں' ان دوکانوں پر معتزلین فلسفیانہ بحثوں میں مصروف دکھائی دیتے' کتابت کا فن اس حد تک ترقی کرچکا تھا کہ کتب فروش بہترین کتابوں کو ایک دینار (تقریباً" چودہ آنے) میں فروخت کرسکتے تھے۔

ان محدود اوراق میں ایک قوم کی پانچ سو سال کی علمی سرگرمیوں کا تذکرہ ضروری ہے جنہوں نے انسانی تہذیب کے ارتقا میں نمایاں حصہ لیا' چنانچہ عربوں نے قطب نما ایجاد کیا۔ انہوں نے تمام دنیا کی تجارت یا تلاش علم کی غرض سے سفر کاٹا۔ عربوں نے افریقہ' مجمع الجزائر ہند' ساحل ہند' جزیرہ نما ملایا میں اپنی نو آبادیاں قائم کیں۔ چین نے بھی اپنے بند دروازوں کو مسلم آبادکاروں اور تاجروں پر کھول دیا۔ بصرہ کی بندرگاہ سے ہندوستان اور چین کے ساتھ تجارت کی جاتی تھی' عربوں کی تجارتی سرگرمیاں صرف سمندروں تک ہی محدود نہیں تھی' ایک بری راستہ شمالی افریقہ کے ملکوں تک جاتا تھا' اور دوسرا سیاہ براعظم کے قلب میں جاتا تھا' بحیرۂ روم کی بہت سی بندرگاہوں کے ذریعہ ہسپانیہ' سسلی' اٹلی اور فرانس کے ساتھ تجارت کی جاتی تھی' ترازوں کے ذریعہ بزنطین کے ساتھ تجارت ہوتی تھی' دوسرے بری راستے وسطی ایشیاء اور شمالی ہندوستان تک جاتے تھے۔ بغداد سے بحیرۂ خزر تک جو راستہ جاتا تھا' اسے مزید شمالی ملکوں سے ملایا گیا تھا۔ اس امر کی تصدیق ان عربی سکوں سے ہوتی تھی جو روس اور سویڈن سے حال ہی میں ہاتھ لگے ہیں۔ عربوں نے اڑریز کو دریافت کیا تھا' یہ بھی

کہا جاتا ہے کہ وہ امریکہ تک پہنچ گئے تھے عربوں نے پرانی دنیا کے ہر خطہ میں انسانی محنت، مشقت کو نئی راہوں پر لگایا۔

آنحضرت ﷺ نے محنت کو ایک فریضہ بتایا تھا۔ آپ کا ارشاد تھا کہ کھیتی باڑی اور تجارت اللہ کی نگاہوں میں محبوب ہے۔ چنانچہ اس تعلیم نے نہایت مفید اور کارآمد نتائج مرتب کئے، تاجروں اور دستکاروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، بڑے سے بڑا شخص اپنے پیشے کی نسبت سے پکارے جانے کو معیوب خیال نہیں کرتا تھا۔

اس عہد میں علما اور فضلا کی جو جماعت پیدا ہوئی اس نے انسانی زندگی کے ہر پہلو پر غور کیا، نحو، ادب، بلاغت، لسانیات، جغرافیہ، حدیث اور مساحت پر قلم اٹھایا، انہوں نے لغت کی کتابیں مرتب کیں اور سوانح لکھے۔ دنیا کے علمی خزانہ کو اپنی تاریخ نگاری اور شاعری سے آراستہ کیا سائنسی دریافتوں کے ذریعہ انسانی علم میں نمایاں اضافہ کیا۔ انہوں نے اپنے فلسفیانہ مباحث سے انسانی فکر میں نئی تحریک پیدا کی۔ آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک عربوں کی علمی سرگرمیوں کے پیش نظر اس مؤرخ کے یہ الفاظ مبالغہ آمیز معلوم نہیں ہوتے جس کا میں کئی مرتبہ پہلے حوالے دے چکا ہوں۔ اس عہد میں جو وسیع لٹریچر پایا جاتا تھا وہ بلا شبہ ایک حیرت انگیز ذہنی کارنامہ تھا، جس نے اس خیال کی تصدیق کردی کہ ہر معاملہ میں عرب ہمارے رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی تاریخوں میں سفر ناموں، سوانحی کتابوں میں ہمارے لئے یازمنہ وسطیٰ کی معلومات کے قیمتی ذخائر مہیا کئے۔ علاوہ ازیں انہوں نے آرٹ اور تعمیرات میں ہمارے لئے نئے نئے راستے پیدا کئے۔

زیر تبصرہ عہد میں علوم طبعی پر بڑی محنت سے کام کیا گیا۔ کیمیا، نباتات، ارضیات طبعی تاریخ کی طرف بہترین عرب فضلا متوجہ تھے، کوفہ کا ابو موسیٰ جعفر عیسائی مورخوں کا جابر جدید کیمسٹری کا بانی ہے۔ اس کے بعد دوسرے علما نے اس کے کام کو جاری رکھا۔ ان علما کی کتاب تاریخ نگاری پر ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔ علم طب اور فن جراحت اپنے اوج کمال تک پہنچ چکے تھے عربوں نے کیمیاوی فارمیسی ایجاد کی۔ انہوں نے ان اداروں کی بنیاد رکھی جنہیں آج کل ڈسپنسریاں کہا جاتا ہے۔ ہر شہر میں پبلک ہسپتال جاری کئے جن کے اخراجات خزانہ عامرہ برداشت کرتا تھا۔

نباتات اور جڑی بوٹیوں کے مطالعہ کے لئے بغداد اور دوسرے کئی ایک شہروں میں باغات تھے۔ ان باغات میں عرب فضلا طلبہ کے سامنے نباتات پر تقریریں کرتے تھے جس سے ذہنی تحریک نے نویں صدی کے آغاز میں سائنس اور آرٹ کو ترقی دی تھی اسی تحریک کی

Marfat.com

وجہ سے جغرافیہ اور سیاحت پر بھی کام کیا جانے لگا۔ مسلم بن حمیز جعفر بن احمد امروزی' ابن فضلان خواالیہ مسعودی' اسطخری' ابن حوقل' البرونی 'یاقوت البکری المقدسی' اور لیسی کا شمار عربوں کے نامور جغرافیہ دانوں میں ہوتا ہے۔

البیرونی نے ہندوستان کا سفر کیا اور ایک مدت تک ہندوؤں میں رہا ان کی زبان سیکھی ان کے علوم و فنون فلسفہ عادات واطوار اور ہندوستان کے طبعی حالات کا مطالعہ کیا۔ ایک کافی مدت تک مطالعہ کرنے کے بعد البیرونی نے جو کتاب لکھی۔ اس میں ہومر افلاطون اور دوسرے یونانی مصنفوں کے اقتباسات درج ہیں ہندوستان کے متعلق کتاب الہند کے علاوہ البیرونی نے ہیئت' ریاضیات جغرافیہ تاریخ' طبیعات اور کیمیا پر بھی کتابیں لکھیں۔ البیرونی کے بعد ہم ناصر خسرو کی شخصیت میں ایک ادیب اور سیاح پاتے ہیں' وہ مرو کا رہنے والا تھا وہ ۱۰۴۶ء میں مرو سے روانہ ہوا۔ وہ نیشاپور' قم' تبریز' حلب سے ہوتا ہوا شام میں داخل ہوا۔ سور و صیدا بیروت' بیت المقدس کی سیاحت کے بعد وہ مصر میں داخل ہوا۔ مصر کی سیاحت کے بعد اس نے حرمین الشریفین کی زیارت کی۔ اس کے بعد وہ بصرہ سے ہوتا ہوا بلخ پہنچا۔ اس کا سفرنامہ بہت دلچسپ ہے' عرب کے مؤرخوں نے اثریات اور انسانیات کی طرف بھی توجہ کی' بلاذری المتوفی ۸۹۲ء بغداد میں پیدا ہوا تھا' اس نے بغداد میں زندگی بسر کی اور وہیں اس نے اپنا کام شروع کیا اس کی کتاب فتوح البلدان کا انداز تحریر بہترین ہے یہ کتاب تاریخ نگاری پر ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔

ہمدانی نے جس کا زمانہ تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہے دنیا کو جنوبی عرب کی ایک شاندار تاریخ مہیا کی' اس کتاب میں ہمدانی جنوبی عرب کے قبیلوں اس کے آثار قدیمہ کے ساتھ یمن کے جغرافیائی حالات بھی پیش کرتا ہے۔ اس عہد میں ہم مسعودی طبری اور ابن الاثیر کے کارناموں کو سب سے بلند مرتبہ پاتے ہیں' اپنے جانشینوں کی طرح یہ تینوں فضلاء فلسفی' ریاضی دان' جغرافیہ دان اور مؤرخ تھے' مسعودی بغداد کا رہنے والا تھا' جس نے اپنی جوانی میں اسلامی دنیا کے بہت سے حصوں کی سیاحت کی تھی وہ سب سے پہلے ہندوستان گیا۔ جہاں اس نے منصورہ اور ملتان دیکھے۔ یہاں وہ ایران اور کرمان کی سیاحت کرنے کے بعد پھر ہندوستان میں داخل وہ کافی مدت کمباوہ میں رہا' دکن اور سیلون کی سیاحت کے بعد اس نے مڈغاسکر کا رخ کیا۔ وہاں سے وہ عمان پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہند چینی اور چین بھی گیا تھا۔ اس نے وسطی ایشیاء میں بھی بہت سفر کیا تھا' اس سفر کے بعد وہ بحیرہ خزر کے ساحل پر پہنچا۔ اپنی سیاحت کے آخری دنوں میں وہ تھوڑی مدت تک

Marfat.com

انطاکیہ میں رہا۔ بصرہ میں پہنچ کر اس نے اپنی کتاب مروج الذہب کو مکمل کیا۔ قاہرہ پہنچ کر مراۃ الزمان لکھی' مروج الذہب میں وہ ایک جہاندیدہ انسان کی حیثیت میں اپنے تجربات کو دلکش انداز میں پیش کرتا ہے۔ وہ ان ملکوں کے چشم دید حالات بیان کرتا ہے۔ اس کی کتابیں دلچسپ مطالعہ کا سامان مہیا کرتی ہیں وہ مختلف قوموں اور گروہوں کے عادات و اطوار کو اختصار کے ساتھ کہانیوں کی صورت میں پیش کرتا چلا جاتا ہے۔

طبری نے ۹۲۲ء میں بغداد میں وفات پائی اس نے اپنی تاریخ میں ۹۱۴ء تک کے واقعات کو قلم بند کیا۔ المسکین نے اسی تاریخ کو بارھویں صدی تک مکمل کیا۔ ابن الاثیر عراق کا رہنے والا تھا' اس نے اپنی زندگی موصل کے مضافات میں گزاری تھی اس کا خوبصورت مکان اس کے ہم عصر علماء اور فضلاء کے مذاکرات کا ایک اہم مرکز تھا۔ اس نے الکامل کے نام سے جو تاریخ عالم لکھی وہ ۱۲۳۱ء پر ختم ہوئی۔ اس تاریخ کو یورپ کے موجودہ فضلاء کی تاریخوں کی صف میں رکھا جاتا ہے۔ ابن الاثیر نے موصل کے اتابکوں کی بھی ایک تاریخ لکھی تھی عربوں نے علم ہیئت میں بھی بہت زیادہ کام کیا تھا' عربوں کا مشہور ہیئت دان محمد نہاوندی منصور کے عہد میں تھا' خلیفہ مامون کے عہد میں یحیٰی بن منصور اور خالد بن عبدالملک مشہور ہیئت دان تھے انہوں نے اعتدالین گرہن' دم دار ستاروں اور سیاروں کی گردش کے متعلق جو مشاہدات کئے انہوں نے انسانی معلومات میں بہت نمایاں اضافہ کیا۔

مامون کے حکم سے موسیٰ الخوازی نے سنسکرت کی کتاب سدھارشا کا عربی میں ترجمہ کیا۔ موسیٰ الخوازی نے اپنی طرف سے اس کتاب پر حواشی بھی لکھے تھے' الکندی نے ہندسہ'' اقلیدس' فلسفہ' موسمیات' مبصریات اور طب پر کم و بیش دو کتابیں لکھی تھیں ابو معشر نے سیاروں کی گردش کا بہت زیادہ مطالعہ کیا' ابو مشعر نے جو جدول مرتب کیا تھا وہ علم ہیئت کا بہت بڑا منبع ہے موسیٰ بن شاکر ہارون الرشید کے زمانہ کا بہت بڑا انجینئر تھا' لیکن اس کے بیٹوں نے مامون معتصم اور واثق کے عہد حکومت میں علم ہیئت میں بہت نام پایا' انہوں نے سورج اور دوسرے سیاروں کی گردش کے متعلق بہت سی دریافتیں کیں۔ ابوالحسن نے دور بین ایجاد کی۔ روسی عہد کا ایک نامور ہیئت دان البسانی تھا' اس کی زیچ کا لاطینی میں ترجمہ ہوکر صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں میں نصاب رہا۔ الکوہی اور ابوالوفا بھی اسی عہد کے مشہور و معروف ہیئت دان تھے۔ الکوہی نے سیاروں کی گردش کا مطالعہ کیا۔ اس نے اس السطان اور راس الجذی کے متعلق نئی معلومات فراہم کیں وہ علم ہیئت میں بہت زیادہ مہارت رکھتا ہے۔ ابوالوفا ۹۳۹ء میں خراسان میں پیدا ہوا تھا' وہ ۹۵۹ء میں عراق میں متوطن

Marfat.com

ہو گیا۔ جہاں وہ ہیئت اور ریاضیات کے مطالعہ میں مشغول رہا۔ اس نے علم مثلث میں قاطع زاویہ اور فلکیاتی مشاہدات میں تمس کو رائج کیا' ابو یونس' حسن ابنا شاطر اور عمر خیام نے ریاضیات اور ہیئت میں نمایاں کام کیا۔ ریاضیات اور ہیئت کی طرح عربوں نے مابعد الطبیات اور فلسفہ میں بھی نمایاں کارنامے کئے' الکندری' الفارابی اور ابو علی ابن سینا کا شمار عربوں کے بلند پایہ فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ اس عہد کے بیشتر شاعروں نے عربی اور فارسی میں اشعار لکھے' چونکہ ان شاعروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے انتخاب کرنا بہت مشکل ہے اس عہد کے عرب شاعروں کا تذکرہ اصفہانی اور ابن خلکان کی کتابوں میں عام ہے۔ ذیل میں بر سبیل تذکرہ ان چند شاعروں کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس سے عرب ذہن کا اندازہ ہو سکے۔ ابو نواس مامون کے عہد کا مشہور و معروف شاعر ہے شعر و سخن میں اس کا درجہ قبل از اسلام کے مشہور شاعر امراء القیس کے برابر ہے ابو نواس تمام کتاب الحماسہ کا مولف ہے۔ متنبی کی شہرت نے اس کے بہت سے پیشرو شاعروں کی شہرت کو ماند کر رکھا ہے' اسی دور کا ایک مشہور شاعر نامی گرزا ہے اس نے ۱۰۰۸ء میں حلب میں وفات پائی۔ اس دور کے مشہور فارسی شاعروں میں دقیقی فردوسی' عنصری' انوری' فرید الدین عطار' جلال الدین رومی اور سنائی ہیں ابو الفرج محمد بن اسحاق المعروف الندیم نے ایک سوانح ڈکشنری مرتب کی' اس کی کتاب الفہرست علم کی ہر شاخ سے متعلق ہے۔ اس کتاب میں بے شمار ایسے مصنفوں کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے جو اب ناپید ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عربوں کی ادبی تخلیق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابن خلقان کا سوانحی انسائیکلو پیڈیا مفید معلومات سے لبریز ہے سیف الدولہ کتاب الاغانی کے مصنف' ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی کا مربی تھا' یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے محض گیتوں کی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں ان لوگوں کے حالات زندگی درج ہیں۔ جن کے گیت نقل کئے گئے ہیں۔ کتاب الاغانی میں تاریخ اور سائنس کے متعلق بھی کافی معلومات موجود ہیں کہا جاتا ہے کہ قریش میں ظہور اسلام سے تھوڑی مدت پہلے عربی لکھنے کا دستور ہوا تھا۔ یمن کے بنو حمیر کا طرز تحریر قریش کے طرز تحریر سے مختلف تھا' بنو امیہ کے دور کے اختتام پر نسخ طرز تحریر عام ہو چکا تھا' دسویں صدی کے اختتام اور گیارھویں صدی کے آغاز میں ابو حسن ابو طالب المبارک نے خط نسخ کو مزید ترقی دی۔ سلطان صلاح الدین کے عہد میں نسخ میں ایسی تبدیلیاں ہوئیں جو ایران کے خط نستعلیق سے ملتی جلتی ہیں۔ عباسیوں کے دور میں بہت سے نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے اس دور میں حنفی فقہ کو سرکاری حیثیت حاصل تھی' حنبلی فقہ بغداد میں مقبول ہو رہا تھا' علماء اور فضلاء میں

شافعی فرقہ پھیل رہا تھا' شام اور ساحل کے شہروں میں شیعیت پھیل چکی تھی' اس عہد کے دینی فلسفہ کی تاریخ کا سب سے اہم باب اعتزال کا تھا' مسعودی الکندی اور فارابی ایسے مفکروں کے خیالات نے اس تحریک میں نئی جان ڈال دی تھی' معتزلوں نے دین اور دلیل یعنی مذہب اور فلسفہ میں تطابق پیدا کرنے کی کوشش کی' دسویں صدی کے اواخر میں اشاعت علوم کے لئے ایک سوسائٹی قائم کی گئی' اس سوسائٹی کے ارکان اخوان الصفا کہلاتے تھے' اس سوسائٹی کا قیام سب سے پہلے بصرہ میں ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کی شاخیں مملکت عباسیہ کے طول و عرض میں پھیل گئیں' صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال افراد ہی اخوان الصفا میں شامل ہوسکتے تھے' بصرہ میں اس سوسائٹی کے ارکان اپنے صدر کے مکان پر جمع ہوکر فلسفہ اور اخلاقیات کے دقیق مسائل پر اس آزاد خیالی سے بحث کرتے کہ اس کی مثال موجودہ دور میں ملنی مشکل ہے اس سوسائٹی کی شاخیں مملکتِ عباسیہ کے تقریباً" ہر بڑے شہر میں تھیں' اخوان الصفا نے مختلف علوم و فنون پر پایہ کے رسائل لکھ کر علوم و فنون کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی یہ رسائل مجموعی طور پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب ابن سینا کا ستارہ چمک رہا تھا تو دنیا اس کے خیالات تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوچکی تھی' گیارھویں صدی کے آغاز میں عربوں کی دنیا میں احیائے علوم کی تحریک بڑے زوروں پر تھی' لیکن جب صلیبیوں نے حملہ کردیا تو پھر مسلمانوں کا کام اپنے آپ کو بچانا رہ گیا' نور الدین زنگی اور صلاح الدین نے مسلمانوں کو یورپ کے جارحانہ حملوں سے بچایا ہی تھا' کہ تاتاریوں کے یورش نے مشرق کی تہذیب و تمدن کو برباد کر ڈالا۔

Marfat.com

انتالیسواں باب

عبدالرحمٰن الداخل

زاب کی لڑائی کے چھ سال بعد مغرب میں ایک نئی اموی سلطنت قائم ہوگئی بنو اُمیّہ کے ان لوگوں میں سے جو سفاح کے انتقام سے بچ نکلے ہشام کا ایک پوتا بھی تھا اس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ چونکہ اس کے باپ کا نام معاویہ تھا اس لئے اسے ابنِ معاویہ بھی کہا جاتا تھا۔ اس کا فرار موت کے ہاتھ سے بچنا اور بربروں کے ہاں ٹھہرنا ایک رومانی افسانہ ہے جس میں کئی ایک دردناک مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ جس زمانہ میں وہ بربروں کے ہاں رہتا تھا' اس وقت اس نے آبنائے کے اس پار کی سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ یہ سلطنت اس کے آباؤ اجداد کی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے قبیلہ کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس اپنے ایلچی بھیجے تاکہ وہ مقصد کے حاصل کرنے میں عبدالرحمٰن کی مدد کریں۔ اس کے ایلچیوں کا بڑے جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ نیز ان سے یہ کہا گیا کہ عبدالرحمٰن ہسپانیہ میں داخل ہوجائے۔ اس پر ستمبر ۱۷۵۵ء (ربیع الثانی ۱۳۸ھ) میں وہ ساحل پر اترا۔ یمنی قبیلوں نے عبدالرحمٰن کا پوری طرح ساتھ دیا۔ عبدالرحمٰن نے ان کی مدد سے جزیرہ نمائے ہسپانیہ کے والی یوسف کو شکست دی' یوسف برائے نام عباسی خلافت کا مطیع تھا۔ سادہ کی جنگ میں عبدالرحمٰن کے ہاتھ ہسپانیہ کا تاج و تخت آگیا' یوسف کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ آخر کار اس نے ہتھیار ڈال دیئے تین سال بعد وہ ایک ناکام بغاوت میں مارا گیا۔

ایک بے سروسامان پناہ گزین کی انتہائی خواہش پوری ہوچکی تھی۔ اب وہ ایک وسیع مملکت پر حکمران تھا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی دانائی اور بہادری سے جو کچھ حاصل کیا تھا اس سے وہ اچھی طرح لطف اندوز نہ ہوسکا' بڑے بڑے عرب سردار شخصی حکومت کے خلاف تھے۔ اس مخالفانہ جذبہ میں بربری قبائل بھی برابر کے شریک تھے۔ عرب اور بربر جمہوریت کی طرف مائل تھے ان دونوں کی یہ خواہش تھی کہ ہسپانیہ میں ایسی چھوٹی چھوٹی چند ریاستیں قائم کردی جائیں جو اپنی اپنی ضرورت کے مطابق ایک دوسرے سے لڑتی رہیں اور وقت آنے پر عیسائی حملہ آوروں کے مقابلہ پر ایک ہوجائیں اس قسم کے احساسات کی موجودگی میں عبدالرحمٰن نے اتحاد اور قیامِ امن کے لئے جو کوشش بھی کی وہ بے سود ثابت ہوئی۔ عرب سردار ایک ایک کر کے بغاوت کر رہے تھے۔ پیپن اور اس کا بیٹا شارلین ان باغی

Marfat.com

سرداروں کی مدد کرتے رہے۔ ان دونوں حکمرانوں کی یہ پالیسی تھی کہ وہ عرب سرداروں کو قرطبہ کی مرکزیت سے الگ ہونے میں ان کی مدد کریں۔ عام طور پر ان سرداروں کی بغاوتیں شاہانِ فرنگ کے اشاروں سے ہوتی تھیں۔ لیکن عبدالرحمٰن نے ان باغی سرداروں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ بغاوتوں میں گھر جانے کے باعث اس نے شدید ترین پالیسی اختیار کرلی۔ اس کی وجہ اس کی مجبوری کا عالم تھا' یہ جنگ جاگیرداری اور بادشاہت کی جنگ تھی عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی تھی کہ عرب سردار متحد نہیں تھے' وہ اس بات کو جانتے تھے کہ عبدالرحمٰن کو شکست دینے کے لئے تمام عرب سرداروں کو متحد ہونا ضروری ہے' لیکن وہ عملی طور پر اس اتحاد کو پیدا نہیں کرسکتے۔ چند سال کے اندر لذر عبدالرحمٰن نے ایک ایک کرکے اپنے دشمنوں پر غلبہ پالیا۔ بغاوتوں کو دبادیا گیا' عرب سرداروں کا اقتدار ختم ہوتے ہی سالار ہسپانیہ عبدالرحمٰن کے مطیع ہوگیا۔ لیکن اس کی طاقت کا انحصار بھاڑے کے سپاہیوں پر تھا۔ وہ قرطبہ کے بازاروں میں حفاظتی سپاہیوں کے بغیر چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔

ادھر عبدالرحمٰن عرب سرداروں سے لڑ رہا تھا' ادھر ہسپانیہ کے عیسائی پڑوسیوں نے مسلمانوں کے شہروں کو لوٹنا شروع کردیا تھا' ان کے شہر جلا دیئے گئے ان کے کھیت ویران ہوگئے۔ انہیں یا تو قتل کردیا گیا یا غلام بنادیا گیا' اس افراتفری کے عالم میں شمالی ہسپانیہ کا بہت سا حصہ عربوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ الفانسو کے بیٹے فرید نے لوگو' رتو سلمنکہ' کستائل زمورا' اور سگودیا پر قبضہ کرلیا۔

۷۷۷ء میں عربوں کا ایک باغی سردار پر یرنیز کو پار کرکے شارلمین کے پاس چلا گیا۔ اس سردار نے شارلمین سے امداد طلب کی۔ شارلمین پہلے ہی کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں تھا جس سے وہ ہسپانیہ کی بادشاہت حاصل کرسکتا۔ شارلمین ایک بہت بڑی فوج لے کر ہسپانیہ پر حملہ آور ہوا' اپنے پیچھے تباہی و بربادی کے نشانات چھوڑتا ہوا وہ سرقسط کی دیواروں تلے پہنچ گیا۔ سرقسط کی حفاظت پر حسین بن یحییٰ انصاری مامور تھا۔ اس نے شارلمین کو شکست دی' شارلمین نے اپنی اس شکست کو کسی سازش پر محمول کرتے ہوئے باغی سردار کو گرفتار کرلیا' واپسی پر عربوں نے اس کی فوج کے عقبی حصے کو فنا کردیا۔ اس واقعہ کے بعد شارلمین اور عبدالرحمٰن میں سمجھوتہ ہوگیا۔

اب عبدالرحمٰن کا اقتدار ہسپانیہ پر چھا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے عہد حکومت میں بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا لیکن اس کا عہد حکومت کامیاب تھا۔ عبدالرحمٰن نے (۷۸۸ء — ۱۷۳ھ) میں تینتیس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی اس نے بغاوت کے

فرد کرنے میں بہت زیادہ سختی کا رویہ اختیار کیا تھا' لیکن وہ عام حالات میں نرم دل تھا اسے علوم و فنون سے بہت زیادہ دلچسپی تھی' ابن الاثیر اسے دراز قد' دبلا اور اچھے خدو خال کا انسان بتاتا ہے وہ ایک انتھک انسان تھا۔ نظم و نسق کی صلاحیت اور محنت کے پیش نظر اسے منصور کا حریف کہنا چاہیے۔ اس نے قرطبہ میں بہت سی عالیشان عمارتیں بنوائیں' جامعہ مسجد کی بنیاد رکھی لیکن یہ مسجد اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی۔ اس نے ۱۵۶ھ میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ بند کردیا تھا لیکن اس پر بھی اس نے اپنے لئے امیر المومنین کا لقب اختیار نہ کیا۔ اور اپنے والد بزرگوار کو امیر کہلوانے پر اکتفا کی۔

Marfat.com

چالیسواں باب

ہشام

عبدالرحمنؒ کا بیٹا ہشام اس کا جانشین ہوا۔ وہ ایک نرم دل' عادل اور فراخ دل حکمران تھا۔ وہ مذہب کا پابند اور نیکی کا مجسمہ تھا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں وہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے ملتا جلتا ہے۔ معمولی کپڑے پہن کر وہ قرطبہ کے بازاروں میں گھومتا پھرتا اور عوام کے ساتھ مل کر بیٹھتا' عوام کی شکایات سنتا۔ بیماروں کی تیمارداری کرتا۔ غریبوں کے گھروں پر جاتا۔ اور ان کی دکھ بھری کہانیاں سنتا' رات کے وقت برف باراں کے طوفان میں اپنے سر پر ایک بقچہ اٹھائے کسی غریب کے گھر کی راہ لیتا تاکہ اس غریب تک کھانا پہنچا سکے۔ اس کی سخاوت کی کوئی حد نہ تھی' وہ ان نمازیوں میں روپیہ بانٹتا جو موسم کی شدت کے باوجود اپنے اللہ کو سجدہ کرنے کے لئے مسجدوں میں آتے۔ ہشام ہر مفلس کا مددگار اور ہر مظلوم کا حامی تھا۔ لیکن سب باتوں کے باوجود اس کا نظم و نسق بہت سخت تھا۔ بغاوتوں کو بڑی سختی سے دبا دیا جاتا تھا۔ معمولی سے معمولی جرم کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔ اس نیک دل حکمران کے عہد میں لوگوں کو فراغت نصیب ہوئی اس نے ایمج کے پل کی مرمّت کرائی۔ قرطبہ کی جامع مسجد کو مکمل کروایا جسے اس کے باپ نے شروع کیا تھا' اور اپنی مملکت کے شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔

اس کی ذاتی نرم دلی اور اس کے نظم و نسق کی سختی کے باوجود عرب سردار بغاوت سے باز نہیں آئے تھے۔ جونہی وہ تخت پر بیٹھا اسے اپنے بھائیوں کی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر قابو پانے کے بعد وہ ایرو کی طر بڑھا تاکہ ایک باغی سردار مطروح بن سلیمان کو سزا دے جس نے شارلین کو ہسپانیہ پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا' باغی سردار مارا گیا سرقسط اور برشلونہ ایک مرتبہ پھر اموی حکمران کے زیرِ اثر آگئے۔

اپنی مملکت میں امن قائم کرنے کے بعد ہشام اس قابل ہوگیا تھا کہ شمالی ہسپانیہ کی طرف توجہ کرسکے' سرحد کے عیسائی قبیلوں نے حملے شروع کر رکھے تھے۔ ان قبیلوں کی سرکوبی ضروری تھی۔ یہ قبیلے جس علاقے پر حملہ کرتے اسے تباہ و برباد کر دیتے ان کے حملوں سے کھیت ویران ہوجاتے اور آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ اس زمانہ میں یہ لڑائی تہذیب اور بربریت میں تھی' بدقسمتی سے تہذیب باہمی الجھنوں میں پھنسی ہوئی تھی' اور بربریت کو

Marfat.com

باہر سے متواتر مدد ملتی رہتی تھی چنانچہ ہشام نے ان فرنگی قبائل کو سبق سکھانے کا عہد کرلیا۔ جن کے بادشاہ اس وقت تک عربوں کے ساتھ لڑتے آرہے تھے' اور جنہوں نے ایک مرتبہ عربوں سے ہسپانیہ میں بغاوت پھیلادی تھی' چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے دو فوجیں روانہ کیں۔ پہلی فوج قطلونیہ سے فرانس میں داخل ہوئی۔ اس فوج نے کاونٹ آف طالوس کو دریائے آر مینیہ کے کنارے پر شکست دی' دوسری فوج نے جلیقیہ کے قبائلی لوگوں کو شکست دی۔ ان قبیلوں کے سردار برمودہ نے مجبور ہوکر عربوں کے ساتھ صلح کرلی۔

ہشام کے دل میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زیادہ احترام تھا' چنانچہ ہشام نے جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں مالکی فقہ کو رائج کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانہ سے ہسپانیہ میں مالکی فقہ رائج ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس نے عموی حیثیت اختیار کرلی۔ اس زمانہ میں فقہوں کی بڑی قدر و اہمیت تھی۔

اکتالیسواں باب

حکم

ہشام کی وفات ۷۹۶ء (۱۸۰ ہجری) کے بعد اس کا بیٹا حکم المنتصر کا لقب اختیار کر کے تخت پر بیٹھا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں وہ دانا' بہادر اور وضعدار انسان تھا' وہ ہسپانیہ کا پہلا عرب حکمران ہے جس نے اپنے ارد گرد شان و شوکت کے مظاہرے کئے اس کا سارا عہد حکومت اندرونی بغاوتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے' اسے فقیہوں اور قانون دانوں سے زیادہ لگاؤ نہیں تھا' اس نے اپنے گرد و پیش شاعر' راگی اور دینوی علوم کے فاضل جمع کر رکھے تھے' اس وجہ سے وہ فقہاء کی جماعت میں مقبول نہ رہا۔ لیکن فقیہوں کی بے چینی کے اور بھی کئی اسباب تھے' ہشام کی فراخدلانہ پالیسی کے سبب اس جماعت کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ حکم اگر چہ اس جماعت کا بہت احترام کرتا تھا۔ اور ان کے فیصلوں میں کبھی دخل نہیں دیتا تھا۔ لیکن اس پر بھی اس نے اس جماعت کو امورِ سلطنت میں دخیل نہ ہونے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس جماعت نے حکم کو بے دین کہنا شروع کردیا' فقہا اس کی روحانی نجات کے لئے دعائیں مانگتے تھے' انہوں نے ہسپانوی مسلمانوں کو سکھ کے خلاف اکسانا شروع کردیا۔ ان نو مسلموں پر اس جماعت کا بہت زیادہ اثر تھا' یہ نو مسلم ہسپانیہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ قرطبہ' اشبیلیہ' طلیطلہ اور میڈرڈ کے نو مسلموں کا تعلق ہسپانیہ کے بڑے بڑے خاندانوں سے تھا' عربوں' بربریوں اور ہسپانوی لوگوں (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں) میں باہمی شادی کا عام رواج ہو چکا تھا۔ اس قسم کی شادیوں سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی' وہ مولد کہلاتی تھی۔ خالص عرب' قبائل ہسپانوی نو مسلموں اور مولدین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کی انتہائی خواہش تھی کہ انہیں مملکت کے بڑے بڑے عہدے نہ ملنے پائیں اس نفرت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہسپانوی مسلمان اور مولد دونوں کو خاندانی تفاخر کرنے والے عربوں سے نفرت ہوگئی۔ ہسپانوی مسلمانوں نے عرب قبیلے کے خلاف کئی بغاوتیں کیں' فقہا کی جماعت نے اس نسلی امتیاز کو روکنے کی بجائے ہسپانوی مسلمانوں (بلا دیوں) اور مولدین کا ساتھ دینا شروع کیا۔ وہ ان جماعتوں کو بادشاہ کی مخالفت پر اکساتے رہے۔

جب اندلس میں یہ صورت حالات تھی تو اس وقت حکم کے دو چچوں سلیمان اور عبداللہ نے بغاوت کر دی۔ ہشام کے عہد میں بھی انہوں نے بغاوت کردی تھی لیکن ہشام نے

Marfat.com

انہیں معاف کردیا تھا۔ عبداللہ نے اسے لاشپیں میں شارلیمن سے ملاقات کی تاکہ اس حکمران کی مدد حاصل کرسکے۔ فرنگی کی مدد سے عبداللہ نے طلیطلہ پر قبضہ کرلیا۔ بلنسیہ کے ایک حصے پر سلیمان نے ہاتھ صاف کیا۔ اس کے ساتھ ہی شارلمین کے دو بیٹوں لوئی اور چارلس نے ہسپانیہ کے شمالی صوبوں میں مار دھاڑ شروع کردی جلیقیہ کے سردار الفانسو نے ارغون پر حملہ بول دیا، ان نازک حالات میں حکم نے بہت زیادہ تدبّر اور بہادری کا ثبوت دیا۔ اس نے طلیطلہ میں تھوڑی سی فوج چھوڑ دی۔ اور خود جلیقیہ کے سردار سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے جلیقیہ کی فوج کو شدید شکست دی۔ انہیں شکست دینے کے بعد وہ فرانسیسیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے انہیں دریائے ابرو اور پری نیز کے پار بھگا دیا۔ ان فتوحات کے بعد وہ طلیطلہ پہنچا۔ سلیمان ایک لڑائی میں مارا جاچکا تھا۔ عبداللہ نے چونکہ ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اس لئے اسے معاف کردیا گیا جب حکم اس طرف مصروف تھا تو فرانسیسیوں نے برشلونہ پر قبضہ کرلیا۔ برشلونہ پر فرانسیسی قبضہ اس شہر کے حاکم کی غداری کی وجہ سے ہوا تھا۔ برشلونہ کے حاکم کو یہ توقع تھی کہ شارلمین اسے ایک آزاد حکمران بنادے گا۔ چنانچہ اس نے شارلمین کو حملہ کرنے کی دعوت دی اس طرح شارلمین کے قبضہ میں ہسپانیہ کا ایک اہم مقام آگیا۔ شارلمین نے اپنے ہسپانوی مقبوضات کو دو صوبوں سپتی مینیا، اور گسکنی میں تقسیم کیا ۱۸۰۹ء میں حکم نے گسکنی پر دوبارہ قبضہ کرلیا

۸۰۵ء میں قرطبہ میں جو فسادات ہوئے ان پر آسانی سے قابو پالیا گیا اگلے سال جبکہ حکم ایک بغاوت فرد کرنے میں مصروف تھا قرطبہ کے لوگوں نے پھر بغاوت کردی۔ حکم اپنی راجدھانی کی طرف پلٹا اس مرتبہ اس نے بڑی سختی کے ساتھ قرطبہ کی بغاوت کو دبادیا۔

۸۰۷ء میں شارلمین کے بیٹے لڈوک نے طرطوسہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن حکم کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اسے شکست دی۔ چار سال بعد اس نے فرانسیسیوں کے خلاف ایک مہم کی کمان سنبھالی۔ اس مہم میں اسے بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔ اہل طلیطلہ اس بات کو کبھی نہیں بھولتے تھے کہ ان کا شہر ایک زمانے میں ہسپانیہ کی راجدھانی رہ چکا ہے۔ اس یاد نے انہیں عربوں کا شدید ترین مخالف بنا دیا تھا۔ اپنی دولت اور اپنی تعداد پر نازاں اہل طلیطلہ نے حکم کے احکام ماننے سے انکار کردیا۔ وہ اپنی مرضی کے بغیر کسی گورنر کو مقرر نہیں ہونے دیتے تھے۔ انہوں نے پہلی بار جو بغاوت کی اسے آسانی کے ساتھ دبا دیا گیا۔ حکم نے ایک مولد گورنر کو اس بغاوت کے فرد کرنے کے لئے بھیجا جسے بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

دس سال بعد اہل طلیطلہ نے پھر بغاوت کردی۔ اسی مولد نے پھر اس بغاوت کو فرد

کر کے باغی سرداروں کو قلعہ میں بلا کر قتل کروایا۔ اس طرح سات سال کے لئے طلیطلہ میں کوئی بغاوت نہ ہو سکی۔

۸۱۴ء میں قرطبہ کے مساوات نے انتہائی شدت اختیار کرلی۔ ایک دن ایک عام آدمی نے مسجد میں بادشاہ کی توہین کی۔ جب اسے اس کی سزا دی گئی تو قرطبہ کے مضافات میں بغاوت ہوگئی' باغیوں نے بادشاہ کے محل کو گھیر لیا' لیکن باغیوں کو پسپا کردیا گیا' ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کردیا گیا اور کئی ایک جلا وطن کردیئے گئے' بعض آبنائے پار کر کے فاس میں آباد ہوگئے۔ اور کئی ایک اسکندریہ سے ہوتے ہوئے کریٹ کو فتح کرکے وہاں آباد ہوگئے۔

۸۱۶ء میں حکم اور شارلمین کے جانشین میں ایک معاہدہ ہوا۔ جو زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ حاکم نے ۸۲۲ء (۲۰۶ ہجری) میں وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالرحمٰن دوم تخت پر بیٹھا۔

Marfat.com

بیالیسواں باب

عبدالرّحمٰن دوم

ایک عرب مورخ کے الفاظ میں عبدالرّحمٰن دوم کا عہد حکومت (۸۲۲ - ۸۵۲) پُرامن اور شاندار تھا۔ رعایا خوشحال تھی اور حکومت کا خزانہ بھرا ہوا تھا۔ عبدالرّحمٰن دوم علوم و فنون کا سرپرست تھا۔ اسے عالموں اور فاضلوں سے بہت زیادہ انس تھا۔ اس کی فرمائش پر مشہور و معروف مغنی زریاب بغداد سے قرطبہ آیا جہاں اسے شاہی محل اور شہر کے بازاروں میں یکساں مقبولیت حاصل ہوئی ہسپانیہ کے عربوں میں موسیقی کا شوق اس وقت سے بڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ موسیقی ہسپانوی عربوں کی قومی خصوصیت بن گئی۔ درباری شان و شوکت میں عبدالرّحمٰن دوم اپنے تمام پیشروؤں سے بڑھ گیا۔ عبدالرّحمٰن ہی کے عہد سے ہسپانیہ میں اس تمدّن کی بنیاد پڑی جسے صدیوں بعد یورپ نے اپنے ہاں رائج کیا۔

عبدالرّحمٰن دوم کے تخت نشین ہوتے ہی لیون کے سردار الفانسو نے مدینہ صالم کے ضلع پر حملہ بول دیا۔ دوسرے عیسائی قبائل نے بھی دیکھا دیکھی عربوں کی مملکت پر حملہ کردیا' حملہ آوروں کو سزا دینے کے لئے عبدالرّحمٰن نے فوج بھیجی حملہ آوروں کو شکست ہوئی' ان کے قلعوں اور میناروں کو زمین کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لیون بھی تباہ و برباد ہوگیا۔ جب انہوں نے اطاعت قبول کرلی تو ان سے تاوانِ جنگ ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ان سے یہ بھی کہا گیا' کہ وہ جنگی قیدیوں کو رہا کردیں' ہسپانوی قبائل کی شورش کو دیکھتے ہوئے فرانسیسیوں نے بھی فوجی نقل و حرکت شروع کردی۔ انہوں نے کیتالونیہ پر حملہ کردیا۔ لیکن عربوں نے انہیں شکست دی اور انہیں سرحد کے پار بھگا دیا۔

عبدالرّحمٰن دوم ہی کے عہدِ حکومت میں نارمنوں نے ہسپانیہ کے ساحلی شہروں پر حملے کئے انہوں نے کئی ایک شہروں کو لوٹا۔ لیکن جب قرطبہ کا بحری بیڑہ ان کے مقابلے پر آیا تو وہ بھاگ گئے۔ مرویہ کے عیسائیوں نے بھی کئی مرتبہ بغاوتیں کیں' لیکن انہیں ہر مرتبہ شکست ہوئی۔ ۸۳۷ء میں عیسائی اور یہودی قوم نے مل کر ایک بغاوت کی جسے عبدالرّحمٰن نے دبادیا۔

عبدالرّحمٰن کی حکومت کے آخری دور میں قرطبہ کے عیسائیوں کی ایک پرجوش جماعت نے بغاوت کردی۔ اس بغاوت نے آہستہ آہستہ خطرناک صورت اختیار کرلی۔ عربوں کی

Marfat.com

حکومت کے طول و عرض اور قرطبہ میں عیسائیوں کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہیں دیا جاتا تھا۔ ہر لحاظ سے ان کی تسلی کردی جاتی تھی۔ انہیں پوری پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔

ان مقدمات کو ان کے قانون ہی کے مطابق فیصل کیا جاتا تھا۔ عیسائیوں کو فوج اور سول کے بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا ہوا تھا' کئی ایک عرب جاگیرداروں نے اپنے نظم و نسق کے لئے عیسائیوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ عربی ادب کی چاشنی سے مسحور ہوکر عیسائیوں کے بڑے بڑے طبقوں نے عربی بولنا اور لکھنا سیکھ لیا تھا' عربی زبان اختیار کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے عربوں کے رسم و رواج بھی اختیار کرلئے تھے اس قسم کے عرب زدہ عیسائیوں کو متعصب عیسائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے' انہیں بے دین کہا جاتا تھا' وہ اس نفرت کو اور زیادہ تیز کرتے رہتے تھے۔ ان کے راہبوں نے مسلمانوں کے خلاف شدید قسم کے الزامات لگائے۔ جاہل اور متعصب عیسائیوں کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کرنا شروع کردیا۔ ان راہبوں نے مسلمانوں کے قرب سے اتنا فائدہ بھی اٹھانے کی کوشش نہ کی کہ وہ ان سے مل کر اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرسکتے ان راہبوں کو صرف عربوں کے مذہب سے نفرت ہی نہیں تھی بلکہ وہ عربوں کی شائستگی اور ان کی تہذیب کے بھی دشمن تھے۔

عبدالرحمٰن دوم کے عہدِ حکومت میں عیسائیوں کا مذہبی جوش بہت زیادہ بڑھ چکا تھا۔ انہوں نے جتھہ بندی کرکے لوٹ مار شروع کردی تھی' انہوں نے اعلانیہ اسلام کی مخالفت شروع کردی تھی' وہ نماز کے اوقات میں مسجدوں میں داخل ہوکر مسجدوں کی بے حرمتی کرتے اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے۔ اسلامی قانون میں اس قسم کے مجرموں کی سزا موت ہے۔ جب انہیں قاضی کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ پھر انہی باتوں کو دہراتے۔ اس پر انہیں عدالت کی طرف سے سزا دیجاتی۔ سزائے موت کی تائید کیلئے جب یہ فیصلہ کونسل آف سٹیٹ میں پہنچتا تو کونسل کے ارکان عیسائیوں سے اپنے الفاظ واپس لینے کی سفارش کرتے۔ لیکن اس درخواست کو بھی ٹھکرادیا جاتا۔ اس کے بعد قانون انہیں قرار واقعی سزا دیتا۔

عبدالرحمٰن دوم نے اس صورتِ حالات کو ختم کرنے کے لئے عیسائی پادریوں کی ایک کانفرنس بلائی۔ اس کانفرنس میں چونکہ وہ خود شامل نہ ہوسکا۔ اس لئے اس نے کونسل آف سٹیٹ کے عیسائی ممبر کو اس کانفرنس میں اپنا ذاتی نمائندہ بناکر بھیج دیا۔ اس کانفرنس میں پادریوں نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس کی رو سے عیسائیوں کو اسلامی تعلیمات کی بے حرمتی

Marfat.com

کرنے سے روکا گیا لیکن اس پر بھی متعصب گروہ کے جوش و خروش میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوئی۔ اس گروہ نے اپنے دینی پیشواؤں کے احکام کی بھی پرواہ نہ کی۔ کئی ایک متعصب اور تنگ نظر جامع مسجد میں داخل ہو کر مسلمانوں کی دل آزادی کرتے، مسلمانوں نے اس قسم کے لوگوں کو قتل کر دینا چاہا۔ لیکن قاضی نے مداخلت کر کے انہیں قانون کے سامنے پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ قاضی کی مداخلت سے مسلمان خاموش ہو گئے۔

عبدالرحمٰن کی موت تک عیسائیوں کی شورش پسندی اور امن شکنی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ عبدالرحمٰن نے ۸۵۲ء میں وفات پائی۔

تینتالیسواں باب

بغاوتوں کا سلسلہ

عبدالرحمٰن دوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت نشین ہوا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں "اس نے عدل و انصاف میں اپنے باپ کی پیروی کی۔ اس نے سب سے پہلے ہسپانیہ کی حکومت کے لئے آئین مرتب کئے اس نے اپنی فراخ دلی سے عوام کی حالت کو بہتر بنایا۔ نظم و نسق میں وہ ولید بن عبدالملک سے ملتا جلتا ہے" عبدالرحمٰن دوم کی وفات کے فوراً بعد طلیطلہ میں پھر بغاوت ہوگئی بیون کے سردار نے باغیوں کی امداد کے لئے ایک فوج بھیجی۔ محمد لیون اور طلیطلہ کی متحد فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکل پڑا۔ وادی سلیطہ میں مقابلہ ہوا۔ باغیوں کو اپنی تعداد پر بہت ناز تھا' اس لئے انہوں نے شاہی فوج پر حملہ کردیا۔ لیکن شدید شکست کھائی۔ باغی فوج تباہ و برباد کردی گئی اس بغاوت کے بعد حکومت اور باغیوں میں جو سمجھوتہ ہوا اس میں طلیطلہ کو بہت حد تک حکومت خود اختیاری مل گئی۔

اب قرطبہ کے باغیوں کی باری آئی۔ ناراض حکمران نے قرطبہ کے باغیوں کی سرکوبی کی۔ جن لوگوں نے اس بغاوت کا ساتھ دیا تھا' اور جنہوں نے سرحد پار کے قبیلوں سے سازباز کی تھی انہیں موت کی سزا دی گئی۔ امیر کے اس اقدام سے قرطبہ سے بغاوت کے عناصر ایسے مٹے کہ تھوڑی مدت میں اس بغاوت کی دھندلی سی یاد باقی رہ گئی۔

۸۵۹ء نارمن ہسپانیہ کے ساحل پر پھر آدھمکے۔ انہوں نے کئی ایک ساحلی شہروں میں لوٹ مار مچائی۔ ہسپانوی بیڑے نے ان کا تعاقب کیا' نارمنوں کو ایک شدید بحری شکست دی گئی۔ اس شکست میں نارمنوں کے بہت سے جہاز تباہ ہوگئے۔ اسی اثنا میں بلیقیہ لیون اور ناروے کے باغی شہزادوں کی سرکوبی کی جاتی رہی' ۸۶۱ء میں ناروے کی راجدھانی پر قبضہ کرلیا گیا۔ چار سال بعد لیون کے حکمران نے غیر مشروط اطاعت قبول کرکے محمد سے سمجھوتہ کرلیا لیکن محمد کے عہد حکومت کے آخر میں ہسپانیہ کے کئی مقامات پر بغاوتیں پھوٹ نکلیں اور غون میں ایک ہسپانوی مسلمان نے بغاوت کردی اور شاہی لقب اختیار کرلیا۔ مغرب میں ماردہ کے ایک باشندے ابن مروان نے لیون کے سردار کی امداد سے بغاوت کردی۔ بہت جلد بوباسترد میں بھی ایک باغی پیدا ہوگیا۔ زندہ اور مالقہ کا درمیانی کوہستان گوریلا لڑائیوں کے لئے ایک موزوں مقام چلا آتا تھا۔ مدتوں سے یہ علاقہ ڈاکوؤں اور رہزنوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا'

Marfat.com

صدیوں بعد اس مقام پر نپولین کی فوجوں کا شدید مقابلہ کیا اور اسی مقام پر سلطان کی فوج کے ایک سردار عمر بن حفصون نے اپنے ارد گرد بہت سے ڈاکو جمع کر کے ایک آزاد ریاست قائم کرلی۔ ان بغاوتوں کی دیکھا دیکھی ملک کے طول و عرض میں بغاوتوں کا سلسلہ پھوٹ نکلا۔ ان بغاوتوں میں عیسائی شہزادوں اور فرانس کے بادشاہ کا ہاتھ تھا۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ اتنے زبردست دباؤ کے باوجود ہسپانیہ میں عربوں کی حکومت ختم نہ ہوسکی ان مشکلات اور آزمائش کی گھڑیوں میں عربوں کا کامیاب ہوجانا ان کی برتری کا بہتری ثبوت ہے چونکہ بادشاہ بہت بوڑھا ہوچکا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے منذر کو باغیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔

سب سے پہلے منذر شمالی جانب بڑھا۔ اس نے ساراگوسا' روطہ' قرطاء جنہ اور ماروہ پر قبضہ کرلیا۔' عبدالرحمن روطی جو اپنے زمانہ کا بہادر انسان تھا قید کرلیا' موسیٰ کے بیٹے اسماعیل نے بھی اطاعت کرلی' ۲۷۱ھ میں منذر نے ابن مروان کے خلاف یلغار کی' اسے گرفتار کرلیا' اس کے قلعہ کو زمین کے ساتھ ہموار کردیا گیا۔ عمر بن حفصون پہاڑوں کی طرف بھاگا۔ جونہی شاہی فوج واپس آئی۔ باغی پھر آدھمکے' ۸۸۶ء میں منذر نے روطہ کے خلاف پھر چڑھائی کی۔ اسے ایک مرتبہ پھر شکست ہوئی۔ اسی اثنا میں شہزادے کو بوڑھے بادشاہ کی وفات کی خبر ملی۔ منذر نے قرطبہ کا رخ کیا۔ عمرو نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی ایک قلعوں پر قبضہ کرلیا' ابن الاثیر کے الفاظ میں امیر محمد علوم و فنون کا سرپرست اور ایک عادل حکمران تھا۔ اس کا جانشین منذر دانائی اور بہادری کی صفات رکھتا تھا۔ اگر زندگی اسے مہلت دیتی تو وہ اپنی سلطنت کے گوشے گوشے میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہوجاتا۔ اس نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے فوجوں کی کمان خود سنبھال لی۔ عمر نے قلعہ بوبشیر پر قبضہ کرلیا۔ عمر نے اطاعت قبول کرلی۔ منذر نے اسے معاف کردیا۔ لیکن تھوڑی مدت کے بعد اس نے پھر بغاوت کردی۔

منذر نے صرف دو سال (۸۸۶ - ۸۸۸) حکومت کی لیکن اس کا عہد خوشحالی اور امن کا عہد تھا۔

Marfat.com

چوالیسواں باب

عبداللہ

منذر کی وفات پر اس کا بھائی عبداللہ تخت پر بیٹھا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں اس کے عہد حکومت میں اندلس میں چاروں طرف بغاوت ہی بغاوت دکھائی دیتی تھی۔ عبداللہ نے نہایت ہی نازک دور میں عنانِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امیر عبداللہ کو نہ صرف ہسپانیہ کے کوہستانی قبیلوں کا مقابلہ تھا' بلکہ اسے عرب اشراف کا بھی سامنا تھا۔ عرب جاگیردار شاہیت کو کمزور ہوتا دیکھ کر اپنی اپنی جگہ آزاد ہونا چاہتے تھے۔ ملک کے ہر کونے میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ اشبیلیہ اور البیرہ کے اضلاع میں عربوں اور ہسپانیوں میں عام فسادات شروع ہوگئے۔ کئی ایک بربری سرداروں نے شاہی احکام ماننے سے انکار کردیا۔

اسی اثنا میں عمرو نے ہر طرف اپنا اقتدار بڑھانا شروع کردیا۔ اس نے قرطبہ پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی' عبداللہ نے اپنے باپ دادا کا تخت بچانے کا تہیہ کرلیا' ۸۹۱ء میں امیر عبداللہ کے جرنیل عبیداللہ نے عمرو کو شکست دی عبیداللہ کی اس کامیابی سے ہسپانیہ کی تاریخ بدل گئی۔ اس نے قرطبہ کے تخت کو بچالیا۔ اس ایک فتح سے کئی شہروں نے عبداللہ کی اطاعت قبول کرلی' اپنے وزیر کے مشورے سے عبداللہ نے ایک باغی سردار ابن حجاج کے دل کو موہ لیا۔ ابن حجاج کا بیٹا عبداللہ کے پاس بطور یرغمال پہنچا۔ اس کے وزیر بدر نے یہ مشورہ دیا کہ اسے اس کے باپ کے پاس بھیج دینا چاہیے' چنانچہ عبداللہ نے ابن حجاج کے بیٹے کو عزت و احترام کے ساتھ واپس کردیا۔ ابن حجاج اور امیر عبداللہ کے سمجھوتے نے حالات کو بدل دیا' دور دراز کے علاقوں میں امیر کا اقتدار تسلیم کیا جانے لگا۔ اسی اثناء میں امیر عبداللہ نے (۸۸۹ - ۹۱۲) میں وفات پائی

کوئی صاحبِ نظر مسافر لیگوریا کے ساحل ا-یلپس' پدمونت اور دامنے میں عرب خدوخال کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ محض اتفاقی امر ہے یا کسی حادثہ کا نتیجہ؟ میں جس زمانہ (۸۸۹ء) کا ذکر کررہا ہوں تب عرب ایک مرتبہ پھر جنوبی فرانس میں داخل ہوچکے تھے' اس مرتبہ وہ سپین ترایی کی راہ سے فرانس میں داخل ہوکر پرونس اور دانتے میں پھیل گئے۔

یہ اقدام آزادنہ تھا ہسپانیہ اور افریقہ کی بندرگاہوں سے چند تقدیر آزما مل کر ان علاقوں

Marfat.com

پر چھا گئے' ۵۰۶ء میں انہوں نے پدموت' گلوریا اور سوئٹزرلینڈ کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا۔ وہ سوئٹزرلینڈ میں جھیل کاف ستالنس تک پہنچے تھے۔ انہوں نے یہاں ایک نو آبادی قائم کردی۔ فرانس میں انہوں نے فری جس مارسیلز کو ٹیوبل اور نیس پر کافی مدت تک قبضہ رکھا۔ عربوں ہی کی نسبت سے نیس کے شہر کا ایک حصہ عربوں کا محلّہ (کا نٹن داسارازنز) کہلاتا ہے۔

پنتالیسواں باب

عبدالرحمٰن الناصر

عبداللہ کی موت کے بعد اس کا پوتا عبدالرحمٰن الناصر تخت پر بیٹھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر بائیس سال کی تھی۔ لیکن اس پر بھی اس کے رشتہ داروں نے جو عمر اور تجربہ میں اس سے بڑے تھے اس کے ہاتھ پر بیعت کی سلطنت کے لئے یہ ایک نیک فال تھی' ایک مؤرخ کے الفاظ میں ان سب کو عبدالرحمٰن میں اس عظمت کے نشان دکھائی دیتے تھے' جو سلطنت کے بچاؤ کے لئے ضروری تھے' عبدالرحمٰن نے ایک عام اعلان کے ذریعے ہسپانوی بربر اور عرب باغیوں کو معاف کرنے کا وعدہ کیا' بشرطیکہ وہ اپنے اپنے قلعوں اور شہروں کو اس کے حوالے کردیں۔ چنانچہ کئی ایک شہروں نے اپنے آپ کو عبدالرحمٰن کے حوالے کردیا۔

اپریل ۹۱۳ء میں عبدالرحمٰن نے اپنی فوجوں کا معائنہ کیا جوان بادشاہ کو اپنی صفوں میں دیکھ کر فوجیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ عبدالرحمٰن نے تین مہینوں میں البیرہ اور ژین کو مطیع کیا۔ باغیوں کے بڑے بڑے قلعوں پر قبضہ کرلیا گیا' تمام علاقے کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچالیا گیا۔ اسے سرانیواد کی بلندیوں پر بھی اتنی ہی کامیابی ہوئی جتنی اسے میدان میں ہوئی تھی جن باغی سرداروں نے اطاعت قبول نہ کی انہیں قتل کردیا گیا۔ اشبیلیہ کے حکمران محمد بن ابراہیم نے عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کرلی۔ اس پر اہل اشبیلیہ نے پہلے تو احتجاج کیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد انہوں نے عبدالرحمٰن کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے

آہستہ آہستہ باغی سرداروں نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ ایک عیسائی مورخ کے الفاظ میں جو عیسائی سردار اطاعت قبول کرلیتے تھے' ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔

عمرو نے ۹۱۷ء میں وفات پائی۔ لیکن اس کی موت کے بعد بھی سیراسہ میں لڑائی جاری رہی۔ دس سال تک عبدالرحمٰن کو اس کوہستانی علاقے میں سرگرمیاں جاری رکھنی پڑیں۔ ۹۲۸ء میں عبدالرحمٰن کو فوجوں نے بوبشر پر قبضہ کرلیا۔ کئی ایک دوسرے قلعوں پر بھی قبضہ ہوگیا۔ ان قلعوں کو زمین کے ساتھ ہموار کردیا گیا۔ اس طرح عبدالرحمٰن کا سیراسیہ پر مکمل قبضہ ہوگیا۔

جنوب میں بغاوت کے عناصر مٹائے جاچکے تھے۔ اب عبدالرحمٰن نے شمال اور مشرق

Marfat.com

کی طرف توجہ کی۔ عبدالرحمٰن نے طیطلہ کے باغیوں سے ایک وفد کے ذریعہ ہتھیار ڈالنے کو کہا' لیکن باغیوں نے لیون کے عیسائی سردار کی امداد پر بھروسہ کرتے ہوئے ہتھیار ڈالنے سے انکار کردیا۔ اب عبدالرحمٰن نے باغیوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع کی۔ دو سال کے بعد اہل طیطلہ نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ ۹۳۲ء میں بغاوت کا ہر عنصر مٹایا جاچکا تھا۔ عبدالرحمٰن ہسپانیہ کا واحد حکمران تھا۔

عبدالرحمٰن نے اپنی سلطنت میں امن و امان قائم کرنے کے لئے اپنے دو دشمنوں کے ساتھ شدید مقابلہ کیا۔ شمالی ہسپانیہ کے عیسائی سردار اور افریقہ کے فاطمی ہسپانیہ پر آنکھ لگائے بیٹھے تھے۔ آٹھویں صدی کے وسط میں ہسپانیہ میں ایک شدید قحط پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت سے عرب ہسپانیہ چھوڑ کر افریقہ میں آباد ہوگئے تھے۔ اس نقلِ مکانی سے فائدہ اٹھانے کے لئے جلیقیہ کے باغیوں نے الفانسو کو اپنا بادشاہ بنالیا تھا۔ بربر کئی ایک شہروں سے نکل کر افریقہ چلے گئے تھے۔ الفانسو ان شہروں پر قبضہ تو نہ کرسکا لیکن اس نے ان مسلمانوں کو قتل کردیا جو ان شہروں میں باقی رہ گئے تھے۔

الفانسو کے جانشینوں نے لیون کو اپنی راجدھانی بنا کر عربوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ نویں صدی کے وسط میں انہوں نے اپنی سرحدوں کو دور تک بڑھالیا تھا انہوں نے یہاں چار بڑے بڑے قلعے بنالئے۔ ان قلعوں سے نکل کر وہ مسلمانوں کے شہروں کو لوٹتے اور وہاں کی مسلم آبادی کو قتل کرتے۔ لیون کے حکمرانوں نے ہسپانیہ پر اپنا تسلط جمانا چاہا۔ وہ جس شہر میں داخل ہوتے اسے ویران کردیتے۔ اگر ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہوجاتی تو وہ مسلمانوں سے جو سلوک کرتے وہ ظاہر ہے۔ عبدالرحمٰن کے سامنے نہ صرف اپنی سلطنت بچانے کا سوال تھا بلکہ تہذیب کے بچاؤ کے لئے بھی اسے ان وحشیوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمن ان سرداروں کی سرکوبی پر اتر آیا۔

عبدالرحمٰن کو مجبور کردیا گیا تھا کہ وہ ان کے خلاف قدم اٹھائے۔ ۹۱۴ء میں لیونی فوج نے اس علاقے کو تباہ و برباد کردیا۔ انہوں نے الانجہ مردوں کو قتل کرکے عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا مال غنیمت سے لدے ہوئے ان ہسپانیوں نے دریائے دورو کو عبور کرلیا۔ اس زمانے میں عبدالرحمٰن افریقہ میں فاطمیوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے وزیر احمد کو ایک فوج دے کر ان کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔ احمد نے دشمن کو شکست دی لیکن دوسرے معرکے میں عربوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ عربوں کی اس پسپائی سے آردنو اور اس کے ساتھی سانچو کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور طیطلہ کے مقامات کی طرف بڑھ

رہے تھے کہ عبدالرحمن نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے صاحب بدر کو بھیجا جولائی ۹۱۸ء میں بدر نے حملہ آوروں کو شکست دی۔ لیونیوں کو پوری طرح سے کچلنے کا فیصلہ کیا جون ۹۱۸ء میں عبدالرحمٰن کی کمان میں عرب فوجوں نے آردنو کو شکست دے کر کئی ایک شہروں پر قبضہ کرلیا۔ لیونیوں کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کے لئے ایک دستہ مقرر کرنے کے بعد عبدالرحمٰن نوارے کی طرف متوجہ ہوا۔ نوارے کے سردار سانچو کو شکست دی اب سانچو نے اپنے بھائی کی مدد طلب کی جو لیون کا سردار تھا۔ دونوں فوجوں نے مل کر پانی ری نیز کی بلندیوں پر مورچے بنالئے جہاں سے انہوں نے عربوں پر بڑے بڑے پتھر پھینکنے شروع کردیئے۔ عبدالرحمٰن نے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ دوزی کے بیان کے مطابق ہسپانویوں نے سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ پہاڑی مورچوں سے اتر آئے۔ انہیں اپنی غلطی کی بہت سزا بھگتنی پڑی۔ انہیں شدید شکست ہوئی۔ ابنوارے کا سارا علاقہ عبدالرحمٰن کی فوجوں نے روند ڈالا۔

ایک سال بعد آردنو اور سانچو نے پھر عربوں کے شہروں پر حملہ کرکے ان کی بیشتر آبادی کو قتل کردیا۔ اب پھر عبدالرحمٰن کو ان کے ظالمانہ افعال کی روک تھام کے لئے لڑائی کرنی پڑی۔ عبدالرحمٰن نے ایک مرتبہ پھر ان کے قلعوں کو زمین کے ساتھ ہموار کردیا۔ شاہی فوج بغیر کسی مزاحمت کے سانچوں کی راجدھانی پا یمپی ونا میں داخل ہوگئی۔ سانچوں کے قلعہ اور اس کے محل اور کئی دوسرے مکانوں کو گرادیا گیا۔ اسی اثنا میں آردنو کے بیٹوں میں خانہ جنگی چھڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے انہیں بہت کمزور کردیا ۹۲۹ء تک عبدالرحمٰن نے اپنی سلطنت میں امن و امان قائم کردیا تھا۔

اس وقت تک ہسپانیہ کے عرب حکمران اپنے آپ کو امیر یا سلطان کہلانے پر اکتفا کرتے تھے۔ انہوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا۔ جب تک مکّہ اور مدینہ پر عباسی خلیفوں کا اقتدار رہا ہسپانیہ کے اموی حکمرانوں نے انہیں حرمین الشریفین کا امین تسلیم کرلیا۔اس زمانہ میں عباسی خلافت بہت کمزور ہوچکی تھی۔ خلیفہ ارضی آلِ بوریہ کے سرداروں کا وظیفہ خوار بن چکا تھا۔ حرمین پر فاطمیوں کا قبضہ تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر عبدالرحمٰن نے ہسپانیہ میں اپنی علیحدہ خلافت قائم کرلی۔

چونکہ خلیفہ عبدالرحمٰن عرب جاگیرداروں کو ان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے پسند نہیں کرتا تھا' اس لئے اس نے اقتدار کو آہستہ آہستہ غیر ملکیوں کے سپرد کرنا شروع کردیا۔ یہ لوگ یورپ کے مختلف قوموں کے غلام تھے ان میں جرمن' فرانسیسی نادی ' اس کاندے

Marfat.com

نادی، روسی و غیرہم شامل تھے ۔ وینس کے سوداگران غلاموں کو ان کے وطن سے خرید کر انہیں عربوں کے ہاتھ بیچ دیتے تھے۔ وہ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی عربی زبان اور عرب تہذیب اختیار کرلیتے۔ عرب گھرانوں میں ان کے ساتھ اپنوں ایسا سلوک کیا جاتا۔ بارہا ان کے سپرد بہت زیادہ اہم کام کئے جاتے۔ عبدالرحمٰن الناصر نے اپنے اردگرد اس قسم کے ہزاروں غیر ملکی جمع کرلئے تھے۔ ان یورپی مملوکوں کا فوجی دستہ الناصر کا منظور نظر تھا۔ الناصر کے اس طرز عمل سے عرب سردار اس سے دور دور ہٹتے چلے گئے۔

۹۳۹ء میں جلیقیہ اور باسک میں بغاوت ہوگئی۔ اس موقعہ پر عبدالرحمٰن الناصر نے اپنے ایک صقلبی مملوک نجد کو کمانڈر بنا کر بھیجا تاکہ وہ باغیوں کی سرکوبی کرے۔ اس موقعہ پر عرب سرداروں نے عہد کیا کہ وہ صقلبی کا ساتھ عین موقعہ پر چھوڑ دیں گے۔ الناصر کی اس پالیسی اور عرب سرداروں کی عداوت سے الناصر کو جو نقصان پہنچا اسے مختلف مؤرخوں نے اپنے اپنے طور پر بیان کیا ہے۔

مسعودی اور مقری کہتے ہیں کہ عرب فوج بغیر کسی مزاحمت کے زمورا تک پہنچ گئی۔ عرب فوج نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس شہر کے ارد گرد کئی ایک دیواریں تھیں۔ شہر کی درمیانی فصیل کے باہر ایک خندق تھی جو ہمیشہ پانی سے بھری رہتی تھی۔ عرب سپاہی بیرونی فصیلوں کو پار کرکے جب آگے بڑھتے تو سامنے خندق تھی فصیل پر سے تیروں اور نیزوں کی بارش شروع ہوگئی۔ عرب سپاہیوں کے اس دستہ کو واپس ہونا پڑا، اس دوران میں عرب فوج کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا۔

کوندلے نے بھی اس لڑائی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:۔

اس مزاحمت کے باوجود عربوں نے حملہ جاری رکھا وہ فصیل کی دراڑ میں سے شہر کے اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ انہوں نے اپنی ساتھیوں کی نعشوں پر خندق کو پار کیا۔ عربوں کے خندق پار کرتے ہی زمورا کی فوج بھاگ نکلی۔ ہسپانیہ کی تاریخ میں یہ لڑائی خندق کی لڑائی کہلاتی ہے۔

دوزی اس لڑائی کو مختلف رنگ میں پیش کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ:۔

عرب فوج پر خندق نامی گاؤں کے قریب حملہ کیا گیا تھا۔ عرب فوج بھاگ نکلی تو لیون اور زبرہ کی فوج خلیفہ کی فوج کے عقب تک پہنچ گئی جلیقی بڑی بہادری سے لڑے لیکن وہ سب کے سب مارے گئے۔

زمور کی دیواروں تلے جو فوجی نقصان ہوا تھا اس سے خلیفہ کی ہمت پر کوئی اثر نہ پڑا۔

Marfat.com

اس نے ایک اور فوج بھیجی جس نے باغیوں کی سرکوبی کی ۔ نومبر ۹۴۰ء میں راہیری کی فوج کو شدید شکست دی گئی۔ باغی قبیلوں کے خلاف مہموں کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ انہوں نے ہتھیار نہیں ڈال دیئے۔

۹۵۵ء میں راہیری کے بیٹے آردونو سوئم نے صلح کی درخواست کی۔ فریقین نے باعزت شرطوں پر سمجھوتہ کرلیا۔ خلیفہ کے سردار نے وعدہ کیا کہ وہ خلیفہ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرے گا۔ اور یہ کہ وہ قرطبہ کی سرحدوں پر اپنے تمام قلعوں کو گرادے گا۔ نیز وہ آئندہ مسلمانوں کی مملکت پر بھی کبھی حملہ نہیں کرے گا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن نے اس معاہدے میں اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ بنرہ اور لیون کی آزادی کا احترام کرے گا۔ اور صرف ان کے خراج پر اکتفا کرے گا۔

اس معاہدے کی رو سے مسلمانوں کی سلطنت کی سرحدیں ابرو تک وسیع ہوگئیں اس طرح ابرو سے بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک الناصر کی سلطنت پھیل گئی۔ جب عبدالرحمٰن الناصر سرحدی قبیلوں سے لڑ رہا تھا تو اسی اثنا میں اسے افریقہ میں بھی لڑنا پڑا۔ بارتیانہ میں مہدی کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لیے عبدالرحمٰن ۹۱۷ء سے کوشاں تھا۔ اس نے مغربی افریقہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ ابتدا میں خلیفہ کو کامیابی ہوئی۔ لیکن جب اس کی فوج کو ہسپانیہ کے عیسائی قبیلوں سے لڑنا پڑا۔ تو پھر اس محاذ پر خلیفہ زیادہ توجہ نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ فاطمی خلیفہ کا قبضہ ہوگیا۔ آردونو سوم سے صلح کرنے کے بعد انتھک خلیفہ نے اپنی ساری کوشش افریقہ کی طرف مبذول کردی۔ آردونو کی موت کے سبب ہسپانوی خلیفہ فاطمی سلطنت پر حملہ نہ کرسکا۔ کیونکہ آردونو کے جانشین سانچو نے معاہدے کی شرطیں ماننے سے انکار کردیا۔ اب خلیفہ نے اپنی فوجوں کو افریقہ جانے سے روک لیا۔ ان فوجوں کو سانچو کے خلاف لڑنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ جولائی ۹۵۷ء میں خلیفہ عبدالرحمٰن کے جرنیل اور طلیطلہ کے حکمران احمد نے بلیقیہ اور لیون کی فوجوں کو شکست دی۔

تھوڑی مدت بعد سانچو کو قبائلی سرداروں نے حکومت سے علیحدہ کردیا۔ سانچو بھاگ کر اپنی دادی تھیوڈا کے پاس پاچیلونا پہنچ گیا۔ اہل لیون نے اس کے بھائی آردونو کو اپنا سردار یا بادشاہ بنالیا۔ چونکہ تھیوڈا اپنے پوتے کی کوئی مدد نہیں کرسکتی تھی' اس لئے اس نے خلیفہ سے امداد چاہی۔ قرطبہ میں تھیوڈا اور سانچو کا شاہی استقبال کیا گیا۔ خلیفہ نے سانچو کے ہمراہ ایک عرب فوج بھیج دی۔ اس فوج نے غاصب کو شکست دی۔ سانچو کے اقتدار کو پھر بحال کردیا گیا۔ لیون' قشتالہ' بلیقیہ اور نبرہ اب خلیفہ کی اطاعت میں آگئے تھے۔

Marfat.com

اس شاندار کامیابی کے بعد خلیفہ عبدالرحمٰن صرف دو سال تک زندہ رہا۔ اس نے ۶ اکتوبر ۹۶۱ء میں ۷۳ سال کی عمر میں پچاس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی

عبدالرحمن الناصر بلاشک و شبہ ہسپانیہ کے تمام اموی حکمرانوں میں سب سے بڑا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو خانہ جنگی اور بغاوت میں گھرا ہوا پایا۔ چاروں طرف مشکلات کے باوجود اس نے اندلس کو بچالیا اور نہ صرف اسے بچایا' بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور بڑا بنادیا۔ اس کی سلطنت کے طول و عرض میں امن و امان قائم تھا۔ پولیس کا انتظام اتنا اچھا تھا کہ ایک پردیسی اور تاجر بغیر کسی ڈر کے دشوار گذار راستوں میں جاسکتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں اجناس بہت سستی تھیں۔ کسان تک نہایت نفیس کپڑے پہنتے تھے۔ غریب لوگوں کو بھی گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ کھیت سرسبز اور شاداب تھے۔ اس کے عہد میں کھیتی باڑی نے بہت زیادہ ترقی کی۔ آب پاشی کے لئے اس نے نہریں جاری کیں تجارت' صنعت اور علوم و فنون نے بہت ترقی کی۔ قرطبہ المدیہ اور اشبیلیہ اپنی مصنوعات کے لئے بہت مشہور تھے۔ ان کی وجہ سے ہسپانیہ ایک دولت مندر ملک بن گیا۔ ملک میں تجارت کا اتنا زور ہوگیا تھا کہ محصول چنگی کی آمدنی کو سلطنت کے خزانہ میں بہت بڑا درجہ حاصل تھا۔ الناصر کے عہد میں محصول چنگی کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تھی۔ الناصر کی فوج بہت مضبوط تھی۔ دوزی کے الفاظ میں اس کی فوج اپنے زمانے میں سب سے اچھی تھی۔ اس کا بحری بیڑہ بھی بہت مضبوط تھا۔ اسی بیڑے کی مدد سے اس نے بحیرۂ روم پر برتری حاصل کرنے کے لئے فاطمی حکمرانوں سے لڑائی کی۔ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہ اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں اور جرمنی' فرانس اور اٹلی کے بادشاہوں کے سفیر اس کے دربار میں موجود تھے۔ اس کامیاب عہد کا سہرا عبدالرحمٰن الناصر کے سر ہے۔ ایک مؤرخ کے الفاظ میں اس کے عہد کے نظم و نسق کو دیکھنے اور اس عہد میں مذہبی رواداری کے پیش نظر عبدالرحمن الناصر جدید زمانے کا حکمران دکھائی دیتا ہے۔

Marfat.com

چھیالیسواں باب

حکم دوم

عبدالرحمٰن سوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا حکم تخت نشین ہوا۔ حکم دوم نے اپنے باپ کی وفات سے تھوڑی مدت پہلے حکومت کے نظم و نسق میں بہت زیادہ حصہ لینا شروع کردیا تھا۔ اس کے عدل و انصاف اور اس کی قابلیت کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا۔

عبدالرحمٰن سوم کی موت کے بعد لیون اور بنرہ کے سرداروں نے پچھلے تمام معاہدوں کو فراموش کرتے ہوئے عرب اقتدار کو ختم کرنے کے منصوبے باندھ لئے۔ ان کا خیال تھا کہ حکم چونکہ زیادہ علمی انسان ہے اس لئے وہ لڑائی میں کامیابی حاصل نہیں کرسکے گا۔ سانچو اور گارشیا نے بھی مخالفانہ رویہ اختیار کرلیا۔ اس اثنا میں قسطالہ کے کاؤنٹ فرڈینینڈ کوترائے نے بھی حملے شروع کردیئے۔ ان سرداروں کو بہت جلد یہ معلوم ہوگیا۔ کہ نئے حکمران میں کتنی قوت ہے۔کیونکہ ابتدائی معرکوں ہی میں یہ بات ثابت ہوگئی، کہ ایک عالم ایک بہادر سپاہی بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ کہ کتاب پڑھنے والا تلوار بھی اٹھا سکتا ہے۔ کونزائے کے خلاف جو مہم بھیجی گئی تھی اس کی کمان حکم نے خود کی۔ باغی سردار شکست کھا کر سرحد پار بھاگ گیا۔ اس مہم سے واپس آنے کے بعد حکم نے آردونو سے ملاقات کی۔ حکم نے اس سردار کا خیر مقدم کیا۔ حکم اور آردونو کا معاہدہ ہوا۔ جس کی رو سے آردونو مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ پُرامن رہے گا۔ اس نے اپنے بیٹے گارشیا کو یرغمال کے طور پر حکم کے پاس چھوڑ دیا۔ آردونو نے یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی کونزائے کا ساتھ نہیں دے گا۔

اس معاہدے کے بعد حکم نے ایک جرنیل غالب کو ایک فوج دے کر بھیجا تاکہ وہ سانچو کو لیون اور جلیقیہ سے نکال کر آردونو کو وہاں کا سردار مقرر کرے حکم کی ان فوجی تیاریوں سے سانچو ڈر گیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ معاہدے کی دفعات پر پورا پورا عمل کرے گا' چند ماہ بعد آردونو کے مرجانے پر سانچو نے پھر وہی پرانا طرزِ عمل اختیار کرلیا۔ غالب نے سانچو کو شکست دی اور لیون کے کئی شہروں پر قبضہ کرلیا۔ حکم اگرچہ جنگ و جدل کو زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس پر بھی اس نے اپنے تمام دشمنوں کو مجبور کردیا تھا کہ وہ خلیفہ سے سمجھوتہ کریں۔

۹۴۴ء میں لیون کے سردار سانچو نے اطاعت قبول کی تھوڑی مدت بعد قسطنطنیہ بازنطینی

اور منیرہ کے سرداروں نے بھی وعدہ کیا کہ وہ ان تمام قلعوں کو مسمار کردیں گے جہاں سے نکل کر مسلمانوں کی مملکت پر حملے کئے جاتے ہیں۔ باسک کے سردار گارشیا نے بھی اپنے ایلچی بھیج کر خلیفہ سے صلح کی درخواست کی' اس اثنا میں ایک طاقتور سردار مرزک کی ماں نے خلیفہ سے ملاقات کی تاکہ خلیفہ اس کے بیٹے کو معاف کردے۔ خلیفہ نے اس فوجی سردار کی ماں کا بہت زیادہ احترام کیا اور اس کی درخواست منظور کرکے اسے بہت سے تحائف دے کر قرطبہ سے رخصت کیا۔ ۹۷۰ء میں قستالہ کے سردار کی موت کے بعد اس علاقہ میں امن قائم ہوگیا۔

دو سال بعد حکم نے فاطمی فتوحات کی روک تھام کے لئے ماریتانیہ میں ایک فوج بھیجی۔ حکم کے جرنیل غالب کو مغربی افریقہ میں کامیابی ہوئی۔ کئی ایک بربر قبیلوں نے قاہرہ کے خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ اٹھا کر حکم کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کردیا۔ بہت سے سرحدی شہزادے جو ایک مدت سے فاس میں آباد تھے۔ ہسپانیہ چلے گئے۔ جہاں خلیفہ نے ان کی آؤ بھگت کی ۔ لیونیوں کو پہلے ریف میں لایا گیا۔ اور پھر انہیں قرطبہ پہنچا دیا گیا۔ تھوڑی مدت بعد ان میں سے کئی ایک کو اسکندریہ میں جلاوطن کردیا گیا۔

ابن خلدون کے الفاظ میں حکم کو علوم و فنون سے زیادہ انس تھا۔ اس نے اپنے زمانے کے عالموں اور فاضلوں کی سرپرستی کی۔ اسے کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے آباؤ اجداد بھی علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ اور انہوں نے بھی بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے تھے۔ لیکن کتابیں جمع کرنے میں حکم ان سب سے آگے تھا۔ شاہی کتب خانے کی دیکھ بھال کے لئے ایک خاص افسر مامور تھا۔ اس کتب خانہ کی کتابوں کی فہرست چار جلدوں میں تھی۔ حکم نے ہسپانیہ کو کتابوں کی بہت بڑی منڈی بنا دیا تھا۔ جہاں ہر ملک کی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ حکم نے کتابیں جمع کرنے کے لئے اپنے ایجنٹوں کو دور دور تک بھیجا۔ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب عراق شائع کرانے سے پہلے حکم کے پاس بھیج دی تھی۔ قرطبہ کے خلیفہ نے اسے ایک ہزار دینار بھیج دیئے۔

حکم کے شاہی محل میں کتابت کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ جہاں ماہرین کی ایک جماعت کتابت اور تجلید میں مصروف رہتی تھی۔ حکم کو صرف کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ وہ کثرت سے مطالعہ کرتا اور کتابوں پر حواشی لکھتا۔ اس نے ہسپانوی اور غیر ملکی فاضلوں کی بہت سرپرستی کی۔ ان فلسفیوں کی حفاظت کی جنہیں تنگ نظر لوگ ستاتے رہتے۔ اس کے عہدِ حکومت میں علوم و فنون کی تمام شاخوں نے خوب ترقی کی۔ اس کے پیشواؤں نے

Marfat.com

ہسپانیہ میں ابتدائی اسکولوں کا ایک سلسلہ جاری کردیا تھا۔ ہسپانیہ میں قریباً" ہر شخص لکھ پڑھ سکتا تھا۔ لیکن نصرانی یورپ میں سوائے پادریوں کے بڑے بڑے عہدے دار تک لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

اس نے تعلیم عام کرنے کے لئے قرطبہ میں ستائیس اسکول ایسے جاری کئے جہاں غریب بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ ان طالب علموں کو کتابیں بھی مہیا کی جاتی تھیں۔ قرطبہ کی یونیورسٹی قاہرہ کی ازہر اور بغداد کی نظامیہ کے ہم پلہ تھی۔

اس نیک حکمران نے پہلی اکتوبر ۹۷۶ء کو وفات پائی۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی ہسپانیہ میں امویوں کی شان و شوکت ختم ہوگئی۔

قرطبہ وادی الکبیر کے دائیں کنارے پر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے عرب حکمرانوں نے باری باری سے اس شہر کی رونق بڑھائی۔ عبدالرحمٰن نے اس شہر میں آب رسانی کے لئے ایک بند بنوایا۔ اس کے جانشینوں نے کئی ایک بند بنوائے۔ یہاں تک کہ قرطبہ کی آب رسانی تمام شہروں سے بہتر ہوگئی۔ پانی نلوں کے ذریعے شہر میں لایا جاتا تھا۔ شہر میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا تھا۔

شہر میں فواروں کی کثرت تھی۔ ۹۴۰ء میں عبدالرحمٰن سوم نے ایک بہت بڑا بند بنوایا۔ اس نے قرطبہ میں مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ اسے اس کے بیٹے نے مکمل کیا تھا۔ قرطبہ کے حکمرانوں نے ہسپانیہ کے طول و عرض میں مسجدوں، مکتبوں اور رسالوں، عمارتوں، پلوں اور قلعوں کا ایک وسیع سلسلہ قائم کیا جس کی عظمت کا اندازہ ایک مؤرخ کے الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔ "ایک شخص رات کے وقت لیمپوں کی روشنی میں دس میل تک جاسکتا تھا۔" ایک دوسرا مؤرخ لکھتا ہے کہ "یہ شہر چوبیس میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا۔ وادی الکبیر کے دونوں کناروں پر عالیشان محل کھڑے تھے شہر کے مضافات میں ستائیس بارونق چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں۔ شہر کے ہر حصہ کے لئے الگ الگ سیر گاہیں تھیں۔ قرطبہ کی جامع مسجد کی خوب صورتی میں عبدالرحمٰن سوم نے مزید اضافہ کیا تھا۔ قرطبہ میں ہر کھاتے پیتے شخص کو کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔"

قرطبہ سے چار میل دور عبدالرحمٰن سوم نے الزہرا کے نام سے ایک بہت ہی خوب صورت محل بنایا تھا۔ یہ سارا محل سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ اس محل کے مشرقی ہال کو تصویروں سے سجایا گیا تھا۔ اس کے فواروں پر مختلف قسم کے جانوروں کے مجسمے بنے ہوئے تھے جن کے منہ سے پانی نکلتا رہتا تھا۔ شاہی محل کے باغات میں دنیا کے چرند پرند جمع تھے۔ دیوان

عام خوب صورتی اور سجاوٹ میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ درمیانی دروازے کے اوپر اس ملکہ کا مجسمہ نصب تھا جس کے نام پر یہ شہر اور محل منسوب کئے گئے تھے۔ شاہی محل کے اطراف میں امیروں کبیروں کے بہت سے محل تھے۔

قرطبہ کے زمانہ عروج میں وہاں تین ہزار آٹھ سو مسجدیں' ساٹھ ہزار محل' دو لاکھ مکان' سات سو حمام اور اسی ہزار دکانیں تھیں۔ قرطبہ شان و شوکت میں بغداد سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ اس شہر کی شہرت جرمنی کے اندرونی علاقے تک جا پہنچی تھی ایک سکین رہبر نے اسے "آسائش عالم" کا نام دیا تھا۔ قرطبہ کے زمانہ عروج میں اس کی آبادی دس لاکھ تھی۔

قرطبہ نہ صرف علوم و فنون اور صنعت و حرفت کا مرکز تھا۔ بلکہ یہ پہلا مقام ہے جہاں شولری پیدا ہوئی۔ شولری عربوں کی سیرت کا ایک جزو ہے۔ لیکن شولری کے ضوابط قواعد اور آداب جو آگے چل کر غرناطہ میں عروج تک پہنچے' ان کی بنیاد قرطبہ میں ہی الناصر اور اس کے جانشین حکم کے عہد میں ہی رکھی گئی تھی۔ اسی عہد کی شولری میں عورتوں کے احترام کا دستور مرتب تھا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ زمانہ مابعد میں یورپ کے ملکوں میں جس شولری کا چرچا ہوا وہ الناصر حکم اور منصور کے عہد میں ترقی کر چکی تھی۔ قرطبہ ہی میں غیر ملکی بہادر عربی شہسواروں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے پوری حفاظت کے ساتھ پہنچائے جاتے۔ اپنی محبوبہ کا نام چلا چلا کر لینے کے دن بیت گئے تھے۔ اب شولری کا مظاہرہ کرنے والے بہادر اپنی اپنی محبوبہ کی محبت کا نشان بازو یا خود پر لٹکا کر لڑتے۔ اس قسم کے ٹورنامنٹ اور مقابلے قرطبہ میں عام تھے۔ ان مقابلوں کو دیکھنے کے لئے عرب خواتین بھی موجود ہوتی تھیں۔

Marfat.com

سینتالیسواں باب

ہشام دوم

حکم کی موت کے بعد اس کا بیٹا ہشام جس کی عمر گیارہ سال تھی' تخت پر بیٹھا۔ حکم نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ہشام کو اپنا ولی عہد مقرر کرنے اور اس کی تخت نشینی کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لئے اپنی مملکت کے بڑے بڑے سرداروں کو جمع کرکے ان سے ہشام کے حق میں حلف وفاداری لیا تھا۔ حکم نے بستر مرگ پر اپنے بیٹے کی نگرانی اپنے حاجب اور اپنے وزیر محمد بن ابی عامر کے سپرد کی تھی۔ وہ اس یقین کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا کہ ان دو امیروں اور ملکہ صبح کی نگرانی میں اس کا بیٹا پُرامن حالات میں تخت نشین ہوجائے گا۔ حکم کی موت کے بعد ہشام کی خلافت کا اعلان کردیا گیا' مرحوم خلیفہ نے اپنے وزیر محمد بن ابی عامر کے امنگوں کا غلط اندازہ لگایا تھا' اس نے بہت جلد پرانے حاجب کو الگ کردیا۔ اس نے تمام سرداروں کو بھی راہ سے ہٹا دیا' جو اس کے عروج میں حائل تھے' اس نے کئی صوبوں کے گورنروں کو قتل کروادیا' اس طرح جب سلطنت کے بڑے بڑے عہدیدار مٹ گئے تو محمد بن ابی عامر نے سلطنت کے تمام کاروبار پر قبضہ کرلیا۔ اس نے خلیفہ کو محل میں مقید کردیا۔ سلطنت کے کسی افسر کو خلیفہ سے ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وزارت پر پوری طرح سے قبضہ کرنے کے بعد محمد بن ابی عامر نے حاجب المنصوری کا لقب اختیار کیا اور اپنے لئے ایک عالیشان محل بنوایا۔ سکوں پر اس کا نام کندہ ہونے لگا۔ ہر فرمان پر اس کے دستخط ہونے لگے ۔ خطبہ میں اس کا نام بھی لیا جانے لگا۔ سلطنت کے بڑے بڑے آدمیوں سے رہائی پانے کے بعد اس نے فوج کی طرف توجہ کی عربوں کو فوج سے نکال کر ان کی جگہ بربروں کو بھرتی کیا۔ کیونکہ اسے ان پر زیادہ اعتماد تھا۔ ابن خلدون کے الفاظ میں اس نے عربوں کو دوسرے درجے کی حیثیت دے دی۔ ابن خلدون کے الفاظ میں

"اس نے باون مہموں میں حصہ لیا۔ کسی ایک مہم میں بھی اس کی فوج کو شکست نہیں ہوئی۔ ان تمام مہموں میں اس کا پھریرا سربلند ہی رہا!"

حکم کی موت کے بعد اہل جلیقیہ نے پھر بغاوت کی المنصور نے بڑی ہمت اور بہادری سے لیون اور نبرہ کو اپنا باجگذار بنایا اور ان علاقوں میں اپنے فوجی کتے مقرر کئے۔ اب اس نے قطلونیہ کی طرف توجہ کی۔ اس نے برشلونہ کو تباہ و برباد کردیا اور وہاں سے فرانسیسی

سرداروں کو نکال دیا۔ ایک دفعہ پھر سلطنت کی حدود پری نیز سے آگے نکل گئیں۔

مغربی افریقہ میں بھی اس کی فوجوں کو بہت زیادہ کامیابی ہوئی ۹۹۱ء میں ابی عامر نے چاہا کہ حاجب کے عہدے کو موروثی بنادے۔ اگر اس کا بس چلتا تو وہ اپنے مربی اور محسن کے بیٹے کو تخت سے اتار کر آئینی حکمران بن سکتا تھا لیکن وہ قوم سے بہت زیادہ خائف تھا۔ ہوسکتا تھا کہ عرب امراء اور حکمران خاندان کی تبدیلی کو اپنے لئے بہتر سمجھتے' لیکن ہسپانوی آبادی کے خیالات برعکس تھے۔

مذہبی خیالات کی طرح شاہی خاندان سے وفاداری ان کی زندگی کا ایک حصہ بن چکی تھی۔ منصور نے اگرچہ ملک کو خوشحال اور پُرامن بنادیا تھا۔ لیکن ہسپانوی اس پر بھی اسے خلیفہ کو قید کرنے والا سمجھ کر اس سے نفرت کرتے تھے۔

ان باتوں کو اچھی طرح سے جانتے ہوئے اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو وزارت میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس مقصد سے اس نے خلیفہ سے بھی ایک برائے نام فرمان حاصل کرلیا تھا۔ ۹۹۶ء میں اس نے سید اور ملک کریم کے القاب اختیار کرلئے تھے۔

یہ مشہور و معروف انسان ۱۰۰۲ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ شمالی ہسپانیہ کے عیسائی صاحب المنصور کے نام سے کانپتے تھے۔ اس کی فوجی قابلیت نے اسے اپنی فوج کا محبوب بنادیا تھا۔ اس نے ہسپانیہ کی فوج کو بہت زیادہ طاقتور بنادیا تھا۔ وہ علوم و فنون کا دلدادہ تھا۔ اس کے عہد میں زراعت اور صنعت نے بہت زیادہ ترقی کرلی تھی۔ رنیو کے الفاظ میں "مسلم ہسپانیہ کی ترقی اپنے کمال تک پہنچ چکی تھی۔ المنصور نے عالموں اور فاضلوں کی بہت قدر کی۔ اس بات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز وسائل اختیار کئے تھے۔ لیکن اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنے اختیارات کو نرمی سے برتا۔ اس کا عدل و انصاف ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر تھا۔

المنصور کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک المظفر کے لقب سے حاجب تھا۔ اس نے امور سلطنت میں اپنے باپ کی پیروی کی اس نے کئی ایک عیسائی قبیلوں کو شکست دی۔ اس کے عہد میں فارغ البالی میں مزید اضافہ ہوا۔ ایک پرانے منصف کے الفاظ میں "وہ بڑے مزے کے دن تھے۔"

ان تمام باتوں کے باوجود بنو عامر لوگوں کے دل میں جگہ نہ پاسکے' اگر وہ حکمرانوں کے نام پر حکومت کرنے پر ہی اکتفا کرتے' تو اس صورت میں ان حاجبوں کا اقتدار کافی مدت تک قائم رہتا۔ لیکن ان کی حد سے بڑھی ہوئی خواہشات نے انہیں ملک میں بہت زیادہ مقبول نہ

Marfat.com

ہونے دیا۔ انہوں نے بہت جلد تخت پر قابض ہونا چاہا۔ اس طرح انہوں نے شہزادوں اور اموی قبیلے کو اپنا دشمن بنالیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو قیسیوں اور عوام سے الگ کردیا۔ اس کے ساتھ ہی الناصر کے عہد کے بعد کے واقعات نے جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں انقلاب کی راہ پیدا کردی تھی۔ قدیم عرب سوسائٹی ختم ہوچکی تھی۔ مختلف اقوام کے اتحاد کے لئے جو سرگرمیاں کی گئی تھیں ان کی وجہ سے قدیم عرب اشراف ختم ہوگئے اور آہستہ آہستہ پرانے تاریخی نام بھی باقی نہ رہے۔ درباریوں کا اس تبدیلی پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ان کے اثر و رسوخ اور ان کی دولت میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ لیکن اس دور میں سب سے زیادہ اقتدار بربری اور سقلبی جرنیلوں کو حاصل تھا' حاجب المنصور کے عہد میں انہوں نے بہت ترقی کی تھی۔ ہسپانیہ کی مادی ترقی نے وہاں کی سوسائٹی میں ایک نئے مجلس عنصر کو پیدا کردیا تھا۔ یعنی درمیانہ طبقہ ملک کے عمومی حالات میں اب تاجروں۔ سوداگروں اور صنعتی جماعتوں نے نمایاں حصہ لینا شروع کردیا تھا۔ لیکن ان نئے حالات نے نئی مشکلات پیدا کردی تھیں' دولت کی فراوانی اور نئے طبقوں کے پیدا ہوجانے کے سبب طبقاتی کش مکش شروع ہوگئی۔ اس زمانہ کی ہسپانوی تاریخ میں ان تمام مشکلات کو دیکھا جاسکتا ہے جو موجودہ زمانہ کے مدبروں کو درپیش ہیں۔ سول اور فوجی حکام کی باہمی رقابت' آقاؤں کے خلاف مزدوروں کی نفرت' سماج کے بڑے طبقوں کے خلاف عوام کے جذبات!

راجدھانی کے مجلسی حالات ایسی صورت اختیار کرچکے تھے کہ وہاں معمولی گڑبڑ سے امیروں اور غریبوں میں تصادم پیدا ہوجاتا۔

"قرطبہ میں بہت سے کارخانے تھے جس میں ہزاروں مزدور کام کرتے تھے' یہ مزدور ہر لمحہ کسی ایسے فساد کے منتظر رہتے تھے جس کی بدولت انہیں امیروں کو لوٹنے کا موقعہ مل سکے۔ لیکن دولت مند طبقہ بنو عامر کی مخالفت میں ان خطرات کو بھول چکا تھا۔"

حاجب المظفر کی موت (۱۰۰۸ء) کے بعد ہسپانیہ پر مصیبت نازل ہوگئی۔ بنو عامر خود تو تباہ ہوئے لیکن ان کی تباہی کے ساتھ ہسپانیہ کی سلطنت بھی تباہ و برباد ہوگئی۔

حاجب المظفر کی موت کے بعد اس کا بیٹا عبدالرحمٰن سنچول اس کا جانشین ہوا۔ عوام اس کی بداخلاقی کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن اس پر بھی اس نے خلافت پر قبضہ کرنا چاہا۔ اس نے ہشام دوم کو مجبور کردیا کہ وہ اسے اپنا جانشین نامزد کرے۔ اس کے اس طرز عمل کے سبب قرطبہ کے لوگوں میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ جب سنچول ایک بغاوت فرد کرنے کے لئے شمال کی طرف گیا' تو قرطبہ میں بغاوت ہوگئی۔ اس بغاوت کا راہنما اموی

Marfat.com

شہزادہ محمد تھا۔ بنو عامر کے محل کو لوٹ کر اسے آگ لگادی گئی۔ ہشام نے محمد کے حق میں تخت سے دستبرداری کا اعلان کردیا۔ محمد نے المہدی کا لقب اختیار کیا۔

محمد المہدی نے عبدالرحمٰن سنچول کو شہری حقوق سے محروم کرکے اس کے لئے سزائے موت کا اعلان کردیا۔ قرطبہ کا یہ جوش و خروش دوسرے شہروں تک بھی جا پہنچا۔ بہت تھوڑی مدت میں مہدی کے جھنڈے تلے بہت بڑی فوج جمع ہوگئی۔ انقلابِ فرانس کے زمانہ کی فوجوں کی طرح اس بڑی فوج کے افسر درمیانے طبقے کے لوگ تھے۔ مہدی کی اس عوامی تحریک نے آگے چل کر ہسپانیہ میں اموی اقتدار کو ختم کردیا۔ سنچول گرفتار ہوکر مارا گیا۔

نیا خلیفہ زیادہ دیر تک حکومت نہ کرسکا۔ اس نے اپنے طرزِ عمل سے بہت سی سیاسی جماعتوں کی ہمدردی کھو دی۔ بربریوں نے تخت کے لئے اپنا امیدوار کھڑا کردیا۔ یہ نیا امیدوار سلیمان ایک اموی شہزادہ تھا۔ اب قرطبہ میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ان فسادات میں دونوں جماعتوں کی طرف سے بڑے بڑے ظلم کئے جاتے۔ مہدی نے ہشام دوم کو پھر تخت پر بٹھا دیا۔

اب سلیمان نے قشتالہ اور لیون کے عیسائیوں سے امداد طلب کی۔ مہدی نے اہلِ قشتالہ کو مدد دینے کے لئے پکارا۔ اس طرح چند مہینوں کے اندر اندر عرب عیسائی قبیلوں کو اپنی شرطیں لکھوانے کی جگہ اب ان سے مدد مانگ رہے تھے۔ عیسائیوں نے اس شرط پر امداد دینی قبول کی کہ الناصر اور اس کے حاجب نے جو نئے علاقے فتح کئے تھے، ان سے ہاتھ اٹھایا جائے۔ اس شرط کی رو سے عربوں کو دو سو کے قریب شہر اور قلعے چھوڑنے پڑے، لڑائی کے دوران میں کبھی مہدی کی فوجیں قرطبہ پر قبضہ کرلیتیں اور کبھی وہ سلیمان کی فوجوں کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ ہر فاتح اسے مفتوحہ شہر سمجھ کر شہر میں لوٹ مچاتا۔

عبدالرحمٰن سوم کی بنوائی ہوئی خوبصورت عمارت الزہرا کو بھی نقصان پہنچا اس خانہ جنگی میں مہدی مارا گیا۔ سلیمان نے ہشام کو تخت سے علیحدہ کرکے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ اس نے اپنے لئے مستعین باللہ کا لقب اختیار کیا وہ زیادہ دیر تک حکمران نہ رہ سکا۔ ایک دوسری بغاوت نے اسے ختم کردیا۔

اب ادریسی خاندان کا ایک فرد علی تخت پر بیٹھا۔ لیکن اس کے بہت جلد قتل ہوجانے کے بعد اس کا بھائی قاسم تخت پر بیٹھا۔ مگر بہت جلد بربروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اسے قرطبہ چھوڑنا پڑا۔ اب اہلِ قرطبہ نے ایک اموی شہزادے عبدالرحمٰن کو تخت پر بٹھادیا۔ لیکن وہ بھی زیادہ دیر تک حکومت نہ کرسکا اس کے بعد دو اموی شہزادوں کو ایک دوسرے کے بعد

تخت پر بٹھایا گیا۔ ان برائے نام حکمرانوں کے بعد ہسپانیہ میں اموی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔

اہلِ قرطبہ نے تھوڑی مدت کے لیے یحییٰ بن علی کی اطاعت قبول کرلی۔ لیکن ۱۰۳۵ء میں اس کی موت کے بعد قرطبہ میں جمہوریت قائم کرلی گئی۔ قرطبہ کی جمہوریت چالیس سال تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ اشبیلیہ کے بادشاہ نے اس شہر کو فتح کرلیا۔

Marfat.com

اڑتالیسواں باب

چھوٹے چھوٹے بادشاہ

قرطبہ کی سیاسی شورش نے صوبائی گورنروں اور دوسرے بڑے بڑے سرداروں کو موقعہ دے دیا کہ وہ اپنی اپنی آزادی کا اعلان کردیں، مالقہ، الجزایر اور آس پاس کے اضلاع پر بنو حمود نے قبضہ کرلیا۔ انہوں نے امیرالمؤمنین کا لقب اختیار کرلیا تھا۔ ان علاقوں پر ان کی حکومت ۱۰۵۷ء تک قائم رہی۔ جب کہ غرناطہ کے بادشاہ نے ان علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ غرناطہ پر ایک بربر سردار زادی نے قبضہ کرلیا۔ اس شہر پر ۱۰۹۰ء تک اس کے خاندان کی حکومت رہی۔ اشبیلیہ (المغرب بیت) پر بنو عباد کا قبضہ تھا۔ اس خاندان کا بانی اشبیلیہ کا بڑا قاضی ابوالقاسم محمد المعروف ابن عباد تھا۔ بنو عباد کا سب سے آخری حکمران معتمد تھا۔ جسے یوسف نے افریقہ میں جلا وطن کردیا تھا۔ طلیطلہ پر بنو ذوالنون کا قبضہ تھا۔ یہ حکمران اپنی شان و شوکت کے لئے بہت مشہور ہیں۔ اس خاندان کے آخری حکمران قادر نے اس شہر کو ۱۰۸۵ء انفانسو کے حوالے کیا تھا۔ بنو یہود نے سرقسطہ پر (۱۱۱۸ء) تک قبضہ رکھا، ان شہروں کی طرف بلنیہ، مرسیہ اور المریہ پر بھی آزاد سرداروں کی حکومت رہی۔ بحیرۂ روم کے بہت سے جزیروں پر مجاہدین عبداللہ کا قبضہ تھا۔

"وہ ایک بہادر سپاہی اور تجربہ کار ملاح تھا۔ اس کے پاس بہت بڑا سمندری بیڑا تھا۔ جس کی مدد سے وہ اٹلی اور فرانس کے ساحلی شہروں پر حملے کرتا رہتا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا، عیسائیوں کا کوئی جہاز بحیرہ روم میں سے نہیں گذر سکا۔"

یہ چھوٹے چھوٹے بادشاہ سب کے سب علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ ان میں سے ہر بادشاہ علوم و فنون کی سرپرستی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنا چاہتا تھا۔ ان میں سے کئی ایک صاحب قلم تھے۔ اشبیلیہ کا آخری بادشاہ معتمد بہت بڑا شاعر تھا۔ بطلیموس کے بادشاہ مظفر نے پچاس جلدوں میں "کتاب المظفری" لکھی۔ ایک عرب نے ٹھیک لکھا ہے کہ

"مالا ٹوٹ گئی اور موتی بکھر گئے۔ چھوٹے چھوٹے بادشاہوں نے اپنی اپنی آزاد حکومتیں قائم کرلیں۔ لیکن اس پر بھی علم و حکمت کا دیا جلتا رہا۔ علوم و فنون پر زوال آنے کی بجائے انہیں فروغ حاصل ہوا۔"

اگر ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں میں اتحاد ہوتا تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ عیسائی

ہسپانویوں کی روک تھام کرسکتے تھے۔ ان کی باہمی رقابت سے عیسائیوں کی سرگرمیاں مزید تیز ہو گئیں ۔ ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی نااتفاقی نے انہیں تباہ و برباد کردیا۔ ان میں سے کئی ایک نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے عیسائیوں سے معاہدے کئے۔ ۱۰۵۵ء میں قستالہ اور لیون کے بادشاہ فرڈیننڈ اول نے ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے کئی شہروں پر قبضہ کرلیا۔ اشبیلیہ کے بادشاہ نے فرڈیننڈ اوّل کو خراج دینا منظور کیا۔ اس بادشاہ نے ۱۰۶۹ میں وفات پائی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا معتمد اشبیلیہ کا بادشاہ بنا' ۱۰۷۵ء میں معتمد نے قرطبہ پر قبضہ کرلیا۔ اس نے بہت جلد طلیطلہ کے بہت سے علاقہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ فرڈیننڈ اوّل کی موت کے بعد ۱۰۶۵ء اس کا بیٹا الفانسو ششم تخت پر بیٹھا اس نے اپنے بھائیوں کو ان کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے نکال کر لیون' قستالہ اور نبرہ پر قبضہ کرکے شہنشاہ کا لقب اختیار کرلیا۔ یا بجکار عرب حکمرانوں کو ختم کرکے وہ سارے جزیرہ نما پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس نے مسلمانوں سے لڑائی کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج تیار کرلی۔ ۱۰۸۵ء میں ذوالنون خاندان کے آخری حکمران قادر نے طلیطلہ کو اس کے حوالے کردیا۔ فرڈیننڈ کے غرور نخوت کی اب کوئی انتہا نہ تھی' غرناطہ' بطلیموس اور چند ایک دوسرے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ رہ گیا۔ ان شہروں کو بھی اپنا انجام دکھائی دے رہا تھا۔ انہوں نے امداد کے لئے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں عربوں کے باہمی اختلافات کے باعث مشترکہ دشمن کا متحد ہوکر مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ انہوں نے امداد کے لئے سمندر پار کے مسلم ملکوں کو پکارا۔

جب ہسپانیہ میں اسلامی سلطنت اس طرح پارہ پارہ ہورہی تھی' تو اس وقت مغربی افریقہ میں ایک نئی طاقت ظاہر ہوچکی تھی۔ صحرائی بربریوں نے اسلام قبول کرکے سینی گیمبیا سے البحریا تک ایک وسیع سلطنت قائم کرلی تھی' ان کے بادشاہ مرابطہ کہلاتے تھے۔ مشہور و معروف یوسف بن تاشقین ان کا حکمران تھا۔ یوسف بن تاشقین کو بغداد کے خلیفہ نے امیر المومنین کا خطاب دیا۔

ہسپانیہ کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے اصرار پر یوسف بن تاشقین اکتوبر ۱۰۸۶ء میں ہسپانیہ کے ساحل پر اتر پڑا۔ اشبیلیہ کے قریب معتمد اور دوسرے حکمرانوں کی فوج اس کے ساتھ مل گئی۔ اتحادی فوج نے بطلیموس کی طرف کوچ کیا۔ الفانسو نے سکرالیہ کے مقام پر اس فوج کا مقابلہ کیا۔ عرب فوج کے ہسپانیوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ الفانسو کی فوج میں ساٹھ ہزار سپاہی تھے۔ ۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء میں خونریز لڑائی ہوئی۔ ابن الاثیر کے بیان کے مطابق

Marfat.com

انفانسو صرف تین سو شاہسواروں کے ہمراہ جان بچا کر بھاگ نکلا۔ انفانسو کی اس شکست نے لیون کی عیسائی سلطنت کو تھوڑی مدت کے لئے شل کر دیا۔

اس موقعہ پر یوسف بن تاشقین زیادہ دیر ہسپانیہ میں نہ رہا۔ اگلے سال اس نے ہسپانوی بادشاہوں کو ان کی مملکت سے نکال کر انہیں مرابطین کی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اب تقریباً" سارے ہسپانیہ پر مراکو کے شہنشاہ کی حکومت تھی۔ ڈوزی کے بیان کے مطابق:۔

"مذہبی پیشواؤں کو دسی گاتھوں کے عہد میں جو اقتدار حاصل تھا' اسی قسم کا اقتدار مرابطین کے عہد حکومت میں مسلمان فقیہوں کو حاصل ہوگیا۔"

ان فقیہوں کا اس قدر اثر تھا کہ انہوں نے سلطنتِ مرابطہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف "احیاء العلوم الدین" کو ضبط کرلیا۔

جب تک یوسف زندہ رہا ہسپانیہ کے عیسائیوں پر خوف و ہراس طاری رہا۔ اس نے ۱۱۰۶ء میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابوالحسن تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے باپ کی پیروی کی۔ ایک مورخ کے الفاظ میں "وہ بعض باتوں میں اپنے باپ سے پیچھے تھا۔" اس نے کئی ایک لڑائیوں میں عیسائی قبیلوں کو شکست دی۔ اس نے میڈرڈ اور لزبن کے علاوہ کئی ایک دوسرے شہروں کو فتح کرلیا۔ لیکن بہت جلد عیسائیوں نے دریائے تاجہ پار کر کے تین شہروں پر قبضہ کرلیا جب المرابطین ہسپانیہ میں مصروف تھے تو اس وقت افریقہ میں حالات نئی صورت اختیار کر رہے تھے

۱۱۳۰ء میں محمد بن تومرت نامی ایک شخص بربروں میں پہنچا' وہ نسل کے لحاظ سے عرب تھا۔ لیکن اس کی پرورش ایک بربری قبیلے میں ہوئی تھی۔ اس نے اپنی جوانی میں مشرق کا سفر کر کے فلسفہ اور قانون پڑھا تھا' واپسی پر اس نے اطلس کے کوہستانوں میں رہنے والے قبائل میں اصلاحی کام شروع کرنے کے بعد مہدی ہونے کا دعوی کر دیا۔ بہت جلد اس کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔

ابن تومرت نے ایک امیر سوداگر کے بیٹے عبدالمومن کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے پیرو موحدین کہلاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ موحدین کی طاقت زور پکڑنے لگی۔ انہوں نے مرابطین سلطنت کے کھنڈروں پر اپنی سلطنت بنائی۔ جب تک علی بن تاشقین (ابو الحسن) زندہ رہا (۱۱۴۳ء) تک اس نے موحدین کو روکے رکھا۔ اس کے بیٹے تاشقین کے لئے ان کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگیا۔ ۱۱۴۵ء میں اس کے مارے جانے کے بعد مراکو کی سلطنت پر ابن تومرت کا نائب عبدالمومن قابض ہوگیا۔

Marfat.com

مرابطین اور موحدین کی باہمی کش مکش نے ہسپانیہ کے عیسائیوں کو موقعہ دیا کہ وہ ہسپانیہ کے مسلم علاقوں پر حملے کریں۔ الفانسو ہفتم نے اپنے دادا الفانسو ششم کی طرح شہنشاہ کا لقب اختیار کیا وہ تباہی مچاتا ہوا قرطبہ اور دوسرے کئی ایک شہروں کی دیواروں تک پہنچ گیا۔ اس یلغار کے پانچ سال بعد اس نے پھر مسلم ہسپانیہ کے کئی شہروں کو تباہ کیا۔ اس موقعہ پر ہسپانوی مسلمانوں نے آبنائے پار کے مسلمانوں سے امداد کی اپیل کی۔ چنانچہ ۱۱۴۷ء میں عبدالمومن نے ان کی مدد کے لئے جنگی بیڑہ اور فوج بھیجی۔ اس کے جرنیلوں نے عیسائیوں کو شکست دے کر ان گورنروں کو مطیع کیا' جو خود مختار ہو چکے تھے۔ اس طرح ہسپانیہ پر عبدالمومن کا قبضہ ہوگیا۔ چار سال بعد اس نے اپنی سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کرکے اپنے بیٹوں کو ان کا گورنر مقرر کیا ۱۱۶۰ء میں اس نے فرانسیسیوں سے مہدیہ چھین کر امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا اس اہم شہر پر قابض ہونے کے بعد وہ سارے شمالی افریقہ پر قابض ہوگیا۔ اس کی سلطنت برقہ سے اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔

تینتیس سال کامیابی سے حکومت کرنے کے بعد عبدالمومن نے ۱۱۶۳ء میں وفات پائی۔ وہ ایک بہادر انسان' ایک اچھا حکمران اور علم دوست انسان تھا اس کے عہد میں اس کی سلطنت میں عام طور پر اور ہسپانیہ میں خاص طور پر علوم و فنون نے بہت زیادہ ترقی کی۔ اس نے مراکو میں بہت سے کالج اور سکول قائم کئے۔

اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت نشین ہوا چونکہ وہ سلطنت کے کاروبار کا اہل نہیں تھا۔ اس لئے عمائد نے اسے تخت سے اتار کر اس کے بھائی ابو یعقوب یوسف کو تخت پر بٹھایا وہ ایک انسان دوست اور فراخ دل شہزادہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی عمومی خوشحالی کا اندازہ کیا جانے لگا۔ وہ کئی مرتبہ ہسپانیہ گیا۔ کئی ایک شہروں کو دوبارہ فتح کیا۔ یوسف نے ۱۱۸۴ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا یعقوب تخت نشین ہوا۔ یعقوب کے عہد حکومت میں موحدین کی سلطنت اپنے عروج پر تھی' وہ ایک نہایت عقلمند اور صالح حکمران تھا۔ الفانسو ہفتم کے ساتھ جو لڑائی ہو رہی تھی۔ اس میں فریقین نے پانچ سال کے لئے سمجھوتہ کرلیا تھا۔ یہ مدت مشکل ہی سے ختم ہوئی تھی کہ قشتالہ کے حکمران کی فوج اندلیہ کے شہروں پر ٹوٹ پڑی۔

اس کی اطلاع پانے پر یعقوب ہسپانیہ میں داخل ہوا۔ فرانسیسیوں کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی' قرطبہ کے شمال میں ایک شدید جنگ ہوئی۔ جن میں فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ فرانسیسی فوج بھاگ نکلی۔ الفانسو نے طلیطلہ پہنچ کر پھر ایک فوج تیار کی لیکن یعقوب نے اسے

Marfat.com

پھر شکست دی۔ یعقوب نے ہسپانیہ اور پرتگال کے ان تمام شہروں کو دوبارہ فتح کرلیا جن پر انفانسو ہفتم نے قبضہ کر رکھا تھا' ۱۱۹۶ء میں یعقوب نے طلیطلہ کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ انفانسو کی ماں۔ بیوی اور بہنیں شہر سے باہر آئیں انفانسو کی ماں نے آنسو بہاتے ہوئے یعقوب سے درخواست کی کہ وہ شہر کو نقصان نہ پہنچائے۔ یعقوب نے انفانسو کی ماں کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے زرو جواہر دیکر رخصت کیا۔ یعقوب نے ایک سال تک اشبیلیہ میں قیام کیا۔ جہاں اس نے عیسائی شہزادوں کے ایلچیوں کے ساتھ معاہدہ کئے ۔۱۱۹۷ء میں وہ افریقہ واپس چلا گیا۔ دو سال بعد اس نے وفات پائی۔ یعقوب صلاح الدین کا ہمعصر تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے یعقوب ہی کے پاس امداد کے لئے ایلچی بھیجا۔ یعقوب علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ ایک مؤرخ کے الفاظ میں

"وہ چونکہ خود بہت بڑا فاضل تھا اس لئے وہ فاضلوں کی عزت کیا کرتا تھا۔ وہ چونکہ خود نیک انسان تھا' اس لئے وہ نیکوکاروں کا احترام کرتا تھا۔"

اس کی فوج بہت مضبوط تھی۔ حکومت کا نظم و نسق بہت اچھا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے ہر شہر میں ہسپتال اور محتاج خانے کھولے۔ مشہور و معروف طبیب ابن اور مشہور فلسفی ابن ماجہ اسی کے عہد میں ہو کر گزرے ہیں۔ ابن رشد بھی اس کا ہمعصر تھا۔ خلفاء ہارون الرشید اور مامون الرشید اور ہسپانیہ کے اموی حکمرانوں کی طرح اس نے ملک کی آب پاشی کی طرف توجہ زیادہ کی۔ اس نے سوداگران اور سیاحوں کی آسائش کا بہت خیال رکھا' اس نے ایک بڑی رصدگاہ بنوائی تھی۔

یعقوب المنصور کے بعد اس کا بیٹا محمد الناصر تخت نشین ہوا۔ وہ کردار اور قابلیت میں اپنے باپ سے مختلف تھا۔ اس کی آرام طلبی اور عشرت پسندی نے نہ صرف الموحدین کے اقتدار کو ختم کردیا بلکہ اس کے ساتھ ہسپانیہ میں مسلم غلبہ کو بھی شدید دھکا لگا۔

یعقوب المنصور کی وفات کے بعد عیسائی حکمرانوں نے اندلس (مسلم ہسپانیہ) پر پھر حملے شروع کردیئے۔ انفانسو نے اشبیلیہ اور قرطبہ کے آس پاس کے علاقوں میں پھر لوٹ مار شروع کردی۔ الناصر ان کے مظالم کا انتقام لینے کے لئے ہسپانیہ میں اتر پڑا' الناصر نے ایک گورنر کو اس بات پر موت کی سزا دی کہ اس نے اپنے شہر کو انفانسو کے حوالے کردیا تھا۔ اس واقعہ سے ہسپانوی مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوگیا کیونکہ مقتول گورنر ہسپانوی مسلمانوں میں بہت زیادہ مقبول تھا۔ الناصر کی جنگی تیاریوں نے عیسائی اقوام میں جوش و خروش پیدا کردیا۔ جن

Marfat.com

صلیبیوں کو صلاح الدین ایشیا میں شکست دے چکا تھا انہوں نے اب ہسپانیہ میں جمع ہونا شروع کردیا۔ پوپ نے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کردیا فرانس، اٹلی اور جرمنی کے صلیبیوں اور کئی ایک عیسائی حکمرانوں نے مل کر الموحدین کے خلاف لڑنا چاہا۔ دونوں فوجوں میں المغرب کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ (۱۲۱۲ء) پہلے ہلے میں اندلسیوں کے سپاہی یا تو بھاگ گئے یا حملہ آوروں کے ساتھ مل گئے۔ افریقی فوج نے جم کر مقابلہ کیا، وہ ایک ایک کرکے سب کے سب مارے گئے۔ الناصر کو واپس جانا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شکست کے غم سے ۱۲۱۴ میں اس دنیا سے چل بسا۔ الناصر کی موت کے بعد اس کا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا چونکہ اس کی عمر سولہ سال تھی، اس لئے نظم و نسق کے تمام اختیارات پر موحدین کے شیوخ کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۲۲۳ء میں یوسف کی موت کے بعد عبدالواحد تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں ہسپانیہ کے حکمران اور گورنر آزاد ہوگئے۔

دوسرے سال عبدالواحد کے قتل کے بعد المنصور کا ایک بیٹا ابو محمد تخت پر بیٹھا۔ ۱۲۲۷ میں اسے باغیوں نے قتل کردیا۔ اب اس کے بھائی ادریس حاکم اشبیلیہ نے اپنی خلافت کا دعوی کیا، ۱۲۲۸ء میں ادریس عیسائی فوج لے کر افریقہ پر حملہ آور ہوا۔ اس کے جاتے ہی اشبیلیہ میں الموحدین کے خلاف بغاوت ہوگئی۔

اسی دوران میں ابن احمر نے قرطبہ کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ عیسائی شہزادوں نے موحدین کے زوال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی ایک شہروں پر قبضہ کرلیا۔ اسی افراتفری میں ابن احمر نے فراست اور بہادری سے غرناطہ میں ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم کرلی۔ یہ ریاست آئندہ دو سو سال تک عیسائیوں اور صلیبیوں کا مقابلہ کرتی رہی۔

انچاسواں باب

غرناطہ

غرناطہ کو فتح کرنے کے بعد ابنِ احمر نے اسے اپنی راجدھانی بنالیا تھا۔ اس نے اپنے لئے الحمرا تعمیر کروایا۔ اس شاندار محل کی خوبصورتی میں ابن احمر کے جانشین اضافہ کرتے رہے۔ ۱۲۶۱ء میں قسطالہ کے عیسائی حکمران نے غرناطہ پر حملہ کیا۔ لیکن ابنِ احمر نے شکست دی۔ ابن احمر نے ۱۲۲۷ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد تخت نشین ہوا۔ وہ علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست تھا۔

۱۲۷۴ء میں قسطالہ کے عیسائی حکمران نے غرناطہ پر پھر حملہ کیا۔ ابو عبداللہ محمد نے اسے شکست دی، لڑائی میں قسطالہ کا جرنیل دون نونوہ مارا گیا۔ گیارہ سال بعد اہل قسطالہ نے پھر غرناطہ پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی ایک طویل مدت تک جاری رہی جس میں آخر کار اہلِ قسطالہ کو شکست ہوئی۔ ابو عبداللہ محمد نے ۱۳۰۲ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد دوم تخت پر بیٹھا۔ ۱۳۰۷ء تک وہ بڑی قابلیت سے حکمرانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ نصر کی بغاوت نے اسے تخت سے علیحدہ ہونے پر مجبور کردیا۔ نصر ایک بدقسمت بادشاہ ثابت ہوا۔ جونہی وہ تخت نشین ہوا قسطالہ اور ارغون کے بادشاہوں نے اس پر حملہ کیا۔ نصر نے ان کو خراج دینا منظور کرلیا۔ ۱۳۱۴ء (۱۳ ہجری) میں اسے مجبور کردیا گیا تھا کہ وہ ابنِ احمر کے بھائی اسماعیل کے پوتے اسماعیل کے حق میں تخت سے دستبردار ہوجائے۔ ۱۳۱۵ء میں قسطالہ والوں نے اس کے کئی شہروں پر قبضہ کرلیا۔ تین سال بعد البیرائے میں قسطالہ کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ ۱۳۱۹ء میں قسطالہ کے بادشاہ نے اپنے بیٹے پیڈرو کے زیرِ کمان غرناطہ پر حملہ کرنے اور اسے فتح کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ پیڈرو کی فوج میں پچیس شہزادوں کے فوج کے دستے شامل تھے۔ انگلستان کا ایک شہزادہ بھی اپنے دستے سمیت موجود تھا۔ لڑائی میں پیڈرو سمیت یہ سارے شہزادے مارے گئے۔

۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں اسماعیل کے قتل کے بعد اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد تخت نشین ہوا۔ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت ہوا۔ اس نے ۱۳۲۳ء میں جبل الطارق پر قبضہ کرلیا۔ وہ اپنی قلعہ بندیوں کا معائنہ کرکے واپس آرہا تھا کہ قاتلوں کی ایک جماعت نے اسے قتل کردیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابو حجاج یوسف تخت پر بیٹھا۔ ابو حجاج یوسف کا شمار بنو نصر

کے بہترین حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ اس کے عہدِ حکومت میں اس کی مملکت کی فارغ البالی بہت بڑھ گئی۔ لوگوں کی حالت بہت اچھی تھی۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح وہ علوم و فنون کا پرجوش مدّاح اور سرپرست تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی بدبختی سے وہ زیادہ دیر تک حکومت نہ کرسکا۔ ۱۳۵۴ء میں جب کہ وہ نماز ادا کر رہا تھا ایک پاگل نے اسے قتل کر دیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمد الغنی باللہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا' وہ ایک عالم بادشاہ تھا۔ اس کا علمی ذوق بہت بلند تھا۔ اس نے اپنی مملکت میں علوم و فنون کی جو سرپرستی کی اس سے انہیں خوب فروغ حاصل ہوا۔ مشہور و معروف مورخ ابن الخطیب اس کا وزیر تھا۔ وہ تھوڑی مدت کے لئے غرناطہ سے باہر گیا ہوا تھا کہ اس کے سوتیلے بھائی اسماعیل نے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اسماعیل زیادہ دیر تک حکومت نہیں کرنے پایا تھا کہ ایک بغاوت کے دوران میں مارا گیا۔ اس بغاوت کا سرغنہ ابو سعید المعروف ابو عبداللہ محمد تھا۔ دو سال بعد ابو سعید کو مجبور کردیا گیا تھا کہ وہ قسطالہ کے بادشاہ کے ہاں پناہ لے۔ قسطالہ کے بادشاہ نے پناہ گزین کی دولت حاصل کرنے کے لئے اسے قتل کردیا۔

ابو سعید کی موت کے بعد الغنی باللہ افریقہ سے واپس آگیا۔ لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کا باقی ماندہ عہدِ حکومت پُرامن گزرا۔ اس نے قسطالہ کے ساتھ جو معاہدہ کر رکھا تھا اس کی بدولت جو امن نصیب ہوا اس نے غرناطہ کی دولت میں نمایاں اضافہ کیا۔ غرناطہ میں پھر سے صنعت و حرفت کا چرچا ہونے لگا۔ آب پاشی کے لئے کئی ایک نہریں کھودی گئیں۔ الغنی باللہ نے ۱۳۹۱ء (۷۲۳ ہجری) میں وفات پائی

اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ یوسف تخت پر بیٹھا۔ اس بادشاہ کا عہد حکومت پرآشوب تھا۔ اس کی انتہائی خواہش تھی کہ وہ قسطالہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے' لیکن اہلِ غرناطہ کے جوش و خروش کے پیش نظر اسے قسطالہ کے ساتھ کئی مرتبہ ناکام لڑائیاں کرنی پڑیں۔ ان لڑائیوں کے دوران میں اہلِ غرناطہ کا جوش کم ہوگیا۔ چنانچہ ابو عبداللہ یوسف کو قسطالہ کے نوجوان بادشاہ ہنری سوم کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑا۔ یوسف دوم نے اپنے بڑے بیٹے یوسف کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا' لیکن اس کی موت (۱۳۹۶ء) کے بعد اس کے چھوٹے بیٹے محمد نے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی یوسف کو قید کرلیا۔

۱۴۰۵ء میں قسطالہ کی سرحدی فوج نے اس کی مملکت پر چھاپہ مارا۔ غرناطہ کے حکمران نے قسطالہ کے بادشاہ سے شکایت کرنے کی جگہ قسطالہ پر چڑھائی کردی۔ اس لڑائی میں فریقین کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اس کی موت کے بعد یوسف کو قید خانے سے نکال کر تخت

Marfat.com

پر بٹھا دیا گیا۔

۱۴۱۰ء میں غرناطہ اور قسطالہ میں پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ چونکہ اس لڑائی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا تھا اس لئے دونوں بادشاہوں میں پھر سمجھوتہ ہوگیا۔ یوسف کے باقی ماندہ عہدِ حکومت میں دونوں بادشاہوں میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

اس زمانہ میں قسطالہ پر ہنری سوم کا ایک دودھ پیتا بچہ حکمران تھا۔ تمام امور سلطنت پر شہزادے کی ماں کا اختیار تھا۔ اس ملکہ اور یوسف کے سیاسی تعلقات بہت اچھے تھے۔ دونوں حکمران معاہدے کی پاسداری کرتے تھے۔ ہر سال دونوں ایک دوسرے کو تحفے بھیجتے۔ دونوں میں جذباتی خط و کتابت ہوتی تھی۔ قسطالہ اور ارغون کے کئی ایک سپاہی یوسف کے ہاں پناہ گزین ہوگئے۔ کئی ایک باہمی جھگڑے چکانے کے لیے غرناطہ پہنچ جاتے۔ یوسف ثالث بن کر ان میں سمجھوتہ کرادیتا۔ اس کی رحمدلی اور اس کا حسن سلوک ملکی اور غیر ملکی میں تمیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار تھے' ان تعلقات کی وجہ سے عربوں کو موقعہ مل گیا کہ وہ اپنے نقصانات کی تلافی کرلیں۔

پندرہ سال تک حکومت کرنے کے بعد یہ نیک دل بادشاہ دنیا سے چل بسا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی غرناطہ کی شان و شوکت کے دن بھی ختم ہوگئے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد ہفتم تخت پر بیٹھا۔ وہ بہت زیادہ متکبّر تھا۔ اس نے اہلِ غرناطہ میں مقبولیت کھودی۔ اس نے ٹورنامنٹوں اور دوسرے کھیلوں کو جو غرناطیوں کو بہت زیادہ عزیز تھے بند کروادیئے۔ چنانچہ اہلِ غرناطہ نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے راجدھانی سے نکال دیا۔ تھوڑی مدت بعد اسے واپس بلا کر پھر شہر سے نکال دیا گیا۔ اب غرناطہ کے تخت پر ایک سردار یوسف نے قبضہ کرلیا۔ قسطالہ کے بادشاہ جون دوم نے یوسف کی مدد کی' چونکہ چند ماہ بعد یوسف اس دنیا سے چل بسا اس لئے محمد ہفتم کو پھر بٹھادیا گیا۔

۱۴۳۳ء (۸۳۶ ہجری) میں قسطالہ نے غرناطہ پر حملہ کیا' قسطالہ کی فوج کو ارشیدونہ کی دیواروں تلے شکست دی گئی۔ لیکن اس پر بھی اس نے غرناطہ کے مضافات کے بہت سے حصے کو ویران کردیا تھا۔ ۱۴۴۴ء میں محمد ہفتم کے بھتیجے ابن احنف نے اسے تخت سے علیحدہ کردیا۔ غرناطہ کے لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ مان لیا۔ لیکن بہت سے عرب سرداروں نے جون دوم کے ہاں پناہ لی۔ یہ سردار ابن احنف کے ایک بھتیجے اسماعیل کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ جون دوم اور ان سرداروں کی مدد سے ابن اسماعیل نے غرناطہ پر حملہ کردیا۔ یہ خانہ جنگی پانچ سال تک جاری رہی۔

Marfat.com

ہنری چہارم نے نہ صرف تحائف لینے سے انکار کردیا بلکہ اس نے غرناطہ پر بھی حملہ کردیا یہ تباہ کن لڑائی کئی سال تک جاری رہی جس میں عربوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے گھروں کو کھنڈروں میں تبدیل کردیا گیا۔ ان کے کھیت ویران اور آب پاشی کے ذرائع تباہ ہوگئے۔ قشتالہ کی فوجوں نے ارشیدونہ اور جبل الطارق پر قبضہ کرلیا۔ ابن اسماعیل نے اپنی مملکت کو بچانے کے لئے ہنری چہارم کو اپنا حاکم اعلیٰ مان لیا۔ دونوں حکمرانوں میں غرناطہ کے قریب ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں جو معاہدے طے پایا وہ اسماعیل کی موت تک (۱۴۶۶ء) جاری رہا۔

پچاسواں باب

آخری کش مکش

ابن اسماعیل کے بعد اس کا بڑا بیٹا ابوالحسن تخت نشین ہوا۔ وہ بہت بہادر اور ذہین انسان تھا۔ اگر اسے لوگوں کی متحدہ امداد حاصل ہوتی تو وہ شان و شوکت میں اپنے سے پہلے حکمرانوں سے کسی طرح کم نہ ہوتا۔ اس کی قوم میں پھوٹ پیدا ہو چکی تھی، ان حالات میں اس کی مشکلات بہت بڑھ گئی تھیں۔ اس کے بیٹے کی بغاوت نے تباہی کی گھڑی کو قریب سے قریب تر کردیا۔

۱۴۶۹ء میں فرڈیننڈ اور ازابیلہ کی شادی نے قسطالہ، ارغون اور لیون کی فوجوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کردیا تھا۔ دونوں نے مل کر ہی فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ ہسپانیہ سے تہذیب کے آخری نشان تک مٹادیں گے۔ ابوالحسن نے اپنے باپ کا تسلیم کردہ خراج دینے سے انکار کردیا۔ فرڈیننڈ اور ازابیلہ کو غرناطہ پر حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا اور دونوں کی فوجوں نے زہرا شہر پر قبضہ کرکے اس کی عمارتوں کو گرانا شروع کردیا۔ اسی موقعہ پر ایک عالم دین نے غرناطہ کے بادشاہ سے کہا تھا۔

"زہرا کے کھنڈر ہمارے سروں پر گرنے والے ہیں۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی حکومت کے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

قسطالہ کی فوج نے غرناطہ کے ایک قریبی مقام الحما پر قبضہ کرلیا۔ یہ مقام غرناطہ کا دروازہ تھا۔ حفاظتی دستوں نے اگرچہ بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ پھر بھی اس شہر پر قسطالہ کی فوج نے قبضہ کرلیا۔ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ جن بچوں اور عورتوں نے جامع مسجد میں پناہ لی تھی، ان سب کو قتل کردیا گیا یوں الحما پر اہل قسطالہ کا قبضہ ہوگیا۔

کل کا ایک بارونق شہر آج گورستان میں بدل گیا کل تک جس شہر کے بازاروں میں لوگ خوشی خوشی چلتے پھرتے تھے، آج وہاں انسانی نعشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

الحما کے سقوط نے غرناطہ کے سقوط کی راہ پیدا کردی۔ غرناطہ کی مسلم آبادی پر حزن و ملال چھا گیا۔ ابوالحسن نے الحما پر قبضہ کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی پہلی کوشش میں وہ ناکام رہا۔ دوسری کوشش میں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا چاہتا تھا کہ اس کے بیٹے ابو عبداللہ محمد نے غرناطہ میں بغاوت کردی۔

ابوالحسن کی دو بیویاں تھیں' ایک مسلمان اور دوسری عیسائی۔ ابوالحسن اپنی عیسائی بیوی اور اس کے بچوں کی طرف زیادہ مائل تھا۔ اس پر ابوالحسن کی دوسری بیوی نے ابو عبداللہ کو اپنے باپ کے خلاف بغاوت پر اکسایا۔ غرناطہ کے فوجی دستے اور شہری آبادی کے ایک حصے نے ابو عبداللہ کو اپنا بادشاہ مان لیا' ابو الحسن کو غرناطہ آنا پڑا۔ غرناطہ میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ باپ بیٹے میں جب عارضی صلح ہوگئی تو ابوالحسن نے لوشہ اور کانیتی پر قبضہ کرلیا۔ لیکن ان کامیابیوں سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ اسے بتایا گیا کہ اس کے بیٹے ابو عبداللہ نے الحمرا پر قبضہ کرلیا ہے اور اسے بادشاہت کے اختیارات مل چکے ہیں۔

۱۴۳۸ء میں فرڈیننڈ اور ازابیلہ نے لوشہ کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اپنی فوجوں کو مالقہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا' اگر ہم

"فصلوں کی تباہی' درختوں کے کاٹے جانے' دیہات کو برباد کئے جانے' چوپاؤں کی چوری اور بے دست و پا انسانوں کے قتل کو کامیابی کہہ سکتے ہیں۔

تو بلا شبہ یہ کامیابی تھی' بہت جلد ابوالحسن کے جرنیل رضوان نے ان فوجوں کو شکست دی۔ عربوں کے لئے کامیابی کے امکانات ختم نہیں ہوئے تھے۔ لیکن ابو عبداللہ کی غداری نے تمام حالات کو بدل دیا۔ اس نے لوشہ پر حملہ کردیا لیکن شکست کھائی۔ قشتالہ کی فوج نے اسے قید کرلیا۔"

اب ابوالحسن مالقہ کے گورنر زغل کے حق میں دستبردار ہوگیا۔ ابو عبداللہ کی گرفتاری کو فرڈیننڈ اور ازابیلہ نے اپنے لئے نیک فال سمجھا۔ کیونکہ ابو عبداللہ کے ذریعہ غرناطہ میں مزید نااتفاقی اور پھوٹ پیدا کرسکتے تھے' ابو عبداللہ فرڈیننڈ کا آلہ کار تھا۔ فرڈیننڈ اور ازابیلہ نے اسے غرناطہ واپس بھیج دیا۔ ابو عبداللہ نے فرڈیننڈ اور ازابیلہ کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا چنانچہ اس وعدے کے پیش نظر انہوں نے ابو عبداللہ کو غرناطہ پر قبضہ کرنے کے لیے ایک فوج دی۔ غرناطہ میں پھر خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس موقع پر زغل نے ابو عبداللہ سے کہا کہ ہم دونوں مل کر غرناطہ پر حکومت کریں گے۔ بشرطیکہ اس موقعہ پر مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تم میرے ساتھ مل جاؤ لیکن نالائق اور کمزور عبداللہ نے زغل کی باتوں کو نہ مانا۔ زغل اور عبداللہ کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرڈیننڈ اور ازابیلہ نے الورا' زندہ اور کئی ایک دوسرے اہم شہروں پر قبضہ کرلیا۔

۱۴۳۶ء میں انہوں نے لوشہ پر قبضہ کرلیا۔ ایک سال بعد مالقہ بھی ان کے قبضہ میں آگیا۔ زغل نے اس شہر کو واپس لینے کی کوشش کی۔ لیکن ابوعبداللہ نے رکاوٹ ڈال دی۔

جب فرڈیننڈ نے اس شہر پر قبضہ کیا' تو ابو عبداللہ نے اسے مبارک باد بھیجی۔

ان شہروں کو اس شرط پر فرڈیننڈ کے حوالے کیا گیا تھا کہ وہ ان کی پُرامن زندگی کو درہم برہم نہیں کرے گا۔ لیکن جب ان شہروں پر فرڈیننڈ نے قبضہ کرلیا تو اس نے ان شہروں میں لُوٹ مار مچادی اور لوگوں کو گھروں سے نکال دیا گیا۔ اب زغل کے قبضہ میں چند ایک شہر رہ گئے تھے۔

اب فرڈیننڈ نے ابو عبداللہ سے کہا کہ وہ زغل سے جتنے شہر چھین لے گا وہ ان سب کو اس کے حوالے کردے گا۔ ابو عبداللہ اس چکمے میں آگیا ابو عبداللہ کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ زغل جو فرڈیننڈ کو بارہا شکست دے چکا ہے کہیں غرناطہ پر حملہ نہ کردے۔ چنانچہ وہ فرڈیننڈ سے مل گیا۔ اس موقعہ پر زغل نے افریقہ کے مسلم حکمرانوں سے امداد کی اپیل کی لیکن وہ بھی اس وقت آپس میں لڑ رہے تھے اس اپیل کا کوئی نتیجہ نہ نکلا لیکن اس کے باوجود زغل نے مقابلہ جاری رکھا۔ اور آخر کار چار ستمبر ۱۴۸۹ء کو زغل کی راجدھانی پر فرڈیننڈ کا قبضہ ہوگیا۔ زغل نے مجبور ہوکر فرڈیننڈ کی اطاعت قبول کرلی۔ وہ ایک سال بعد افریقہ میں جلا وطن کردیا گیا۔

اب غرناطہ اور اس کے مضافات کے علاوہ عربوں کے پاس ہسپانیہ کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ اب عبداللہ کی آنکھیں کھلیں۔ فرڈیننڈ اور ازابیلہ نے ابو عبداللہ سے مطالبہ کیا کہ وہ غرناطہ کو ان کے حوالے کردے۔ اس کے انکار کے بعد فرڈیننڈ نے غرناطہ کے مضافات کو تباہ و برباد کرنا شروع کردیا۔ یہ تباہی مچانے کے بعد فرڈیننڈ قرطبہ چلا گیا۔ اسی اثنا میں عربوں کے ایک جرنیل موسیٰ نے لڑائی کو دشمن کے ملک تک پہنچانے کی جدوجہد شروع کردی' اس کی بہادری نے ابو عبداللہ میں بھی جوش و خروش پیدا کردیا تھا' عربوں نے کئی ایک سرحدی شہروں پر قبضہ کرلیا۔

مارچ ۱۴۹۱ء میں فرڈیننڈ چالیس ہزار سپاہی لے کر غرناطہ کی طرف بڑھا فصلوں کو تباہ و برباد کردیا گیا۔ گھروں کو راکھ کا ڈھیر بنادیا۔ شہریوں کو قتل کردیا گیا ہسپانیہ میں تہذیب کے آخری مرکز کے اردگرد فرڈیننڈ کا دباؤ بڑھتا جارہا تھا۔

دس سال تک عربوں نے ایک ایک انچ کے لیے لڑائی جاری رکھی۔ جہاں کہیں ان کے پاؤں جم سکتے تھے' دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اب ان کے پاس اپنی راجدھانی کے علاوہ کوئی دوسرا شہر نہیں تھا۔ انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے آپ کو شہر کے اندر بند کرلیا۔

شہر کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی تیاریوں سے کام لیا گیا۔ چونکہ ایک خاص مدت

Marfat.com

تک غرناطہ اور دوسرے شہروں کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ جاری رہا' اس لئے اس مدت میں محاصرہ کرنے والوں کو زیادہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اسی اثنا میں موسیٰ کے حملے دشمنوں کو پریشان کرتے رہے۔ دست بدست لڑائی میں عربوں کو بہت زیادہ کامیابی ہوتی رہی تھی۔ قشتالہ کے بہادر ایک ایک کر کے مارے جا رہے تھے۔ اچونکہ فرڈیننڈ کے بہت سے سپاہی ان دست بدست لڑائیوں میں مارے گئے' اس لئے اس نے شہر کی ناکہ بندی کر کے اس پر ایک بہت بڑا ہلہ بولنے کا فیصلہ کرلیا۔

دشمن نے شہر کی دیواروں کے باہر ایک ایک انچ زمین پر قبضہ کرلیا باہر سے کسی قسم کی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اب غرناطہ والوں کے لئے باہر سے سامانِ خوراک حاصل کرنا ناممکن ہوگیا تھا۔ سامان روز بروز کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ شہریوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔

غرناطہ کی فوج نے اس ناکہ بندی کو توڑنے کی آخری کوشش کی لیکن پیادہ فوج کی کمزوری کے سبب اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب محصورین نے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کرلیا۔

قحط نے ایسی صورت حالات پیدا کردی تھی جس کے سامنے انتہائی درجہ شجاعت بھی بے بس تھی۔"

اب غرناطہ والوں نے قشتالہ کی فوج کے سامنے صلح کی شرائط پیش کیں۔ ایک طویل بات چیت کے بعد طے پایا:

"اگر دو ماہ تک غرناطہ والوں کو باہر سے کسی قسم کی کمک نہ پہنچی تو پھر غرناطہ کو عیسائیوں کے حوالے کردیا جائے۔

غرناطہ کا بادشاہ' وزیر' شیوخ' اور تمام دوسرے لوگ قشتالہ کے حکمرانوں کی وفاداری کا حلف اٹھائیں۔

ابو عبداللہ کو غرناطہ کے مضافات میں چھوٹی سی جاگیر دی جائے گی۔ مسلمانوں کی پوری طرح سے حفاظت کی جائے گی۔

مسلمانوں کو ان کی جائدادوں سے کسی طرح بھی محروم نہیں کیا جائے گا۔ سب مسلمانوں کے اسلحہ اور ان کے گھوڑوں پر قبضہ نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو اپنے دینی فرائض ادا کرنے کی پوری پوری آزادی ہوگی

مسلمانوں کی مسجدیں اور دوسری عمارتیں نہیں گرائی جائیں گی۔

Marfat.com

جب مؤذن اذان دے گا تو اذان میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔
مسلمان اپنی زبان' لباس اور رسوم میں آزاد ہوں گے۔
مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ ان کے قاضی کیا کریں گے۔
مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جو معاملات پیش آئیں گے' ان کا فیصلہ مخلوط عدالت کے سپرد ہوگا۔
مسلمانوں سے صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو اپنے بادشاہوں کو ادا کرتے رہے ہیں۔
کسی عیسائی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا کہ وہ کسی مسلمان کے گھر میں زبردستی گھس جائے یا اس کی بے عزتی کرے۔
تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا جائے گا۔
جو مسلمان افریقہ جانا چاہیں انہیں ایک مقررہ مدت میں ہسپانیہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی۔
ان مسلمانوں کو قسطالوی جہازوں پر سوار کردیا جائے گا۔ ان سے سوائے کرایہ کے کوئی مزید رقم وصول نہیں کی جائے گی۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد بھی مسلمانوں کو افریقہ جانے کی اجازت ہوگی۔ بشرطیکہ وہ مقررہ محصول ادا کریں۔ جو اس کے سامان کی مجموعی قیمت کے دسویں حصے سے زیادہ نہیں ہوگا۔
کسی شخص کے جرائم کی سزا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں دی جائے گی۔ جن عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا انہیں اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔
جو مسلمان اپنا مذہب ترک کرنا چاہیں' انہیں چند دن کی مہلت دی جائے تاکہ وہ اس کے بارے میں سوچ بچار کرسکیں' اس مدت کے بعد اس کے مذہب کے بارے میں ایک عیسائی اور ایک مسلمان جج کے سامنے بیان لیا جائے گا۔
جو مسلمان عیسائیوں میں رہنا چاہیں یا سفر کرنا چاہیں ان کی حفاظت کی جائے گی۔
یہودیوں کی طرح مسلمانوں کے لئے کوئی خاص نشان مقرر نہیں کیا جائے گا۔
موسیٰ نے ان شرائط کے خلاف آواز بلند کی۔ اس نے عربوں کو آگاہ کیا کہ وہ اہل قسطالہ کے وعدوں کا اعتبار نہ کریں بلکہ محاصرہ توڑنے کی آخری کوشش کر دیکھیں اس نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ:۔
غلامی کی شرمناک زندگی سے موت بہتر ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ اہلِ

Marfat.com

قستالہ اپنے وعدے وفا کریں گے؟ تمہیں فریب دیا جارہا ہے' دشمن ہمارے خون کا پیاسا ہے۔ موت ان مصائب کے مقابلے پر کچھ نہیں۔ جو کچھ دشمن ہمارے لئے تجویز کر چکا ہے۔ وہ مصائب کیا ہیں؟ نقصان' ذلت' رسوائی' تباہی' لوٹ مار عورتوں کی توہین۔ مسجدوں کی بے حرمتی' ظلم' بے انصافی اور عدم رواداری ہمیں زندہ جلانے کے لئے آگ روشن ہو چکی ہے۔"

اس کے الفاظ بے اثر تھے۔ کسی نے اس کی بات پر عمل نہ کیا' وہ اپنے الفاظ پر خود عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے زرہ بکتر پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے ایک دروازے سے کبھی واپس نہ آنے کے لئے باہر نکل گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب وہ دروازے سے باہر نکلا تو دس عیسائی نائٹوں کا سامنا ہوا۔ وہ ان سے لڑتا رہا۔ اس نے کئی ایک کو مار دیا' زخموں سے چور ہو کر وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ اس نے لڑائی کو پھر بھی جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گیا۔ دشمن اس کی طرف بڑھے۔ وہ دریا میں کود پڑا۔ لوہے میں ملبوس بہادر انسان دریا کی تہہ تک جا پہنچا۔

سلطانِ روم اور سلطان مصر سے امداد لینے کے لئے ایلچی دوڑا دیئے گئے۔ لیکن وقت مقررہ گزر جانے تک کسی قسم کی امداد نہ پہنچ سکی۔ چنانچہ تین جنوری ۱۴۹۲ء کو قستالویوں نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا۔ بلا شبہ وہ گھڑی بہت منحوس تھی۔ کیونکہ ہسپانوی عیسائیوں کے اس شہر پر قابض ہوتے ہی جزیرہ نما کے ہسپانیہ کی علمی اور صنعتی سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔

ابو عبداللہ نے اپنے خاندان سمیت الشراس کی راہ لی' جب وہ پادول کی پہاڑیوں کے قریب پہنچا' تو اس نے غرناطہ پر نظر جما کر رونا شروع کر دیا۔ اس پر اس کی ماں نے اس سے کہا۔

"اس چیز کے کھوئے جانے پر عورتوں کی طرح آنسو بہاتے ہو جسے تم مردوں کی طرح نہیں بچا سکے"۔

ابو عبداللہ نے تھوڑی دیر اندروش میں قیام کیا۔ لیکن ہسپانیہ میں اس کی موجودگی کو فرڈیننڈ اپنے لئے خطرناک خیال کرتا تھا۔ اس لئے اسے بہت جلد افریقہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اس نے ۱۵۳۸ء (۹۴۰ ہجری) میں فاس (مراکش) میں وفات پائی۔ سترھویں صدی کے ایک عرب مصنف نے اس کے دو بیٹوں یوسف اور احمد کو بھیک مانگتے دیکھا تھا۔

اکیاونواں باب

ہسپانیہ سے عربوں کا اخراج

فرڈنینڈ اور ازبیلہ نے اپنے طرزِ عمل سے بہت جلد ثابت کردیا تھا کہ ان کے بہادر لیڈر موسیٰ کے الفاظ صداقت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے یہودیوں پر بہت زیادہ سختیاں شروع کردیں۔ عربوں کے بردبار دورِ حکومت میں یہودیوں کو بہت زیادہ فروغ ہوا تھا۔ ان کی دولت کو لوٹنے کے لئے قشتالہ کے حکمران ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

۱۴۹۲ء میں فرڈنینڈ نے حکم جاری کیا تھا کہ یہودی یا تو اپنا مذہب چھوڑ دیں یا ہسپانیہ سے چلے جائیں۔ یہودیوں کو زندہ جلا دیا گیا' انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں' ان میں سے ہزاروں کو جلا وطن کردیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی فرڈنینڈ نے مسلمانوں کے ساتھ جو شرائط طے کی تھیں' ان کی خلاف ورزی شروع کردی۔ مسلمانوں سے ان کی مذہبی آزادی چھین لی گئی۔ ان میں سے جو عیسائی مذہب قبول نہیں کرتا تھا اسے قتل کردیا جاتا تھا۔ غرناطہ کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں سے چل پڑی۔ ان لوگوں نے ایک پہاڑی علاقہ میں پناہ لی۔ لیکن یہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ انہوں نے تمام مردوں کو قتل کردینے کے بعد اس مسجد کو بارود سے اڑا دیا جس میں عورتیں اور بچے پناہ لئے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے عیسائیوں کا بہادری سے مقابلہ جاری رکھا۔ ۱۵۰۱ء میں مسلمانوں نے عیسائیوں کے مقابلے پر ایک ایسی فتح حاصل کی جس کے سبب بچے کھچے مسلمان ہسپانیہ چھوڑ کر مراکو' ترکی اور مصر میں جاسکے' ان مسلمانوں کے ساز و سامان کو ان کے عیسائی حکمرانوں نے چھین لیا

جو مسلمان ہسپانیہ چھوڑنے میں ناکام رہے انہیں تلوار کے زور سے عیسائیت قبول کرنے کو کہا گیا۔ ایک عرب مورخ کے الفاظ میں

"یہ لوگ برائے نام عیسائی تھے' انہوں نے اس مذہب کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ چھپ کر خدا کی عبادت کرتے اور دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتے"

لین پول کے الفاظ میں

"جونہی وہ اپنے بچوں کو بپتسمہ دلا کر اپنے گھروں کو جاتے ان کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ اس پانی کے اثرات کو دھودیتے۔ وہ عیسائیوں کے طریق پر شادی کرنے کے بعد

Marfat.com

اپنے گھروں میں اسلامی نکاح پڑھاتے۔ ایک اچھی حکومت اپنے اچھے طرز عمل سے اس بے چینی سے بچ سکتی تھی۔ ہسپانیہ کے حکمرانوں میں صلاحیت اور قابلیت مفقود تھی۔"

ان کے مظالم میں ہر روز اضافہ ہوتا گیا۔"

ان برائے نام عیسائیوں کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ جس کے متعلق تھوڑا سا شک گذرتا اسے احتساب کی سنگین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا۔ غرناطہ' قرطبہ اور اشبیلیہ میں ایسے لوگوں کو زندہ جلانے کے لئے آگ روشن رہتی تھی۔ ان لوگوں کو چاقو تک رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ۱۵۶۸ء میں ان کی حالت ناقابل برداشت ہوگئی' اس زمانہ میں ہسپانیہ پر فلپ دوم ہسپانیہ میں عربوں کے آثار باقیہ کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔

غرناطہ کے لاٹ پادری نے فلپ دوم سے ایک حکم جاری کروایا جس کی رو سے عربوں کو ان کی زبان' عادات اور رسوم کو ایک دن کے اندر اندر چھوڑنے کو کہا گیا۔ عربوں کو مجبور کردیا گیا کہ وہ ہیٹ اور برجس استعمال کریں' اپنے حکمرانوں کی طرح نہانا ترک کردیں۔ ان سے یہ کہا گیا۔ کہ وہ ہسپانوی نام اختیار کریں۔

اس ذلت آمیز اعلان کے بعد عربوں نے بغاوت کردی۔ تین سال تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ خان جون آف آسٹریا نے عربوں کا قتل عام کیا۔ مردوں عورتوں اور بچوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود بلنیہ اور مرسیہ میں عربوں کی تھوڑی سی تعداد باقی تھی۔ ۱۶۱۰ء میں فلپ سوم نے اپنے باپ کے کام کو پورا کردیا' پانچ لاکھ عربوں کو افریقہ میں جلا وطن کردیا گیا جو عرب ہسپانیہ کے اندونی علاقوں میں آباد تھے انہیں فرانس کے ساحل کی طرف دھکیل دیا گیا۔ جہاں سے انہوں نے دوسرے مسلم ملکوں کی راہ لی۔ غرناطہ کے سقوط سے فلپ سوم کے عہد حکومت تک تیس لاکھ عربوں کو ہسپانیہ سے خارج کیا گیا۔

اس طرح ہسپانیہ میں ایک ایسی قوم کا خاتمہ کردیا گی۔ جس نے اپنی محنت سے ہسپانیہ کی رونق بڑھائی تھی۔ جنہوں نے اس سرزمین کو صنعتی ملک بنا دیا تھا۔ جنہوں نے اندلس کو باغ کی صورت دے دی تھی' جنہوں نے اس علوم و فنون کی شمع کو جلایا جبکہ آس پاس کے تمام یورپی ملکوں پر جہالت طاری تھی۔ جنہوں نے تہذیب و تمدن کو پھیلایا۔ جنہوں نے فی الواقع جدید یورپ کی بنیاد رکھی تھی۔ عربوں کے اخراج سے ہسپانیہ کو کیا فائدہ پہنچا؟ خوبصورت اور مہذب ہسپانیہ ذہنی اور اخلاقی پستیوں کا شکار ہوکر رہ گیا۔ ایک ہسپانوی مؤرخ کوندے کے الفاظ میں:

"ایک ابدی تاریکی نے ملک کو اپنے آغوش میں لے لیا اس ملک کو جسے عربوں نے اپنی محنت سے بامِ کمال تک پہنچادیا۔ فطرت تبدیل نہیں ہوئی وہ پہلے کی طرح مسکرا رہی ہے' لیکن لوگ اور ان کا مذہب بدل چکا ہے آج بھی ہسپانیہ کے ویرانوں میں ان کی گزشتہ عظمت کے ٹوٹے پھوٹے نشان دکھائی دیتے ہیں' ان نشانوں سے صداقت کی یہ آواز بلند ہورہی تھی' مفتوح عربوں کو سلام اور فاتح ہسپانویوں کیلئے تباہی اور ذلت"۔

ایک دوسرا یورپی مؤرخ لین پول ہسپانیہ سے عربوں کے اخراج کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

"گمراہ اور غلط کار ہسپانوی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں' عربوں کے اخراج پر وہ بہت خوش تھے' ان کے نزدیک اس سے زیادہ رومانی واقعہ اور کوئی نہیں تھا۔ شاعروں نے عربوں کے اخراج کے گیت گائے۔ مصوروں نے تصویریں بنائیں' نرم دل اور بردبار سروانتیس نے بھی عربوں کے اخراج کو حق بجانب قرار دیا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انہوں نے سونے کی چڑیا کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کردیا ہے۔ صدیوں تک ہسپانیہ تہذیب کا مرکز بنا رہا۔ علوم و فنون کے مختلف شعبوں نے اس سر زمین میں بہت زیادہ ترقی کی۔ یورپ کا کوئی دوسرا ملک اس زمانہ میں عربوں کی علمی اور تہذیبی سطح تک نہیں پہنچا تھا' ہسپانیہ کو تھوڑی مدت کے لئے فرڈیننڈ اور ازابیلہ اور فلپ پنجم کے عہد میں جو فروغ حاصل ہوا' ہسپانیہ میں عرب دور کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ عربوں کے اخراج کے بعد عیسائی ہسپانیہ تھوڑی مدت کے لئے چمکا۔ چاند کی طرح جو اپنی روشنی کو سورج سے مستعار لیتا ہے اس کے بعد گرہن لگا' اس وقت سے اب تک ہسپانیہ تاریکی میں لپٹا ہوا ہے' عربوں کی شان و شوکت کی یادگاریں آج بھی ہسپانیہ کے ویرانوں میں دکھائی دیتی ہیں۔"

Marfat.com

باونواں باب

غرناطہ پر ایک نظر

غرناطہ کی مملکت ہسپانیہ کے ان حصوں پر مشتمل تھی جو جزیرہ نما کے جنوب مشرقی کونے میں واقع ہیں۔ غرناطہ کی مملکت اپنے عروج کے زمانہ میں بھی شمالاً" جنوباً" ۷۵ میل اور شرقاً" غرباً" دو سو میل سے زیادہ نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے علاقے میں وہ تمام ذرائع موجود تھے' جن کی کسی بڑی سے بڑی مملکت کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ اس کی کشادہ آبادیاں معدنی دولت سے مالامال تھیں۔ یہاں کی آبادی کاشتکاروں اور سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کی چراگاہوں کو بے شمار ندیاں سیراب کرتی تھیں۔ اس کے ساحلوں پر کئی ایک مفید تجارتی بندرگاہیں تھیں۔ یہ بندرگاہیں بحیرہ روم کی بہترین منڈیاں تھیں' غرناطہ کی مملکت تیس شہروں' اسی قلعہ بند شہروں اور کئی ہزار دیہات پر مشتمل تھی' غرناطہ کا میدان نوّے میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میدان کو دو دریاؤں کا پانی سیراب کرتا تھا۔ اس میدان میں بے شمار باغ اور محل تھے' باغوں کے قریب ہی سبزہ زار ہوتے تھے' عربوں نے غرناطہ کی وادی میں کاشتکاری کے تمام ذرائع صرف کردیئے تھے۔ دریائے شیل اور وارد سے کئی ایک نہریں نکالی گئی تھیں۔ المریہ کی بندرگاہوں سے اٹلی کے شہروں میں ریشم بھیجا جاتا تھا۔ غرناطہ کی مملکت کا ہر شہر کسی نہ کسی صنعت کی وجہ سے مشہور تھا' غرناطہ کی بندرگاہوں میں یورپ' شام' اور افریقہ کے جہاز مال اسباب سے لد کر اپنے اپنے ملکوں کی راہ لیتے' غرناطہ ایک بہت بڑا تجارتی مرکز بن گیا۔ غرناطہ ایک بین الاقوامی شہر تھا۔ غرناطہ کے شہریوں کو ان کی دیانت کے سبب عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ غرناطہ کے ریشم کی سب سے بڑی منڈی فلورنس تھی۔ غرناطہ کا شہر اس میدان میں ایک مینار کی حیثیت رکھتا تھا۔ دریائے دارو اس شہر میں سے گذرنے کے بعد میدان کے نچلے حصے کا رخ کرلیتا۔ بنو نصر کے عہد حکومت میں غرناطہ کے ارد گرد فصیل بنی ہوئی تھی۔ جس میں بیس دروازے تھے اور ایک ہزار تیس مینار تھے' شہر کے وسط میں قلعہ واقع تھا۔ ہر بازار میں عوام کے استعمال کے لئے فوارے بنائے گئے تھے' غرناطہ کے مکانات صاف ستھرے ہوتے تھے' پندرھویں صدی کے وسط میں اس شہر کی آبادی چار لاکھ کے قریب تھی۔

Marfat.com

اس شہر کے بالمقابل ایک پہاڑی پر ابن الاحمر نے ایک قلعہ اور ایک محل بنوایا تھا۔ اس قلعہ میں چالیس ہزار سپاہی آسانی سے رہ سکتے تھے۔ ان اوراق میں جنّات کی بنائی اس عمارت کا تفصیلی تذکرہ نہیں کیا جاسکتا۔ الحمرا کے مینار، قلعے، محل، حمام، محراب اور ستون فن تعمیر کے بہترین نمونے تھے آس پاس کے باغوں نے الحمرا کی رونق کو اور بڑھادیا تھا۔ قسم قسم کے پھولوں کی کیاریاں الحمرا کی فضا کو معطر بنائے رکھتی تھیں۔ الحمرا کے ہال کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں ایک سو اٹھائیس ستون تھے۔ الحمرا کے حسن و کمال کے، بیان کے لئے کسی بہت بڑے استاد کی ضرورت ہے۔

الحمرا کے مقابل جنتہ العریف کی حسین و جمیل عمارت تھی۔ ایک مؤرخ کے الفاظ میں:۔

"یہ عمارت بھی حسن و جمال کا ایک بہترین مرقع تھی، فواروں اور پھولوں نے اس کی رونق کو بڑھا رکھا تھا۔ آج ان میں چند ایک صرف گزشتہ عظمت کی یاد تازہ کرنے کے لئے موجود ہیں!"

علوم و فنون کی سرپرستی میں غرناطہ کے حکمران قرطبہ کے خلیفوں کے مدّ مقابل تھے۔ غرناطہ کے حکمرانوں کی سرپرستی نے غرناطہ کو عالموں، فاضلوں اور بہادروں کا مرکز بنادیا تھا، انہوں نے رفاہ عامہ کے لئے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں، غرناطہ کی بعض خواتین نے ادبیات میں بڑا نام پایا تھا۔ غرناطہ کے حکمرانوں نے صرف شعر و شاعری ہی کی سرپرستی نہیں کی تھی، بلکہ تاریخ جغرافیہ، فلسفہ، فلکیات، طب، موسیقی اور دوسرے طبی علوم کی سرپرستی پر بھی انہوں نے زرکثیر صرف کیا تھا۔

غرناطہ میں علوم و فنون پھیلانے کے لئے ہر درسگاہ کے ناظم کو ممتاز فاضلوں میں سے چنا جاتا تھا۔ تیرھویں صدی کے درمیان میں غرناطہ یونیورسٹی کا شیخ سراج دین ابو جعفر تھا۔ شیخ کے عہدے کے لئے کسی قسم کا مذہبی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ بارہا اس عہدے پر عیسائیوں اور یہودیوں کو مامور کیا جاتا تھا۔ ہسپانیہ کی عرب یونیورسٹیوں کے سالانہ اجتماع میں عام لوگوں کو شامل ہونے کی دعوت دی جاتی تھی۔ اس موقعہ پر یونیورسٹی پروفیسروں کی طرف سے خطبات دیئے جاتے ہر کالج کے دروازے پر یہ عبارت کندہ ہوتی تھی،

"دنیا چار باتوں پر قائم ہے، دانش مند کی دانش، حکمران کا عدل، نیک کی عبادت اور سپاہی کی بہادری۔"

قرطبہ کے زوال کے بعد شورائی نے غرناطہ میں ترقی کی، غرناطہ کی سوسائٹی میں عورتیں

Marfat.com

علمی اور فنی اجتماعوں میں شریک ہوتی تھیں۔ عورتوں کے اس اثر کے سبب شولری نے غرناطہ میں بہت ترقی کی۔ غرناطہ کی عورتوں کا لباس بہت قیمتی ہوتا تھا۔

سپاہیانہ زندگی بسر کرنے والوں نے بہت مدت پہلے پگڑی کو ترک کردیا تھا۔ بلنیہ، مرسیہ اور جنوبی صوبوں میں قاضیوں اور فقیہوں نے ٹوپی کا استعمال شروع کردیا تھا۔ ایک ہمعصر مورخ لکھتا ہے کہ ایک بہت بڑا عالم سلطان مرسیہ کے دربار میں ننگے سر گیا تھا۔ اسی مورخ کے بیان کے مطابق ابن ہود اور ابن احمر نے کبھی پگڑی نہیں پہنی تھی۔

قرطبہ اور قستالہ کے مغربی اضلاع میں قاضی پگڑی پہنتے تھے۔ لیکن یہ پگڑیاں ایشیائی لوگوں کی پگڑیوں سے بہت چھوٹی ہوتی تھیں۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہسپانوی مسلمان اپنے ایشیائی بھائیوں کی بڑی بڑی پگڑیاں دیکھ کر مسکرایا کرتے تھے۔ ہسپانوی مسلمانوں کا لباس ہمسایہ یورپی ملکوں کے لباس سے ملتا جلتا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ لباس اور گھر کی صفائی میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

صاف ستھرا رہنے کی یہاں تک عادت تھی کہ نچلے طبقہ کے لوگ اپنے آخری درہم کو روٹی کی جگہ صابن پر خرچ کرتے تھے۔ وہ ایک وقت بھوکا رہنے کو میلے کچیلے کپڑوں میں دکھائی دینے کو ترجیح دیتے تھے۔

ترپن واں باب

عربوں کے ہسپانیہ پر ایک نظر

حکومت کا افسر اعلیٰ سلطان ہوتا تھا۔ لیکن نظم و نسق کا سارا کام کاج وزیروں کے سپرد ہوتا تھا۔ حکومت کے ہر شعبے کے لیے الگ الگ وزیر ہوتے تھے' عام طور پر وزارت کے چار شعبے ہوتے تھے' مالیات' امور خارجہ' عدل اور فوج۔ سلطان کی پریوی کونسل کے ارکان کو بھی بعض دفعہ وزیر کا خطاب دیا جاتا تھا۔ کونسل کے صدر کو حاجب کہا جاتا تھا' حاجب براہ راست سلطان سے ملاقات کرسکتا تھا۔ وہ عام طور پر وزیراعظم کے فرائض بجالاتا تھا۔ وزارت کا اجلاس ایک ہال میں ہوتا' جس میں وزیراعظم کی نشست دوسری نشستوں سے ذرا اونچی ہوتی تھی۔ وزیروں کی طرح پریوی کونسل کے ارکان کو بھی یہ حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ سلطان کے ساتھ بیٹھ سکتے تھے!

وزارت خارجہ کی امداد کے لئے کئی ایک سکریٹری ہوتے تھے' ہر ایک سکریٹری کے سپرد الگ الگ شعبے ہوتے تھے' غرناطہ میں سلطان کے ذاتی اخراجات کا حساب کتاب رکھنے والا وکیل کہلاتا تھا۔ چونکہ غرناطہ میں وزارت خارجہ کا کوئی عہدہ نہیں تھا اس لئے وزارت کے فرائض مجلس محاسبات کے سپرد تھے۔

ہسپانیہ میں قاضی کا مرتبہ بہت بلند ہوتا تھا۔ ہسپانیہ میں سب سے بڑے قاضی کو قاضی الجماعت کہا جاتا تھا۔

مشرق کے دوسرے ملکوں کی طرح پولیس کے بڑے افسر کو صاحب الشرط کہا جاتا تھا۔ قرطبہ کے خلیفوں کے عہد میں اس افسر کے اختیارات بہت وسیع ہوتے تھے۔ شہروں کے مجسٹریٹ صاحب المدینہ کہلاتے تھے۔ ہسپانیہ میں محتسب کے وہی فرائض ہوتے جو ایشیا اور افریقہ میں ان کے سپرد ہوتے تھے۔ وہ دکانداروں کے باٹ اور ترازو دیکھتا' منڈیوں کا معائنہ کرتا' شور و غل کو بند کرتا' دھوکہ دینے والے دکانداروں کو فوری سزائیں دیتا' دربانوں کے ذمہ یہ کام ہوتا تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد شہر کے دروازے بند کردیا کریں' یہ دربان مسلح ہوتے تھے ان کے ہاتھوں میں لالٹینیں ہوتی تھیں۔

ابتدائی دور میں سمندری بیڑے کے کمانڈر کو امیر الماء کہا جاتا تھا۔ فرانسیسیوں اور

Marfat.com

ہسپانیوں نے امیرالماء کو بگاڑ کر المیران بنادیا۔ بنی امیہ اور موحدین کے عہد حکومت میں ہسپانیہ کا بیڑا عیسائی اقوام کے متحدہ بیڑے سے بھی زیادہ طاقتور تھا۔ ابن خلدون کے الفاظ میں:۔

"اس بیڑے کے کمزور ہوجانے سے بحیرۂ روم میں عربوں کے اقتدار پر زوال آنا شروع ہوگیا"۔

عربوں کے عہدِ حکومت میں ہسپانیہ نے بہت زیادہ زرعی ترقی کی' انہوں نے کھیتی باڑی کو ایک سائنس کی صورت دے دی تھی' انہوں نے اپنی محنت اور اپنے علم سے ہسپانیہ کے زرعی ذرائع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا' عربوں کو اس بات کا علم تھا کہ نئی فصلوں کے لئے کس قسم کی زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہوں نے کئی ایک بنجر علاقوں کو باغوں میں تبدیل کردیا۔ وہ مختلف پودوں کی مختلف کھاد سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ عربوں نے پہلی مرتبہ ہسپانیہ میں چاول' گنا' کپاس' زعفران اور مختلف قسم کے پھول والے درختوں کی کاشت کا آغاز کیا۔ اب یہ پیداوار مقامی معلوم ہوتی ہے ۔ ان میں سے کئی ایک نے ہسپانیہ سے یورپ کی راہ لی' جس علاقے کی زمین جس فصل کے لئے مفید ہوتی تھی۔ اسے اس مقام میں زیادہ ترقی دی جاتی تھی۔ چنانچہ:۔

بلنسیہ میں کھجور کے درختوں کے باغ لگائے گئے۔ البوفیرا کے آس پاس دھان کی کاشت ہوتی تھی' اولیوا اور غندیا میں گنے اور کپاس کی کاشت ہوتی تھی' غرناطہ اور مالقہ میں انگوروں کے کھیت تھے۔ اشبیلیہ پر قبضہ کیا تھا' تو اس وقت اس صوبے میں زیتون کے کئی لاکھ درخت تھے۔• اس صوبے میں زیتون کا تیل نکالنے کے لیے تقریباً" ایک لاکھ کولھو چلتے تھے۔

عربوں نے ہسپانیہ کے طول و عرض میں بندوں کا ایک وسیع سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ غرناطہ میں لوہے کے کئی ایک کارخانے تھے۔ غرناطہ کی تلوار دور دور تک مشہور تھی۔ ریشم اور سوت کے کپڑوں کے کارخانوں کو پہلی مرتبہ عربوں نے ہسپانیہ میں جاری کیا۔ اونی کپڑے تیار کرنے والے کارخانوں کی بھی کمی نہ تھی۔ عربوں کو کپڑا رنگنے کے فن میں بڑی مہارت حاصل تھی' کہا جاتا ہے کہ نیل کی مدد سے کپڑے پر کالا رنگ چڑھانا ان کی ایجاد ہے۔

اپنے عروج کے زمانے میں عربوں کا ہسپانیہ دوسرے ملکوں کو مندرجہ ذیل اشیا برآمد کیا کرتا تھا۔ سونا چاندی' تانبہ' ریشم' کھانڈ' قرمز' پارہ' لوہا' زیتون اونی کپڑا کچا عنبر' عنبر اشہب مقناطیس' سرمہ' برق' تیل' گندھک' زعفران' ادرک' موتی اور ہیرے۔

عربوں کو چمڑا کی دباغت میں پوری پوری مہارت تھی' ہسپانیہ سے عربوں کے اخراج

کے ساتھ ہی یہ صنعت ہسپانیہ میں ختم ہوگئی۔ یہ فن ہسپانیہ سے فاس پہنچا اور وہاں سے انگلستان میں مراکو اور قرطبن کے نام سے داخل ہوا۔ عربوں نے ہسپانیہ میں بارود، شکر اور کاغذ کے کارخانے بھی قائم کئے تھے۔

فنونِ لطیفہ کو عربوں نے نظرانداز نہیں کیا تھا، سنگ تراشی اور نقاشی میں ہسپانیہ کے عرب اپنے عیسائی ہمسائیوں سے بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ الحمرا میں اس وقت تک جو کچھ بچا ہوا ہے اس سے ان دونوں فنون میں عربوں کی دسترس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے عربوں کے ہسپانیہ کے ہر شہر میں خواہ چھوٹا ہوتا یا بڑا ایک مدرسہ ضرور ہوتا تھا۔ ہر ایک بڑے شہر کی ایک اپنی یونیورسٹی ہوتی تھی۔ ان میں سے قرطبہ، اشبیلیہ، مالقہ، سرقسطہ، اشبونہ اور سلمنکہ کی یونیورسٹیاں بہت مشہور تھیں۔

قرطبہ اور دوسرے شہروں میں کئی ایک نامور خواتین پیدا ہوئیں۔ ان خواتین نے شعر و شاعری۔ عروض اور خطابت میں نام پایا۔ حفصہ چوتھی ہجری کی ایک مشہور خاتون ہے۔ اسی صدی کی ایک دوسری مشہور خاتون مریم تھی۔ وہ خطابت شاعری اور ادبیات کا درس دیتی تھی۔

ہسپانوی مسلمانوں کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ ان ممتاز طبیبوں اور فلسفیوں کا ذکر نہ کیا جائے جنہوں نے اپنے وطن کا نام روشن کیا۔ ابن ماجہ سرقسطہ کا رہنے والا تھا۔ وہ طبیب، فلسفی، مہندس اور ستارہ شناس کی حیثیت میں بہت مشہور ہے۔ اس نے ۱۱۳۸ء میں فاس میں وفات پائی۔ ہسپانوی عربوں میں ابن طفیل بہت بڑا فلسفی تھا۔ اس نے ۱۱۸۵ء میں مراکو میں وفات پائی۔ ابن طفیل نے ابن رشد کو سلطان ابو یعقوب یوسف سے متعارف کرایا تھا۔ اس نے ۱۱۹۸ء میں وفات پائی۔

Marfat.com

چونواں باب

بنو ادریس

تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے عہد حکومت تک تمام افریقی مقبوضات عباسی خلافت کے ماتحت تھیں' ہادی کے عہد حکومت میں ادریس نے بربری قبیلوں کی امداد سے شمالی افریقہ میں ایک حکومت قائم کرلی۔ یہ حکومت کافی مدت تک قائم رہی۔ ادریس نے فاس کا شہر بسایا۔ اس کے بہتر نظم و نسق کی وجہ سے یہ شہر بہت جلد تعلم و تہذیب کا مرکز بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے عباسیوں کے ایک حامی نے زہر دے کر ہلاک کردیا تھا۔

ادریس کی موت کے بعد اس کا کم عمر بیٹا جس کا نام بھی ادریس تھا' تخت پر بیٹھا۔ جوان ہوکر ادریس دوم ایک بہادر سپاہی بنا۔ اس نے جنوب کی طرف کئی ایک فتوحات حاصل کیں' ابن خلدون کے الفاظ میں "اس زمانہ میں شمالی افریقہ میں عباسیوں کا اقتدار مٹ چکا تھا۔" ادریس دوم کی موت (۲۱۳ھ مطابق ۸۲۵ء) کے بعد اس کا بیٹا محمد خلیفہ بنا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو مختلف صوبوں کا حاکم مقرر کیا' اسے اس پالیسی میں پوری کامیابی ہوئی۔ ایک کے سوا باقی تمام گورنر اس کے وفادار رہے۔

محمد کی موت (۸۳۳ء) کے بعد اس کا بیٹا علی خلیفہ بنا۔ اس وقت اس کی عمر صرف ۹ سال تھی۔ لیکن اس کے باپ کے وفادار حکام نے حکومت کے کام کاج کو اس طرح چلایا کہ ایک مورخ کے الفاظ میں "اس کا عہد حکومت بہت خوشحال تھا" اس نے بائیس سال میں وفات پائی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بھائی یحییٰ ابن محمد تخت پر بیٹھا۔

یحییٰ بن محمد نے اپنے طویل عہد حکومت میں اپنی سلطنت کو وسیع کیا اس کے عہد میں رعایا خوشحال تھی' اس نے فاس کی رونق کو بڑھایا۔ اس زمانے میں دور دراز کے لوگوں نے فاس میں آباد ہونا شروع کردیا۔

یحییٰ کی موت ۸۷۸ء کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ دوم تخت پر بیٹھا۔ اس کی سختیوں کے سبب ملک میں بغاوت ہوگئی۔ باغیوں نے اسے جلا وطن کردیا۔ وہ ہسپانیہ چلا گیا۔

یحییٰ دوم کی تخت نشینی سے علیحدگی کے بعد اس کا چچیرا بھائی علی بن عمر تخت پر بیٹھا۔ وہ زیادہ دیر تک حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ خوارج کی ایک بغاوت نے اسے ہسپانیہ میں پناہ

Marfat.com

لینے پر مجبور کردیا۔ علی بن عمر کے بھاگ جانے کے بعد فاس کے عوام نے ادریس دوم کے بیٹے یحییٰ کو اپنا حکمران تسلیم کرلیا۔

یحییٰ سوم بہت بڑا فاضل اور فقیہ تھا۔ اس نے تمام ادریسی مقبوضات کو تھوڑی مدت تک اپنے قابو میں رکھا۔ اس کے عہدِ حکومت کو ایک فاطمی گورنر نے ۳۰۹ھ ہجری میں اچانک ختم کردیا۔ اس نے باقی زندگی گوشہ نشینی کے عالم میں گذاری تھی۔

یحییٰ سوم کے زوال کے بعد ادریسی خلافت ختم ہوگئی' اس خاندان کے بہت سے شہزادوں نے سلطنت کے مختلف صوبوں میں اپنی اپنی آزاد ریاستیں قائم کرلیں۔ اسی اثنا میں عبدالرحمن الناصر نے شمالی افریقہ کے بہت سے حصص پر قبضہ کرلیا' بہت سے ادریسی شہزادوں کو قرطبہ میں جلا وطن کردیا گیا۔ مغرب مراکو پر ہسپانوی خلیفوں نے قبضہ کرلیا اور مشرقی بنو فاطمہ کے تسلط میں چلا گیا۔

Marfat.com

پچپن واں باب

بنو اغلب

اس خاندان کا پہلا حکمران ابراہیم بن اغلب ۸۰۱ - ۸۱۲ء تھا۔ نظم و نسق میں اسے پوری پوری صلاحیت حاصل تھی۔ اس نے قیروان کے قریب ایک نیا شہر عباسیہ آباد کیا۔ اس نے اس نئے شہر کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اس نے تقریباً بارہ سال حکومت کی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں کسی قسم کی شورش نہیں ہوئی لوگ خوشحال تھے۔ اس کی موت ۸۱۷ء کے بعد اس کا بھائی زیادۃ اللہ تخت پر بیٹھا۔ وہ ایک ذہین شہزادہ تھا جسے علوم و فنون سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ اس کی تیز طبیعت کی وجہ سے کئی بار بغاوت ہوئی۔ ایک طویل لڑائی کے بعد باغیوں کو شکست کھانی پڑی۔ اس بغاوت کے فرو ہونے کے بعد ملک میں امن قائم ہوگیا تھا۔ عربوں نے مدت تک جنوبی سسلی پر قبضہ کیے رکھا تھا۔ لیکن سسلی کی فتح کی مہم کا آغاز زیادۃ اللہ کے عہد میں ہوا۔ اس نے قیروان کے قاضی کے زیرِ کمان ایک فوج بھیجی۔ یہ فوج مازورا میں اتری' عربوں نے بہت جلد سسلی کے کئی ایک قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ عربوں نے سارا کیوز کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ وبا پھوٹ نکلی۔ محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ عربوں نے میناؤ اور جرجنتاؤ پر قبضہ کرلیا۔ اس اثنا میں بزنطینی فوج کو قسطنطنیہ سے کمک پہنچ گئی۔ چنانچہ اس فوج نے عربوں کو سسلی سے نکالنے کا تہیہ کرلیا۔ عرب فوج میناؤں میں محصور ہوچکی تھی۔ محاصرہ ہر روز تنگ ہوتا جارہا تھا کہ عربوں کو افریقہ اور ہسپانیہ سے کمک پہنچ گئی۔ اب بزنطینی فوج سارا کیوز میں ہٹ گئی۔ عربوں نے اس پر حملہ کردیا۔ عربوں نے سسلی کی راجدھانی پلرمو پر قبضہ کرلیا۔ پلرمو پر قبضہ ہونے کے بعد عربوں نے آہستہ آہستہ سارے جزیرے پر قبضہ کرلیا۔ زیادۃ اللہ کے ایک عزیز ابراہیم بن عبداللہ نے سسلی میں باقاعدہ حکومت قائم کی

زیادۃ اللہ نے ۸۸۳ء میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی اغلب تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد حکومت میں سسلی میں کمک بھیجی گئی سسلی کی فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا۔ اسی زمانہ میں عربوں نے جنوبی اٹلی کے کئی ایک ساحلی شہروں پر قبضہ کرلیا۔

دو سال سات ماہ حکومت کرنے کے بعد اغلب نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا ابو العباس محمد

Marfat.com

اس کا جانشین بنا وہ ایک قابل حکمران تھا۔ اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ سسلی کے وائسرائے کے نائب فضل بن جعفر ہمدانی نے سمندر کی راہ سے میسنہ پر حملہ کیا۔ میسنہ کو نیپلز سے کمک پہنچ گئی۔ چنانچہ دو سال تک یہ شہر عربوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار اس شہر نے عربوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

۸۳۲ء میں فضل نے لینتی پر قبضہ کرلیا۔ عرب فوجوں کی فتوحات کا سلسلہ اٹلی کے اندرونی علاقوں (ارض الکبریٰ) تک جاپہنچا۔ عربوں نے کلابیریا اور کیمپنیا کو روند ڈالا' انہوں نے ایک، سو پچاس کے قریب شہروں پر قبضہ کرلیا۔ ایک عرب بیڑے نے دریائے ٹائیبر میں داخل ہوکر (۸۴۶ء فندی اور روم کے مضافات پر قبضہ کرنے کے بعد گائٹا کا محاصرہ کرلیا۔ عربوں کے اندرونی اختلافات کے سبب روم فتح نہ ہوسکا۔ ۸۴۹ میں تاراتو پر قبضہ کرلیا۔ اب انہوں نے روم پر پھر حملہ کردیا۔ ایک بہت بڑے طوفان نے پوپ لوئی چہارم کی مدد کی۔

عربوں کا بیڑہ ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ سسلی کے عرب وائسرائے ابن عبداللہ نے ۸۵۰ء میں پلرمو میں وفات پائی۔ اب عرب آباد کاروں نے عباس ابن فضل کو اپنا کمانڈر چنا۔ عباس بن فضل نے سسلی اور اٹلی میں فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے تھوڑی سی مدت میں کئی شہروں پر قبضہ کرلیا۔

عباس کی موت کے بعد عرب آباد کاروں نے عبداللہ بن عباس کو اپنا کمانڈر چنا۔ اغلبی حکمران نے اس انتخاب کی تائید کی' تھوڑی مدت کے بعد عبداللہ بن عباس کی جگہ ابن سفیان کو سسلی کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ عربوں نے نوتوس سارا کونہ ساناس اور کاسٹیل نودو قصر الجدید پر قبضہ کرلیا۔ ابن سفیان کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمد سسلی کا وائسرائے مقرر ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں احمد بن عمر نے مالٹا کو فتح کیا۔

ابو العباس محمد کی موت پر اس کا بیٹا ابو ابراہیم احمد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں کسی قسم کی شورش نہ ہوئی۔ اس کے عہد میں رعایا خوشحال تھی۔ اس نے اپنے ملک کو حملہ آوروں سے بچانے کے لیے دس ہزار قلعے بنوائے

اس کی موت ۸۶۳ء کے بعد اس کا بیٹا ابو محمد زیادۃ اللہ (اصغر) تخت پر بیٹھا۔ لیکن اٹھارہ مہینوں سے زیادہ حکومت نہ کرنے پایا۔ اب اس کے بھائی ابو عبداللہ محمد کو تخت پر بٹھایا گیا۔ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ وہ ایک اچھا حکمران تھا۔ اس کے عہد حکومت میں بزنطینوں نے سسلی کے بعض کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لے لیا۔ اس پر ابو عبداللہ محمد نے ان کی روک تھام کے لئے کئی ایک قلعے بنوائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اٹلی کے بعض علاقوں کو

Marfat.com

فتح کیا۔ اس نے ۸۷۴ء میں وفات پائی۔ اس کا بھائی ابراہیم اس کا جانشین ہوا۔ ابراہیم نے اپنی حکومت کے آغاز میں اچھا نام پیدا کیا۔ لیکن آگے چل کر اس نے اپنے بچوں تک کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کیا۔ جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو خلیفہ معتضد نے ابراہیم کو حکومت سے علیحدہ کردیا۔ خلیفہ نے اس کے بیٹے ابو العباس عبداللہ کو جو سسلی میں تھا افریقہ کا حاکم مقرر کیا۔ ابراہیم نے فقیروں کا لباس پہن کر تمام قیدیوں کو رہا کردیا۔ وہ بزنطینوں کے خلاف لڑنے کے لیے سسلی چلا گیا۔

ابو العباس عبداللہ ۹۰۲ء ایک رحم دل حکمران تھا اسے فوجی اور شہری امور میں پوری پوری مہارت حاصل تھی۔ اس کے بیٹے کے ایماء پر غلاموں نے اسے سوتے میں قتل کردیا۔ اپنے باپ کا قاتل زیادۃ اللہ بنو اغلب کا آخری حکمران تھا۔ اس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے آپ کو عیش و عشرت میں غرق کردیا۔ اس کی عشرت پسندیوں نے مملکت کو تباہ و برباد کردیا۔ اسی اثنا میں شمالی افریقہ میں ایک ایسا انقلاب ہو رہا تھا جس نے حالات کو یکسر بدل دیا۔

چھپن واں باب

بنو فاطمہ کا عروج و زوال

حضرت امام جعفر کی وفات کے بعد شیعان علی دو جماعتوں میں بٹ گئے تھے۔ شیعان علی کی اکثریت نے امام موسیٰ کاظم کی امامت کو تسلیم کرلیا تھا لیکن بعض نے امام جعفر کے بڑے صاجزادے اسماعیل کے بیٹے محمد کو اپنا امام مان لیا۔

شیعان علی کی یہ جماعت اسماعیلی کہلاتی ہے۔ اس فرقہ کی سرگرمیوں پر عباسی خلیفوں کی کڑی نگرانی رہتی تھی۔ بعض اوقات ان پر سختیاں بھی کی جاتی تھیں۔ محمد بن اسماعیل کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے محمد الحبیب اسماعیلی جماعت کے امام ہوئے۔ آپ حمص کے قریب سلمیہ میں قیام کرتے تھے۔ اس مقام سے آپ نے مختلف ملکوں میں اپنے داعی بھیجے۔ چنانچہ یمن، یمامہ، بحرین، سندھ، ہندوستان مصر اور شمالی افریقہ میں اسماعیلی عقائد کی خوب اشاعت ہوئی۔ آپ کے پرجوش داعیوں میں سے ابو عبداللہ حسین سب سے زیادہ سرگرم تھا۔ ۸۲۰۰ء میں ابو عبداللہ حسن نے شمالی افریقہ کا رخ کیا۔ اسے بربر قبائل میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

اس زمانہ میں ابراہیم بن محمد شمالی افریقہ کا حکمران تھا۔ اس نے اسماعیلی تحریک کو دبانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن ابو عبداللہ حسین نے ہر مشکل پر قابو پالیا زیادۃ اللہ کے عہد حکومت میں ابو عبداللہ حسین کی کامیابی کا دروازہ کھل گیا۔ جب شمالی افریقہ کا حکمران اپنے محل میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا تو اس وقت ابو عبداللہ حسین کے داعی شمالی افریقہ میں اپنے حامیوں کی تعداد بڑھا رہے تھے۔ زیادۃ اللہ نے ابو عبداللہ کے مقابلہ پر دو فوجیں بھیجیں۔ ابو عبداللہ نے دونوں کو شکست دی۔ ان شکستوں کے بعد زیادۃ اللہ طرابلس سے ہوتا ہوا ایشیا کے کسی مقام کی طرف چلا گیا۔

۲۶ر مارچ ۹۰۹ء کو ابو عبداللہ حسین بنو اغلب کی راجدھانی میں داخل ہوا۔ اس نے مختلف شہروں میں امن قائم کرنے کے لئے اپنے گورنر بھیج دیئے۔ ابو عبداللہ حسین کے دانشمندانہ طرز عمل نے رائے عامہ کو اپنی طرف کرلیا۔ اس نے لوگوں کو اپنے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار کیا۔

Marfat.com

محمد الحبیب نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں وفات پائی۔ آپ کا بیٹا عبیداللہ آپ کا جانشین ہوا۔ آپ نے سلمیہ میں خاموش زندگی بسر کی' یہاں تک کہ ابو عبیداللہ حسین نے شمالی افریقہ میں کامیابی حاصل کرلی۔ اب عبیداللہ نے آپ کو شمالی افریقہ میں جلد بھیجا تاکہ وہاں پہنچ کر تحریک کی راہنمائی کریں۔

آپ اپنے بیٹے ابو قاسم اور ابو عبداللہ کے بھائی ابو العباس اور دوسرے ساتھیوں سمیت سوداگروں کے بھیس میں چل دیئے۔

ابو عبداللہ حسین نے اگرچہ بہت زیادہ رازداری سے کام لیا تھا' لیکن اس پر بھی عباسیوں کو عبیداللہ کے سلامیہ سے بھاگ نکلنے کا پتہ چل گیا۔ عباسی خلیفہ نے تمام صوبوں میں عبیداللہ کی گرفتاری کے احکام بھیج دیئے' طرابلس پہنچ کر ابو العباس قیروان کی طرف چل دیا۔ قیروان میں اسے گرفتار کرلیا گیا۔ اسی طرح عبیداللہ اپنے بیٹے سمیت مراکو کے قریب گرفتار کرلیا گیا۔

اسی اثنا میں ابو عبداللہ حسین نے بہت بڑی فوج جمع کرلی تھی۔ اپنے بھائی ابو العباس کو رہا کرانے کے بعد اس نے عبیداللہ اور اس کے بیٹے کو بھی رہا کرلیا اب ابو عبداللہ نے باپ بیٹے کو گھوڑے پر سوار کرادیا۔ وہ خود پاپیادہ اپنے لشکر کی طرف چل دیا۔ لشکر کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ اپنے امام کی زیارت کریں۔ عبیداللہ (المہدی) کی حکومت شمالی افریقہ میں قائم ہوگئی۔ مختلف صوبوں کے نظم و نسق کے لئے گورنر بھیجے گئے۔

عبید اللہ المہدی نے جس جوش و خروش کے ساتھ نظم و نسق کے کام کو سنبھالا اس سے ابو عبداللہ کے بھائی ابو العباس کے دل میں حسد پیدا ہوگیا۔ اب ابو العباس نے چند بربری سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر فاطمیوں کے اقتدار کو ختم کردینا چاہا۔ اس نے وفادار عبداللہ کو سازش میں شریک کرلیا۔ مہدی نے دونوں بھائیوں کو رام کرنے کی بہت کوشش کی' لیکن وہ باز نہ آئے۔ انہوں نے عبیداللہ کی مخالفت کو بدستور جاری رکھا۔ اس پر عبیداللہ نے ان دونوں بھائیوں کو قتل کروادیا۔ ابو عبداللہ کے قتل کے بعد عبیداللہ نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بربری فوجوں کے تشدد نے مضافات میں بغاوت پیدا کردی۔ اس پر عبیداللہ کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس راجدھانی کو بہت زیادہ قلعہ بند ہونا چاہیے تاکہ وہ وقت آنے پر اندرونی بغاوت کی روک تھام کرسکے۔ چنانچہ تونس سے نکل کر اس نے ساحلی علاقہ کا معائنہ کرنے کے بعد ایک مضبوط مقام کو اپنی راجدھانی کے لئے تجویز کیا۔

Marfat.com

۹۱۶ء میں اس مقام پر مهدیہ کے نام سے ایک شہر بسایا گیا۔ ۵۰ سال کے بعد یہ شہر مکمل ہوا۔ اس شہر کے ارد گرد ایک مضبوط فصیل تھی جس میں کئی ایک لوہے کے دروازے تھے۔ شہر کے اندر کئی ایک خوبصورت محل بنائے گئے۔ جب یہ شہر مکمل ہوگیا تو عبیداللہ المہدی نے کہا:

اب مجھے اطمینان نصیب ہوا ہے۔ بنو فاطمہ کی قوت میں نمایاں اضافہ ہو چکا ہے عبیداللہ کا نظم و نسق بہت سخت تھا۔ سیوطی بھی اس امر کو مانتا ہے کہ عبیداللہ کے عہد حکومت میں عدل و انصاف کا پورا پورا خیال رکھا جاتا تھا رعایا اسے بہت چاہتی تھی۔

۹۱۲ء میں اس نے بنو ادریس کے اقتدار کو ختم کردیا لیکن مصر کے فتح کرنے میں اسے ناکامی ہوئی۔ ہسپانیہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

عبیداللہ المہدی کی وفات (۹۳۴ء) کے بعد اس کا بیٹا قائم اس کا جانشین بنا۔ قائم ایک بہادر سپاہی تھا۔ اس نے کئی ایک لڑائیوں میں حصہ لیا۔ وہ پہلا فاطمی خلیفہ ہے جس نے بحیرۂ روم پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے ایک مضبوط بیڑہ تیار کروایا۔ فاس کے سوا بنو ادریس کا تمام علاقہ چھین لینے کے بعد اس نے یورپ کی طرف توجہ کی۔ قائم کی مملکت بندرگاہوں پر اٹلی کے سمندری لٹیرے حملے کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ قائم نے گایتا تک سارے جنوبی اٹلی کو روند ڈالا۔ قائم کے سمندری بیڑے نے جلیوا کی بندرگاہ پر قبضہ کرلیا۔ اس نے لساوری کے بھی ایک حصے پر قبضہ کرلیا تھا۔ اگر قائم کو گھریلو جھگڑوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا تو سارے اٹلی کو فتح کرلیتا۔ بربری فوجوں کے تشدد نے ایک مرتبہ پھر بغاوت پیدا کردی۔

اس بغاوت کی راہنمائی ابو یزید خارجی کر رہا تھا۔ ابو یزید نے ہسپانیہ کے حکمران الناصر کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی فوج سمیت آکر بنو فاطمہ کی حکوت کو ختم کردے۔ ۹۴۴ء میں ابو یزید نے فاطمی فوجوں کو قدم قدم پر شکست دی ابو یزید نے کئی ایک شہروں پر قبضہ کرلیا۔ اب قائم کے پاس مہدیہ اور اس کے مضافات رہ گئے۔ ابو یزید نے مہدیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ اس نے چار مرتبہ شہر پر حملہ کیا' لیکن ہر بار اسے پیچھے ہٹادیا گیا۔ مہدیہ کی ناکہ بندی کرنے کے بعد ابو یزید نے مسوس پر حملہ کردیا۔

جب ابو یزید نے مسوس کا محاصرہ کر رکھا تھا تو قائم اس دنیا سے چل بسا۔ اس کی موت ۹۴۶ء کے بعد اس کا بیٹا منصور اس کا جانشین ہوا۔ منصور نے آہستہ آہستہ ابو یزید کی فوجوں کو پیچھے ہٹانا شروع کردیا۔ چونکہ انہوں نے کسی پر رحم نہیں کیا تھا اس لئے ان پر بھی کسی نے رحم نہ کیا۔ جن باغیوں نے معافی مانگ لی انہیں کوئی گزند نہ پہنچائی گئی۔ ابو یزید نے

Marfat.com

بھاگ کر ایک صحرائی چٹان میں پناہ لی۔ منصور نے اس کا تعاقب کیا۔ ابو یزید نے منصور کی فوج کا کافی مدت تک مقابلہ کیا۔ آخرکار اس نے بھاگنے کی کوشش کی جس میں اسے ناکامی ہوئی۔ منصور کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے قتل کردیا۔ ایک مرتبہ پھر مراکش کے طول و عرض میں بنو فاطمہ کا اقتدار مستحکم ہوگیا۔ منصور کے عہد میں فرنگیوں کو ایک بحری شکست دی گئی۔

منصور نے ابو القاسم حسین بن علی کو سسلی کا گورنر مقرر کیا۔ ابوالقاسم کے خاندان میں یہ عہدہ ایک سو آٹھ سال تک رہا۔ اس نے فرنگیوں کو بحری لڑائی میں شکست دی۔ ہسپانیہ کے اموی خلیفہ الناصر نے اس زمانہ میں تمام ادریسی مملکت پر قبضہ کرلیا۔

منصور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا المعزالدین اللہ تخت نشین ہوا۔ المعز علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ اسے مغرب کا مامون کہا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں شمالی افریقہ تہذیب اور خوشحالی کے عروج پر تھا۔ وہ سائنس اور فلسفے کا بہت بڑا فاضل تھا۔ المعز نے تمام اندرونی بغاوتوں کو مٹادیا۔ اس نے فوج اور بیڑے کی نئے سرے سے تنظیم کی۔ تجارت اور صنعت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اس نے حسنِ سلوک سے اپنے خاندان کے دشمنوں کو دوست بنالیا۔ اس کے کمانڈر جوہر صقلی نے اپنی فتوحات سے المعز کی سلطنت کو وسیع کیا۔ بہت جلد المعزاور الناصر میں لڑائی چھڑ گئی ۔ اس طرح عرب یورپ کو فتح کرنے میں متحد نہ ہوسکے

اسی زمانے میں کریٹ پر یونانیوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا۔ عربوں کے عہدِ حکومت میں کریٹ نے علوم و فنون اور صنعت و تجارت میں نمایاں ترقی کر لی تھی۔ عربوں نے کریٹ کے چھن جانے کی کمی کو سسلی پر قبضہ کرنے سے پورا کردیا تھا۔ اس وقت تک سسلی کے بعض شہروں پر عربوں کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ سسلی کے گورنر احمد بن حسن نے ان شہروں کو فتح کیا۔ یونانیوں کی مدد کے لئے بزنطین سے جو فوج بھیجی گئی تھی اس نے عربوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔ ۹۴۴ء میں عربوں نے پورے سسلی پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس زمانے میں سسلی کو جو فروغ حاصل ہوا وہ اسے دوبارہ نصیب نہیں ہوسکا۔ عربوں کے دورِ حکومت میں شہروں میں مسجدوں، کالجوں اور سکولوں کی کمی نہیں تھی۔ علوم و فنون کی پوری طرح سرپرستی کی جاتی تھی۔ پلرمو کی طبی یونیورسٹی بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کے مقابلہ کی تھی۔

۹۶۸ء کافورا خشیدی کی موت کے بعد مصر میں گڑبڑ ہوگئی۔ مصر کے سرداروں نے المعز سے درخواست کی کہ وہ مصر پر قبضہ کرے۔ چنانچہ المعز نے جوہر کے زیرِ کمان ایک فوج بھیج

Marfat.com

دی۔ اس فاطمی جرنیل نے فطاط کو نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ جوہر نے القاہرہ کی بنیاد رکھی جو المعز اور اس کے جانشینوں کا صدر مقام بنا۔ اس نے حجاز اور شام سے بھی المعز کے اقتدار کو منوایا تھا۔ جوہر نے فسطاط کے قریب قرمطیوں یا قرامطہ کو شکست دی۔ اب جوہر نے المعز کو مصر آنے کی دعوت دی۔ المعز نے مراکش کی حکومت کو یوسف بن بلکین کے سپرد کرنے کے بعد مصر کی راہ لی۔

۱۹ جون ۹۷۰ء کو المعز قاہرہ میں داخل ہوا۔ مصر، شام اور حجاز کے نمائندوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قرمطیوں نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد مصر پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن المعز نے انہیں شکست دی۔ جب فاطمیوں اور قرمطیوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ تو اس وقت ایک ترکی سردار افتکین نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔

المعز کی وفات ۹۷۵ء کے بعد اس کا بیٹا العزیز باللہ تخت نشین ہوا۔ دمشق پر قابض ہونے کے بعد افتکین اپنے اقتدار کو وسیع کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک لڑائی میں گرفتار ہو کر عزیز کے پاس لایا گیا۔ عزیز نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ وہ مرتے دم تک فاطمی خلافت کا وفادار رہا۔ عزیز کے عہد حکومت میں فاطمی سلطنت کو مزید وسعت حاصل ہوئی۔ اس زمانہ میں فاطمی خلافت فرات کے ساحل سے اوقیانوس کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔ عزیز نے ترکوں ایرانیوں کی ایک فوج مرتب کی تاکہ وقت آنے پر اسے بربریوں کے خلاف استعمال کیا جاسکے۔ عزیز کی موت ۹۹۶ء کے بعد ن ں کی شان و شوکت ختم ہوگئی۔ اس کی موت کے بعد اس کا نوجوان بیٹا حاکم باللہ تخت نشین ہوا۔ حاکم مجموعہ اضداد تھا۔ وہ جب کبھی ظلم پر آمادہ ہوتا تو اس کے مظالم کی کوئی حد نہ رہتی۔ اور جب کبھی وہ عدل و انصاف کی طرف توجہ دیتا تو اس میں کمال پیدا کردیتا۔ وہ ۱۰۲۱ء میں قتل ہوا۔ اس کے قتل کے بعد اس کے بیٹے ظاہر نے سولہ سال تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں سلطنت کے بہت سے علاقے آزاد ہوگئے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا المستعر تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر سات سال کی تھی۔ اس کے طویل عہد حکومت میں فاطمی سلطنت بہت زیادہ کمزور ہوگئی۔ رہی سہی کسر قحط نے پوری کردی۔ سات سال تک مصر کو ایک خوفناک قحط کا سامنا رہا۔ المستعر کی موت کے بعد سلجوقیوں اور فاطمیوں کے اختلافات نے صلیبیوں کو موقعہ دے دیا کہ وہ شام اور فلسطین کے ساحلی شہروں پر قبضہ کرلیں۔ بنو فاطمہ کا زوال شروع ہوچکا تھا۔ خانہ جنگی اور باہمی نفاق نے مصر کو بہت کمزور کردیا۔ فاطمی خلافت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی۔ صلیبیوں نے مصر کے کئی ایک شہروں پر قبضہ کرلیا تھا۔ فاطمی خلافت کی کمزوری سے

Marfat.com

فائدہ اٹھانے کے لیے وہ سارے مصر پر قابض ہونے کی تیاریاں کرنے لگیں۔ اس پر آخری فاطمی حکمران العاضد نے نورالدین زنگی کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ چنانچہ اس نے شیر کوہ کو مصر بھیج دیا۔ شیر کوہ کو مصر کی طرف بڑھتا دیکھ کر وزیر سلطنت شاور نے فرنگیوں سے امداد مانگی۔ شیر کوہ نے شاور اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ اب شاور کی جگہ شیر کوہ العاضد کا وزیر مقرر ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا صلاح الدین ایوبی وزیر مقرر ہوا۔ ۱۱۷۱ء میں العاضد کی موت کے ساتھ ہی فاطمی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

بنو فاطمہ کے دور حکومت میں قاہرہ نے علوم و فنون' تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت میں نمایاں ترقی کی۔ جامعہ ازہر اسی دور کی یادگار ہے۔

Marfat.com

تاریخ اور سیاست پر تخلیقات کی مستند کتب

مشرق کے عظیم مفکر	ایوان پی۔ نک گریل	225 روپے
سو عظیم آدمی	مائیکل ہارٹ	250 روپے
پاکستان ٹوٹ جائے گا؟	منیر احمد	250 روپے
پاکستان لوٹنے والے	مجاہد حسین	160 روپے
ہندوستان	ول ڈیورانٹ	160 روپے
عرب	ول ڈیورانٹ	200 روپے
میری کہانی	جواہر لال نہرو	280 روپے
تلاش ہند	جواہر لال نہرو	280 روپے
تاریخ عالم پر ایک نظر	جواہر لال نہرو	160 روپے
میرا سچ (آپ بیتی)	اندرا گاندھی	90 روپے
سفرنامہ ابن بطوطہ	ابن بطوطہ	200 روپے
تاریخ سندھ	سید ابو ظفر ندوی	180 روپے
ایک غلام کی سرگزشت	سیتارام	90 روپے
بلوچ	م۔ ک۔ پیکولین	120 روپے
ہند میں انگریز ریاست	چینڈرل مون	80 روپے
ہندی مسلم تہذیب	قاضی جاوید	170 روپے
مختصر تاریخ عالم	ایچ۔ جی۔ ویلز	200 روپے
شیر شاہ سوری اور اس کا عہد	کالکا رنجن	250 روپے
آگرہ اکبر اور اس کا دربار	سید محمد لطیف	230 روپے
سفرنامہ مارکو پولو	مارکو پولو	180 روپے
سفرنامہ ہند	خالدہ ادیب خانم	180 روپے
مہاراجہ رنجیت سنگھ	نریندر کرشن	100 روپے
پاکستانی سیاست کے پچاس کردار	احمد سلیم	300 روپے
پاکستانی غلامی کے پچاس سال	ڈاکٹر فیروز احمد	150 روپے
پاکستان قیام اور ابتدائی حالات	سری پرکاش	70 روپے
پاکستان برطانوی غلامی سے امریکی غلامی تک	روش ندیم	100 روپے
انگریز راج اور پشتون سیاست	احمد سلیم	90 روپے

تخلیقات

آکسفورڈ بلڈنگ ۲۹۔ ٹیمپل روڈ (مستان والا چوک) لاہور پاکستان فون ۶۲۳۸۰۱۳۱